فتحِ مُبین
غزَواتِ سیّدِ مُرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تالیف
سعد مُحسن الطّائی
مترجم
ڈاکٹر سیّد تلمیذ حسنین رضوی

فتح المبین

در

غزوات سیّد المرسلین ؐ

تالیف

سعد محسن الطّائی

ترجمہ

ڈاکٹر سید تلمیذ حسنین رضوی

ناشر

نشر دانش ریسرچ اکیڈمی، پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	فتح مبین دَرغزوات سیدالمرسلینؐ
تالیف	سعد محسن الطّائی
ترجمہ	ڈاکٹر سید تلمیذ حسنین رضوی
کمپوزنگ	سید قمر عباس زیدی
ٹائٹل	سید باقر مہدی رضوی
طابع	غلام اکبر
طبع	اول
تعداد کتاب	۱۰۰۰ ایک ہزار
ناشر	نشر دانش ریسرچ اکیڈمی، پاکستان
قیمت	

انتساب

والدِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا سیّد اظہار الحسنین رضوی

کے نام

جن کے فیضِ تربیت نے اِس منزل تک پہنچایا

اور

والدۂ ماجدہ نجمہ خاتون

کے نام

جن کی دعائیں اور نیک تمنّائیں

ہمیشہ میرے لیے مشعلِ راہ ہیں

سیّد تلمیذ حسنین رضوی

فہرست

الرقم	مضمون	صفحہ نمبر
1	مقدمہ: از سعد محسن الطّائی	14
2	حرف حکایت: از مولانا سید تلمیذ حسنین صاحب	18
3	پہلی قسم	21
4	جہاد قرآن کریم میں	22
5	جہاد سنّت شریفہ میں	28
6	جنگ اس کی کیفیت عمل، کارکردگی، صبر اور جنگ کی تدبیریں	31
7	۱: جنگ کا وصف	31
8	۲: جنگ میں کارکردگی	33
9	۳: صبر اور جنگ میں آگے بڑھنا	38
10	۴: جنگ میں حیلہ وتدبیر/مکروفریب	46
11	جو کچھ ہتھیاروں اوران کی اقسام کے بارے میں کہا گیا	48
12	تلوار کے بارے میں جو کہا گیا ہے	49
13	شرف ومنزلت تلوار کے ساتھ	51
14	نیزے کے ناموں اوراوصاف کے بارے میں جو کہا گیا ہے	51
15	نام، صفات، اوصاف	52
16	قوس (کمان) کے بارے میں جو کہا گیا ہے	53
17	کمان کے نام، اس کی شان اور خوبیاں	54
18	تیروں کے نام اوران کی خصوصیات	56
19	پیکان کے نام	57

20	تیروں کے ظروف	57
21	دوسری قسم: رسول اللہؐ کے غزوات اور سرایا	59
22	پہلا مسلح مقابلہ	64
23	سریۂ حمزہ بن عبد المطلبؓ	68
24	سریۂ عبیدہ بن الحارث	70
25	سریۂ سعد بن ابی وقاص	71
26	غزوۃ الابواء	72
27	غزوۂ بواط	73
28	غزوۂ بدر الاولیٰ	74
29	غزوۂ ذہ العشیر ۃ	75
30	ابوترابؑ	76
31	سریۂ عبداللہ بن جحش الاسدی	77
32	پیش آنے والا نیا واقعہ	78
33	گذشتہ غزوات اور سرایا پر ایک اجمالی نظر	81
34	غزوۂ بدر الکبریٰ	85
35	جنگ کے اقتصادی اثرات	88
36	قریش کا خروج	89
37	عباس بن عبد المطلبؑ کا موقف	90
38	مسلمانوں کا خروج	91
39	مسلمانوں کی بدر کی جانب روانگی	95
40	مسیر الاقتراب۔قریب آنے کا وعدہ پورا ہونے کا سفر	96
41	رسول اکرمؐ کا جنگ کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ	97
42	رسول اکرمؐ کا انصار کا ارادہ کر رہے تھے	99

43	مشرکین کی قوت کے بارے میں، اور انکا محل وقوع	100
44	مشرکین کی بدر تک رسائی	101
45	مقابلہ کا آغاز	102
46	عبیدۃ بن الحارث کی شہادت	109
47	دشمن کا خون بہانا	110
48	امام علیؑ غزوۂ بدر والوں کی پسندیدہ شخصیت	112
49	حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے کچھ مقتولین کے نام	115
50	غنیمتیں اور قیدی	116
51	غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح یابی کے اسباب	117
52	ابوبکرؓ اور عریش (چھول داری)	119
53	حضرت ابوبکرؓ کی شجاعت	122
54	سریۂ عمیر بن عدی	125
55	سریۂ سالم بن عمیر العمری	127
56	غزوۂ بنی قینقاع	128
57	غزوۂ السویق	131
58	غزوۂ قرقرۃ الکدر	133
59	سریہ برائے قتل کعب بن الاشرف	135
60	سریۂ محیصہ بن مسعود	138
61	غزوۂ غطفان	140
62	غزوۂ بحران	141
63	سریۂ زید بن حارثہ	142
64	ان سرایا اور غزوات کے مقاصد	143
65	ا: یہودیوں سے چھٹکارا	143

66	۲: غفلت میں حملہ کر دینا وسائل دفاع میں سب سے افضل ہے	144
67	۳: قریش پر سخت ترین اقتصادی حصار	145
68	غزوۂ اُحد	146
69	قریش کا خروج	147
70	نبی اکرمؐ تک اس لشکر کی اطلاع پہنچی	148
71	رسول اکرمؐ نے جاسوس روانہ کیے	149
72	رسول اکرمؐ اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے ہیں	149
73	نبی اکرمؐ کا مدینہ سے نکلنا	151
74	قتال کے لیے نبی اکرمؐ کا منصوبہ	152
75	معرکہ کا آغاز	153
76	ابودجانہؓ اور نبیؐ کی تلوار	154
77	عملی قتال کا آغاز	156
78	مقتل اصحاب اللواء: پرچم برداروں کا قتل	157
79	حضرت حمزہؑ بن عبدالمطلبؑ کی شہادت	158
80	سامنے والے مشرکین کا حملہ	159
81	امیرالمومنینؑ اور مشرکین کے سواروں کا دستہ	161
82	حضرت علیؑ کا میدان میں رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنا	163
83	غزوۂ اُحد میں راہِ فرار اختیار کرنے والے	165
84	۱: ابوبکرؓ بن ابی قحافہ التیمی	165
85	۲: عمرؓ بن الخطاب العدی	167
86	۳: عثمانؓ بن عفان	170
87	مسلمانوں کا قتال کے لیے واپس آنا	170
88	اُحد کے جہادی مقامات	172

89	ابوسفیان اور اس کی بیوی کا اسلام کے خلاف کینہ	175
90	مسلمانوں کی مدینہ واپسی	176
91	معرکۂ اُحد کامیابی یا شکست	178
92	ابوحفص کا معرکۂ اُحد میں مقابلہ کرنا	179
93	غزوۂ حمراءُ الاسد	181
94	نبی اکرمؐ کا حمراءُ الاسد تک پہنچنا	182
95	اس غزوہ کے اہداف (مقاصد)	183
96	دو قیدیوں کا قتل	184
97	سریۂ ابی سلمہ بن عبد الاسد	185
98	سریۂ عبداللہ بن انیس	187
99	سریۂ المنذر بن عمرو	189
100	سریۂ الرَّجیع	192
101	غزوۂ بنی النُضیر	194
102	سریۂ امیر المومنین علیہ السلام	198
103	بنونضیر سے مقابلے کی کیفیت	200
104	غزوۂ بدر الموعد	203
105	غزوۂ ذات الرّقاع	206
106	نبی اکرمؐ کا جابر کے لیے مغفرت طلب کرنا	207
107	غزوۂ دُومۃ الجندل	208
108	غزوۂ بنی المصطلق	210
109	کامیابی امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ذریعے ہوئی	211
110	سورۃ منافقون کا نزول	212
111	افک کا واقعہ	213

112	غزوۃ الخندق	219
113	یہودی دیگر قبائل کو فساد پر ابھارتے ہیں	220
114	الحرب خُدعةٌ: جنگ معاملات کو پوشیدہ رکھنے کا نام ہے	223
115	المناوشات: باہمی حملہ آور ہونا	226
116	امام اور عمرو بن عبدود	228
117	ضرار اور عمر دوبارہ	233
118	مولا علیؑ نے عمرو کو قتل کیا تو ان کے بارے میں کیا کہا گیا؟	235
119	عمرو بن عبدود کی شجاعت	238
120	احزاب کی شکست	240
121	غزوۂ بنو قُریظہ	244
122	بنو قُریظہ کا ابن معاذ کے فیصلے پر نازل ہونا	246
123	سریۂ عبداللہ بن عتیک	248
124	سریۂ محمد بن مُسلمہ	249
125	غزوۂ بنی لحیان	250
126	غزوۂ ذی قرد	252
127	سریۂ عکاشہ بن محض الاسدی	254
128	سریۂ محمد بن مُسلمہ	255
129	سریۂ ابوعبیدہ بن الجراح	256
130	سریۂ زید بن حارثہ	257
131	سریۂ زید بن حارثہ	258
133	سریۂ زید بن حارثہ	259
134	سریۂ زید بن حارثہ	260
135	سریۂ عبدالرحمٰن بن عوف	262

136	سریۂ امام علیؑ بن ابی طالبؑ	263
137	سریۂ زید بن حارثہ	264
138	سریۂ عبداللہ بن رواحہ	266
139	سریۂ عبداللہ بن رواحہ	267
140	سریۂ کرز بن جابر الفہری	268
141	سریۂ عمرو بن امیّہ الضمری	269
142	غزوۃ الحدیبیہ	270
143	بیعت رضوان	272
145	صلح تک رسائی	273
146	نص معاہدہ	275
147	حضرت عمرؓ بن الخطاب کا مؤقف صلح کے بارے میں	277
148	صلح حدیبیہ کے نتائج	278
149	خاصف النعل (جوتیاں ٹانکنے والا)	279
150	سریۂ ابی بصیر	281
151	غزوۂ خیبر	283
152	نبی اکرمؐ کا خیبر تک پہنچنا	284
153	امیر المومنینؑ کا باب خیبر کو اکھاڑنا	290
154	محمد بن مسلمہ کیوں؟	294
155	صفیّہ اُمّ المومنین	297
156	نبیؐ کو زہر دینے کا حیلہ	297
157	جعفر بن ابی طالبؑ کا حبشہ سے واپس آنا	298
158	غزوۂ وادی القُریٰ	299
159	سریۂ عمرؓ بن الخطاب	300

160	سریہ ابوبکرؓ	301
161	سریہ بشیر بن سعد	302
162	سریہ غالب بن عبداللہ اللّیثی	303
163	سریہ بشیر بن سعد	305
164	غزوۂ عمرۃ القضاء	306
165	سریہ ابن ابی العوجاء السلمی	308
166	سریہ غالب بن عبداللہ اللّیثی	309
167	سریہ غالب بن عبداللہ اللّیثی	310
168	سریہ شجاع بن وہب الاسدی	312
169	سریہ کعب بن عمیر الغفاری	313
170	سریہ مُوتہ الامراء	314
171	سریہ ذات السلاسل	319
172	سورۃ العادیات کا اس سریّہ میں نازل ہونا	322
173	سریہ الخبط	326
174	سریہ ابن ابی حدرد	326
175	سریہ ابی قتادۃ الانصاری	327
176	سریہ ابی قتادۃ الانصاری	328
177	سریہ امام علی علیہ السلام	329
178	غزوۂ فتح مکّہ	331
179	قریش نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کو ختم کر دیا	332
180	مکّہ کی جانب سفر کرنا	332
181	مکّہ میں داخل ہونا	334
182	سریہ خالد بن الولید	337

183	سریۂ عمرو بن العاص	338
184	سریۂ سعد بن زید الشھلی	338
185	سریۂ خالد بن ولید	339
186	غزوۂ حنین	342
187	باہمی قریب ہونے کا سفر	343
188	کتنے لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے	345
189	امیر المومنینؑ کا جہاد	348
190	ذوالخویصرہ	351
192	غزوۃ الطائف	353
193	سریۂ امام علی علیہ السلام	355
194	سریۂ امام علی علیہ السلام	357
195	سریۂ مالک بن عوف	358
196	سریۂ امام علی علیہ السلام	360
197	سریۂ عُیینہ بن حصن الفزاری	361
198	سریۂ قطبہ بن عامر بن حدیدہ	361
199	سریۂ الضحاک بن سفیان الکلابی	362
200	سریۂ علقمہ بن مجزّز المُدلجی	363
201	احادیث رسولؐ، بحری قوت کے بارے میں	364
202	سریۂ امام علی علیہ السلام	365
203	سریۂ عکاشہ بن محصن الاسدی	367
204	غزوۂ تبوک	368
205	براہ راست پیش آنے والے اسباب	368
206	براہ راست پیش نہ آنے والے اسباب	369

207	صلاحیتیں	369
208	امیرالمومنینؑ کی جانشینی اور حدیث منزلت	371
209	ابوذرؓ کی شان	373
210	انھیں مشورہ دینے والے کون لوگ تھے	376
211	غزوۂ تبوک کے نتائج	379
212	سریۂ خالد بن الولید	381
213	سریۂ امام علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام	382
214	بریدہ بن الحصیب اور علیؑ کو بدی میں ملوث کرنا	384
215	سریۂ امام علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام	386
216	سریۂ اسامہ بن زید	392
217	مہاجرین نے لشکر کی روانگی کو معطّل کردیا	394
218	الخاتمہ: اسلام سلامتی کا دین ہے	396
219	امام علیؑ بن ابی طالبؑ رسول اللہؐ کے علمدار اور علم بردار	397
220	سب سے بڑا بہادر کہاں تھا؟	401
221	فتح مبین	402

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ثنائے کامل اس اللہ کے لیے ہے جس نے حق کو رفعت اور بلندی عطا کی ہے اور باطل کو نیست و نابود کر دیا، اسلام اور اس کے لشکر کی کمک کر کے تن تنہا تمام گروہوں کو شکست سے دو چار کر دیا۔ اور درود و سلام ہو اللہ کے اُن بندوں پر جنھیں منتخب کیا گیا (محمدؐ اور ان کی پاک و پاکیزہ اور برگزیدہ آلؑ پر)۔

امّا بعد: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ[۱]

ان کافروں کے مقابلے میں جس قدر ممکن ہو تم قوّت مہیّا کرو، گھوڑوں کو مورچوں پر تیّار رکھو اور اس کے ذریعے اللہ کے اور اپنے دشمنوں اور اُن کے علاوہ دوسرے اعداء کو خوف زدہ کر دو۔

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اسلام نے قتال (جہاد) کا آغاز کیا اور اسے معتبر جانا اور زندہ رہنے کے لیے اُسے لازمی قرار دیا تا کہ اس کے ذریعے سے ظلم و زیادتی اور دشمنی کو مسترد کیا جائے۔ اور اجتماعات کو ظلم و فساد سے نجات دلائی جائے۔ اور انسانیت کی اعلیٰ تعلیمات کو بنیاد بنا کر سلامتی کا اقرار لیا جائے اس لیے کہ اسلام ایسا دین الٰہی ہے جس کا ہدف پوری کائنات میں عدل و مساوات اور اللہ تعالیٰ کے عظیم انتظام و انصرام کو نشر کرنا ہے۔

هُوَ الَّذِيۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۔[۲]

---

(۱): سورۃ الانفال:۶۰

(۲): سورۃ توبہ:۳۳

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دیں۔ خواہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گزرے۔

اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی تربیت کی اور اُن کو تیار کرنے کا اہتمام کیا تا کہ وہ ایک ایسی امّت بن جائیں جن میں جہاد کا جذبہ ہو اور ایسا گروہ ہو جائے جو جنگ جُو، طاقت ور اور مضبوط ہو جو اُن ظالم قوتوں کے مقابل میں ڈٹ جائے جو انسان کو انسانیت سے دور کرنے کے درپے ہوں اور اسے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہوں۔ اسی لیے نبی اکرمؐ کی جنگیں پہلے مرحلے میں یہ ہدف رکھتی تھیں کہ وہ معاشرے کو شرک اور گمراہی کی قید و بند سے آزاد کرائیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جنگوں کے ذریعے سے یہ چاہا کہ جس قدر ممکن ہو انسان اور اس کی جائیداد کی حفاظت کریں حضور انورؐ یہ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے اور جاگیریں تباہ و برباد نہ کی جائیں۔ آنحضرتؐ اپنے لشکر سے خطاب کر کے فرماتے تھے:

تَاَلَّفُوْا النَّاسَ وَتَاَنَّوْهُمْ وَلَا تُغِيْرُوْا عَلَيْهِمْ حَتّٰى تَدْعُوْهُمْ فَمَا عَلَى الْاَرْضِ مَنْ اَهْلِ بَيْتِ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا تَاْتُوْنِيْ بِهِمْ مُسْلِمِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَاْتُوْنِيْ بِنِسَاءِ هِمْ وَاَوْلَادِهِمْ وَتَقْتُلُوْا رِجَالَهُمْ.

تم لوگوں سے باہمی الفت پیدا کرو اور انھیں مہلت دو اور ان پر حملہ نہ کرو جب تک اُنھیں دعوت نہ دے دو اس لیے کہ روئے زمین میں مٹی کے گھروندوں اور اون اور ریشم کے گھروں میں رہنے والوں کو تم مسلمان بنا کر لے آؤ یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوگا اس کی بہ نسبت کہ تم ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر لاؤ اور اُن کے مردوں کو قتل کر ڈالو۔

اور امیر المومنین علیہ السلام اپنے لشکر کو یہ تلقین کرتے تھے:

لَا تُقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى يَبْدَءُوْكُمْ فَاِذَا كَانَتِ الْهَزِيْمَةُ بِاِذْنِ اللهِ فَلَا تَقْتُلُوْا مُدْبِراً وَ لَا تُصِيْبُوْا مُعْوِراً وَ لَا تُجْهِزُوْا عَلٰى جَرِيْحٍ وَ لَا تَهِيْجُوا النِّسَاءَ بِاَذًى.(۱)

---

(۱): میزان الحکمۃ، ج ۲: ص ۳۲۷

جب تک وہ آغاز نہ کریں تم جنگ میں ان سے پہل نہ کرو۔ اور اگر اللہ کے حکم سے وہ شکست کھا جائیں تو پچھلے پیروں پر پلٹ جانے والوں سے قتال نہ کرو اور جس کے پاس لباس نہ ہو اس تک نہ جاؤ اور زخمی پر لشکر کشی نہ کرو اور عورتوں کو اذیت پہنچا کر ان سے جنگ نہ کرو۔

محمود شیث خَطّاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنگی آداب و اخلاق کے بارے میں کہتا ہے:

کسی تعجب و حیرانی کا مقام نہیں ہے کہ یہ جنگ و جدال عقول پر اپنی بلند و بالا مقال سے غلبہ حاصل کر لے قبل اس کے کہ وہ مضبوط قلعوں اور بلند و بالا عمارات پر اسلحہ جات اور مردوں کے ذریعے غالب آجائیں۔ یہ مثالی جنگ شکست خوردہ کے زخموں پر مرہم رکھتی ہے تا کہ ان کے زخم جلدی مندمل ہو جائیں اور وہ اطاعت گزار ہو کر غلبہ حاصل کرنے والوں کے ساتھ مل جائیں تا کہ فاتح اور مفتوح سب کے سب ایک ہی پرچم تلے آجائیں اور وہ اسلام کا پرچم ہو۔ اس طرح مشرق نور اسلام سے چمک اُٹھا جب کہ مغرب جہالت اور تاریکی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔(۱)

میں نے پہلے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اسی وجہ سے میں اس کتاب کی تالیف کے لیے آمادہ ہوا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''غزوات'' اور ''سرایا'' پر روشنی ڈال سکوں تا کہ قاری کو آنحضرتؐ کی عسکری سیرت کا اندازہ ہو سکے اور ان کے جنگی اخلاق سے آشنائی ہو جائے جس کے ذریعے انھوں نے ان کے جسموں سے پہلے ان کے دلوں کو موہ لیا اور اسی طرح روشنی ڈالی جا سکے اس شجاعت و قربانی پر جو مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام نے اس ضمن میں انجام دی ہیں جنھیں مورخین نے عمداً یا سہواً نظر انداز کر دیا ہے اور میں نے اس کتاب کا نام ''الفتح المبین فی غزوات سید المرسلینؐ'' رکھا ہے۔ اور یہ کتاب دو قسموں پر منقسم ہے۔

---

(۱): رجوع کرو کتاب الرسول القائد لمحمود شیث خطاب

قسم اوّل:

اس حصّے میں، میں نے ان امور کا ذکر کیا ہے جن کا ارتباط جہاد وقتال سے ہے۔جن کا تذکرہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ شریفہ میں موجود ہے۔مزید برآں اشعار اقوال اور حکیمانہ اقوال سے نیز اُن باتوں سے اِس کتاب کو زینت دی ہے جن کا جہاد سے تعلّق ہے۔تاکہ وہ قسم ثانی کا مقدمہ بن جائے۔

قسم ثانی (دوم):

اس حصّے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات وسرایا کو زمانی تسلسل کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔

اور میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے توفیق اور اس کی رضامندی کا طلب گار ہوں۔

سعد محسن الطّائی

سنہ ۱۴۱۸ھ۔ق

غزوہ: اس کی جمع غزوات ہے۔جن جنگوں میں رسول اکرمؐ نے خود شرکت کی اور اس کی قیادت فرمائی۔

سریہ: اس کی جمع سرایا ہے۔جس میں رسول اکرمؐ نے اپنی نیابت میں مسلمانوں میں سے کسی کو قیادت سونپی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرف وحکایت

عرصۂ دراز سے یہ خواہش تھی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غزوات وسرایا پر مستند اور معتبر کتاب صحیح مصادر ومنابع کی روشنی میں تحریر کروں۔ قدیم ترین کتاب جو اس موضوع پر تحریر کی گئی ہے وہ ''کتاب المغازی'' ہے۔ محمد بن عمر بن واقد المتوفیٰ ۲۰۷ھ نے جسے تحریر کیا ہے۔ یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ ڈاکٹر مارسدن جونس کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے اور میری لائبریری میں اس کتاب کی تیسری اشاعت ہے جو ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ کو زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی تھی۔

اس کے علاوہ سیرت ابن ہشام ابو محمد الملک بن ہشام المتوفیٰ ۲۱۸ھ کی کتاب ہے جس میں غزوات کو کافی شرح وبسط کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے لیکن اس کتاب کا اصل ماخذ محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ کی کتاب المبتدا والمعیت والمغازی ہے جس میں ابن ہشام نے بہت سی ترمیمات اور اضافے کیے ہیں۔

جس مصنف نے بھی سیرت کی کتاب تحریر کی ہے اس میں غزوات کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی جن کی کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون ہے، اس میں غزوات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمایاں تذکرہ ہے اور اسے علاحدہ کر کے غزوات النبیؐ کے عنوان سے مولانا محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند نے ترجمہ وتشریح کے ساتھ شائع کیا ہے۔

میرے سامنے شیعی طریق سے دو کتابیں موجود تھیں جو اِس موضوع پر سیر حاصل بحث کرتی نظر آتی تھیں۔ ایک کتاب الموسوعۃ الکبریٰ فی غزوات النبیؐ الاعظم، تالیف الشیخ

محمد محسن الفقیہ جو ۱۹۹۶ء مطابق ۱۴۱۷ھ کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے اور یہ کتاب نہایت تفصیل کے ساتھ غزوات وسرایا پر روشنی ڈالتی ہے اور یہ پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

دوسری کتاب جو میری لائبریری کی زینت ہے وہ الفتح المبین فی غزوات سید المرسلین ہے۔ جسے تحریر کیا ہے سعد محسن الطآئی نے جو ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور نہایت فصیح و بلیغ عربی میں لکھی گئی ہے۔ اس میں غزوات وسرایا پر اختصار کے ساتھ بحث کی گئی ہے لہٰذا میں نے اس کتاب کا انتخاب کیا اور اسے اردو کے قالب میں ڈھال دیا۔

اس کتاب میں اہل سنت کی جن کتب کو بنیاد بنایا گیا ہے وہ سیرت ابن ھشام، السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ: لزینی دحلان مفتی مکّہ، بخاری، مسلم، شرح ابن الحدید معتزلی، طبقات ابن سعد، نھایۃ الارب، تاریخ الخمیس، التنبیہ والاشراف، تاریخ طبری وغیرہ

اور شیعی کتب میں بحار الانوار، الارشاد شیخ مفید، امالی شیخ صدوق اور الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم العلامۃ المحقق السید جعفر مرتضیٰ العاملی کی کتاب جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کتب جن کے حوالے حاشیہ میں دیئے گئے ہیں۔

اس کتاب میں غزوات وسرایا کا تذکرہ ہے۔ غزوات غزوہ کی جمع ہے یعنی وہ جنگ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود قیادت فرمائی اور بنفس نفیس اس میں شرکت کی تھی۔ اور سرایا سَرِیَّہ کی جمع ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کسی نمایندہ صحابی کو اس جنگ کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ تعداد میں کافی اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے سرایا کی تعداد ۳۸ بیان کی ہے۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں ان کی تعداد ۴۷ لکھی ہے اور واقدی نے ان کی تعداد ۴۸ بیان کی ہے جب کہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ان کی تعداد ساٹھ تھی۔ ہمارے علماء میں طبرسی علیہ الرحمہ نے سرایا کی تعداد ۳۶ تحریر کی ہے۔

اب رہی بات غزوات کی تو علامہ طبرسی نے ان کی تعداد ۲۶ لکھی ہے۔ صحیحین میں غزوات کی تعداد ۱۹ لکھی گئی ہے۔ محمد بن اسحاق مطلبی نے غزوات کی تعداد ۲۷ لکھی ہے۔ محمد بن عمر الواقدی فرماتے ہیں کہ غزواتِ پیغمبرؐ کی تعداد ۲۷ تھی۔

اس کتاب فتح المبین فی غزوات سید المرسلین میں غزوات النبی الاکرمؐ کی تعداد ۲۹ تحریر کی ہے اور ہر غزوہ کو تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔انھوں نے فتح مکّہ کو بھی غزوہ میں شمار کیا ہے اور سرایا کو کافی تفصیل کے ساتھ الگ الگ لکھا ہے اور جن سرایا میں حضرت علیؑ نے قیادت فرمائی تھی ان کی تعداد گیارہ تھی۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آلات حرب وضرب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔اور پہلے باب میں قرآن کریم کی روشنی میں جہاد کی فضیلت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اور دوسرے باب میں سنت شریفہ کی روشنی میں جہاد کی فضیلت ،شرف اور اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

الحمدللہ یہ کتاب زیورِطبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر آپ تک رسائی حاصل کررہی ہے۔ ہم نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ کتاب اغلاط سے پاک ہو،طباعت اچھی ہو، دیدہ زیب ہواور عامۃ الناس تک معلومات بہم پہنچانے کا ذریعہ اور وسیلہ بنے۔

اس کتاب کی اشاعت میں میرے فرزندوں ندیم افتخار اور مولانا رضوان ارسلان نے کافی مدد فراہم کی ہے۔اور اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں برادرم نصرت علی نقوی اور امداد امام نے کافی مدد کی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے لیے میرے عزیز دوست جناب نثار علی شاہ نے خصوصی دل چسپی ظاہر کی اور تعاون کیا ہے۔ان کے علاوہ میں جناب زین مرزا، عالی جناب نشید انور، جناب ڈاکٹر سعید بخاری اور مرتضیٰ صالح محمد اور فیض علی اور ڈاکٹر مختار حیدر اور ڈاکٹر ہاشم رضا مقدر فاضل کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔ نیز ان کے جملہ مرحومین اور خصوصی طور پر فیصل اور فروہ زیدی کے مرحومین بلخصوص مرحوم سیّد اختر حسین زیدی ابن سیّد حامد حسین زیدی کے ایصال ثواب کے لیے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کی تلاوت فرمائیں۔شکریہ

فقط والسلام

تلمیذ حسنین

پہلی قسم

جو جہاد اور قتال سے مربوط ہے۔

اور اس میں چار ابواب ہیں۔

پہلا باب: قرآن حکیم سے جہاد کا تصوّر۔

دوسرا باب: سُنّتِ نَبوِی اور تَصَوُّرِ جہاد۔

تیسرا باب: جنگ، اس کی کیفیت عمل، کارکردگی، صبر اور جنگ کی تدبیریں

چوتھا باب: ہتھیار اور اس کی اقسام کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔

پہلا باب:

جہاد قرآن کریم میں

۱:۔خداوند عالم نے سورۂ انفال میں فرمایا ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ (۱)

ان کافروں کے مقابلے میں جس قدر ممکن ہو تم قوّت مہیّا کرو، گھوڑوں کو مورچوں پر تیار رکھو اور اس کے ذریعے اللہ کے اور اپنے دشمنوں اور اُن دوسرے اعداء کو خوف زدہ کردو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ اُنھیں جانتا ہے۔

۲:۔اور باری عزّ اسمہ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (۲)

بلا شبہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے اور اس کے بدلے میں اُنھیں جنت دے دی ہے۔ وہ راہ خدا میں قتال کرتے ہیں، وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کردیئے جاتے ہیں، یہ سچّا وعدہ ہے توریت، انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا کون ہے؟ تم نے جو سودا کیا ہے اس سے خوش ہو جاؤ اور یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

---

(۱): سورۃ انفال:۶۰

(۲): سورۃ توبہ:۱۱۱

۳:۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا○(۱)

اللہ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں کی بہ نسبت اجرِ عظیم کی فضیلت سے نوازا ہے۔

۴:۔ارشادربّ العزّت ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ○(۲)

بس مومنین تو وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر اس میں ذرّہ برابر شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے اموال اور انفس (جانوں) سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یقیناً وہی لوگ سچّے ہیں۔

۵:۔اور باری عزاسمہ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ○ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ○(۳)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں انھیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پا رہے ہیں۔

اللہ نے انھیں جو فضل عطا کیا ہے وہ اس پر خوش وخُرّم ہیں اور اس بات سے مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور ان سے ملحق نہیں ہوئے ہیں اُن کے لیے بھی کسی قسم کا خوف اور حزن نہیں ہے۔

---

(۱): سورۃ النساء:۹۵

(۲): سورۃ الحجرات:۱۵

(۳): سورۃ آل عمران:۱۶۹،۱۷۰

۶:۔ مالک دوجہاں کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○(۱)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جام شہادت نوش کرلیں اُنھیں مردہ نہ کہو بلکہ حقیقت میں وہ زندہ ہیں مگر تمھیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔

۷:۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ○ (۲)

اور اللہ کی راہ میں تم ان لوگوں سے جہاد کرو، جو تم سے جنگ کرتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو، بلاشبہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۸:۔ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (۳)

تم پر جہاد کو فرض کیا گیا ہے جو تمھیں ناگوار ہے، ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو تم ناگوار سمجھ رہے ہو اسی میں تمھارے لیے بھلائی ہو اور ہوسکتا ہے کہ جو چیز تمھیں پسند ہو وہ تمھارے لیے بری ہو، اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

۹:۔ فرمان الٰہی ہے:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِیَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ

---

(۱): سورۃ البقرہ: ۱۵۴

(۲): سورۃ البقرہ: ۱۹۰

(۳): سورۃ البقرہ: ۲۱۶

قَالُوۡا لَا طَاقَةَ لَنَا الۡيَوۡمَ بِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِهٖ ‌ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةًۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ‌ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ○ وَلَمَّا بَرَزُوۡا لِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِهٖ قَالُوۡا رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ○ فَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوۡتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ‌ؕ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ○ (۱)

پھر جب طالوت لشکر لے کر روانہ ہوئے تو انھوں نے کہا کہ اللہ ایک دریا کے ذریعہ تمھارا امتحان لینے والا ہے جو اس کا پانی پیئے گا وہ میرا ساتھی نہیں اور جو پانی نہ چکھے وہ میرا ساتھی ہوگا۔ اِلَّا یہ کہ وہ اپنے ہاتھ میں ایک چلو پانی بھر لے۔ مگر تھوڑے سے گروہ کے سوا سب لوگ دریا سے سیراب ہوئے۔ پھر جب طالوت اور ان کے مومن ساتھی دریا پار کر کے آگے بڑھے تو انھوں نے طالوت سے کہہ دیا کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انھیں ایک دن اللہ سے ملاقات کرنی ہے انھوں نے کہا بار ہا ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹا گروہ اللہ کے اذن سے بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ پر آگئے تو انھوں نے دعا کی، اے ہمارے رب ہم پر صبر کا فیضان کر ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

آخر کار اذن خداوندی سے انھوں نے کافروں کو مار بھگایا۔ اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے داؤد کو سلطنت اور حکمت سے نوازا اور جو چاہا انھیں سکھا دیا اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا۔ لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے (کہ وہ اس طرح رفع فساد کا انتظام کرتا رہتا ہے)۔

---

(۱): سورۃ البقرہ:۲۴۹ سے ۲۵۱

۱۰:۔فرمایا پروردگار نے:

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا.(۱)

(اے نبی) آپ اللہ کی راہ میں قتال کریں۔آپ کو اپنی ذات کے سوا کسی اور کا ذمہ دار نہیں بنایا گیا آپ مومنین کو جہاد کے لیے آمادہ کریں، بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے، اللہ انتہائی طاقت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔

۱۱:۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ (۲)

اے ایمان والو! جب ایک لشکرِ کثیر کی صورت میں کفار سے تمھاری مڈبھیڑ ہو تو اُن کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرنا۔اور جس نے اس موقع پر پیٹھ پھیری سوائے جنگی تدبیر یا کسی فوجی دستے سے ملنے کے لیے تو وہ اللہ کے غضب میں گھر گیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری بازگشت ہے۔

۱۲:۔رب العزّت نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (۳)

اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت

---

(۱): سورۃ النساء:۸۴

(۲): سورۃ انفال:۱۵،۱۶

(۳): سورۃ انفال:۴۵،۴۶

زیادہ یاد کرتے رہو امید ہے کہ تم فلاح پا جاؤ گے۔ اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمھاری دھاک ختم ہو جائے گی، صبر سے کام لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۱۳:۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○(۱)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ کھڑے ہو کر قتال کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

۱۴:۔ ارشاد باری ہوا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○(۲)

اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت کا پتا بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔

تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور تم اپنے اموال سے اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اسی میں تمھاری بہتری ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ اللہ تمھارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی اور جنات عدن میں تمھیں پاکیزہ رہائش گاہیں عطا فرمائے گا۔ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

---

(۱): الصّف:۴

(۲): الصّف:۱۰ سے ۱۲

دوسرا باب:

جہاد سنّتِ شریفہ میں

جہاں تک سنّتِ شریفہ میں جہاد کا تعلّق ہے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا:

۱:۔ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''بَابُ الْمُجَاهِدِيْن'' کہا جاتا ہے۔ جب وہ اس دروازے سے گزریں گے تو وہ دروازہ کھلا ہوا ہوگا اور وہ مجاہدین تلواریں حمائل کیے ہوئے ہوں گے اور اس مقام پر مجتمع افراد اور فرشتے ان کا خیر مقدم کررہے ہوں گے۔(۱)

۲:۔ کوئی بھی قطرہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون کے اس قطرے سے زیادہ محبوب نہیں ہے جو اس کی راہ میں بہایا گیا ہو یا آنسوؤں کا وہ قطرہ جو نصف شب میں خوف خداوندی میں بہایا گیا ہو۔(۲)

۳:۔ اللہ کی راہ میں صبح اور شام کو سفر کرنا زمین اور جو کچھ زمین کے اوپر ہے ان سب سے افضل ہے اور کسی شخص کا میدان جنگ میں صف بستہ کھڑے ہونا ساٹھ (۶۰) سال کی عبادت سے افضل ہے۔(۳)

۴:۔ جب بھی کوئی بندہ موت سے ہم کنار ہوتا ہے اور اللہ کے پاس اس کے لیے خیر ہوتا ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ واپس چلا جائے اور دنیا اور اس کی ہر شے اس کی ہو جائے۔ سوائے شہید کے کیوں کہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھتا ہے اور موت سے نہیں ڈرتا۔ تو وہ تمنّا کرتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں واپس جائے اور دوسری مرتبہ قتل کیا جائے۔ (۴)

---

(۱): الکافی ج۵، ص۵

(۲): اَلْمُسْتَطْرَف مِنْ کل فن مُسْتَظْرَف ۱:۴۶۱

(۳): سنن ابن ماجہ ۲:۹۲۱

(۴): جامع ترمذی کتاب فضائل الجھاد، حدیث ۱۶۴۷

۵:۔جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میری یہ خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتال کروں اور پھر قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔(۱)

۶:۔جس بندے کے قدم راہ خدا میں گرد آلود نہیں ہوئے تو ایسے قدموں کو جہنّم چھولے گی۔(۲)

۷:۔شہید کے لیے اللہ کے نزدیک چھ صفات وخوبیاں ہیں۔

خون کا پہلا قطرہ نکلتے ہی اسے بخش دیا جاتا ہے۔اور وہ خود کو جنت میں پاتا ہے۔ اسے عذاب قبر سے پناہ مل جاتی ہے اور قیامت کے بڑے دہشت اور خوف سے اسے امان حاصل ہو جاتی ہے۔اسے ایمان کے لباس سے آراستہ کیا جاتا ہے، حورالعین (بڑی آنکھوں والی حور) سے اس کی شادی کرادی جاتی ہے اور قریبی رشتہ داروں میں سے سَتّر ۷۰ افراد کے لیے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔(۳)

۸:۔ اللہ کی راہ میں اٹھنے والا غبار اور جہنّم سے اٹھنے والا دھواں ہرگز یک جا نہیں ہو سکتے۔(۴)

۹:۔میری امّت کی سیر وتفریح جہاد ہے۔(۵)

۱۰:۔جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔(۶)

۱۱:۔امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

---

(۱): صحیح بخاری ۴:۲۱

(۲): صحیح بخاری ۴:۱۵۴

(۳): سنن ابن ماجہ ۲:۹۳۶

(۴): الجامع الصحیح ۴:۱۷۱

(۵): سنن ابی داؤد ۲:۵

(۶): الصحیح البخاری ۴:۱۷۴

اما بعد: یقیناً جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص ترین اولیاء کے لیے کھول دیا ہے۔ وہ تقویٰ کا لباس ہے، اللہ کی مضبوط زرہ ہے اور اس کی پائیدار ڈھال ہے۔ جو بھی اسے ترک کردے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے ذلّت کا لباس پہنا دے گا اور بلائیں اسے گھیر لیں گی۔(۱)

۱۲:۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میں اور میرے شیعہ ہمیشہ خیر پر رہیں گے یہاں تک کہ آل محمدؐ سے ایک نکلنے والا خروج کرے گا اور میں چاہتا ہوں کہ آل محمدؐ سے تعلق رکھنے والا اور خروج کرنے والا خروج کرے اور میں شیعوں کے اہل وعیال کے اخراجات کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔(۲)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): میزان الحکمۃ ۳: ۱۲۴۔ الکافی ۵: ۷

(۲): زید بن علی ۱۰۶

تیسرا باب:

جنگ، اس کی کیفیت عمل، کارکردگی، صبر اور جنگ کی تدبیریں

ا:۔ جنگ کا وصف

لوگوں نے کہا جنگ ایک چکّی کی طرح ہے جس کا زیریں پاٹ صبر ہے۔ اور جس کا 'دھرا' جس کی کیلی مکر (تدبیر) ہے اور جس کا مَدَار (جس پر کوئی چیز چکر کاٹے) کوشش اور محنت ہے اور جس کا نیزہ، تلوار اور بھالا بردباری اور مہلت ہے اور جس کی لگام چوکس اور خبردار رہنا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک پھل ہے، صبر کا پھل تائید (مدد و نصرت)، مکر کا پھل کامیابی، کوشش کا پھل توفیق اور بردباری کا پھل برکت ہے اور چوکس رہنے کا پھل سلامتی ہے۔(۱)

عمرو بن معدی کرب زبیدی سے کہا گیا کہ تم ہمیں جنگ کا تعارف کراؤ اور اس کے اوصاف بیان کرو تو اس نے جواب دیا کہ اس کا مزہ کڑوا ہے، جب وہ اپنی پنڈلیاں کھول دیتی ہے اور پردہ ہٹا دیتی ہے۔ تو جو اس میں صبر سے کام لیتا ہے وہ پہچانا جاتا ہے اور جو بزدلی دکھاتا ہے تو وہ ختم اور برباد ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔(۲)

الحربُ اَوَّلُ مَا تکونُ فَتِيَّةً — جنگ سب سے پہلے جوان ہوتی ہے

تسعیٰ بزینتھا لکلِّ جَھولِ — جو خود کو سجا کے اور آراستہ کر کے جاہل کو پیش کرتی ہے

حَتّیٰ اِذَا حَمِيَتْ وَشَبَّ ضِرَامُهَا — یہاں تک کہ جب وہ اچھی طرح تپ جاتی ہے اور غضب ناک ہو جاتی ہے اور اس کا بھڑکنا

---

(۱): العقد الفرید ۱:۹۱

(۲): العقد الفرید ۱:۹۲

	شباب کی منزل تک جا پہنچتا ہے
عادت عجوزاً غیرَ ذاتِ خلیلِ	تو پھر وہ پلٹ کر بڑھیا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اس کا کوئی دوست نہیں رہتا
شمطاءَ جَزَّت رأسَها وتَنَکَّرَت	پھر وہ ادھیڑ عمر کو پہنچ جاتی ہے جس کے سر کو قلم کر دیا جاتا ہے اور اُس کی شکل وصورت تبدیل ہو جاتی ہے
مکروھةً للشَّمِّ والتقبیلِ	وہ ایسی ناپسندیدہ ہو جاتی ہے کہ نہ تو سونگھنے کے قابل رہتی ہے اور نہ ہی اس سے بوس وکنار کیا جا سکتا ہے

عنترہ فلحاء سے کہا گیا کہ تم جنگ کا وصف بیان کرو۔ تو اس نے کہا:

اولها شکوی، واوسطها نجوی وآخرها بلوی. (۱)

آغاز شکوہ وشکایت، درمیان میں راز ونیاز اور آخر میں غم، مصیبت اور آزمائش۔

عرب یہ کہتے تھے:

الحرب غَشُوم، لانها تنال غیر الجانی. (۲)

جنگ ظالم وغاصب ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ اس تک پہنچ جاتی ہے جو خطا کار نہیں ہوتا۔

نابغہ ذبیانی نے جنگ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا: (۳)

تَبْدُو کَوَاکِبُہُ والشَّمسُ طَالِعَةٌ	اس کے ستارے نظر آتے ہیں اور سورج طلوع رہتا ہے

---

(۱): العقد الفرید ۱:۹۲

(۲): العقد الفرید ۱:۹۲

(۳): العقد الفرید ۱:۹۵

لَاالنُّوْرُنُوْرٌوَّلَاالْاِظْلَامُ اِظْلَامُ ۝۷۱ ‏ نہ تو روشنی روشنی رہتی ہے اور نہ ہی تاریکی تاریکی نظر آتی ہے

۲: العمل فی الحرب: جنگ میں کارکردگی:

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ اَكْثَرَ النَّظَرَ فِي الْعَوَاقِبِ لَمْ يَشْجَعْ.(۲)

جس نے انجام کار پر زیادہ توجہ دی وہ شجاع نہیں ہوا۔

اور علیہ الصلاۃ والسّلام نے فرمایا:

انْتَهِزُوا الفُرْصَة فإِنَّهَا تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ.ولا تطلبوا أثرا بعد عين.(۳)

تم فرصت کو غنیمت جان لو اس لیے کہ وہ بادلوں کی طرح گزر جاتی ہے، اور پھر تم ایک دفعہ دیکھنے کے بعد اس کے اثرات کو نہیں پاؤ گے۔

عبداللہ بن عباس نے امیر المومنینؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

مَا رَاَيْتُ رئيساً يُوْزَنُ به، رَأَيْتُهُ يَوْمَ صِفِّيْن، وَ كَأَنَّ عَيْنَيْهِ سِرَاجاً سَلِيْطٍ. وَ هُوَ يُحَمِّسُ اَصْحَابَهُ اِلَى اَنْ اِنْتَهَى اِلَيَّ، وَ اَنَا فِيْ كَنَفٍ، فَقَالَ: مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِسْتَشْعِرُوْا الْخَشْيَةَ، وَ تَجَلْبَبُوا السَّكِيْنَةَ، وَعَضُّوْا عَلَى النَّوَاجِذِ فَاِنَّهُ اَنْبَى لِلسُّيُوْفِ عَنِ الْهَامِ وَ اَكْمِلُوا اللَّأْمَةَ وَ قَلْقِلُوا السُّيُوْفَ فِيْ اَغْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا وَ الْحَظُوا الْخَزْرَ وَ اَطْعُنُوا الشَّزْرَ وَ نَافِحُوا بِالظُّبَا وَ صِلُوا السُّيُوْفَ بِالْخُطَا وَ اعْلَمُوْا اَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللهِ وَ مَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُوْلِ اللهِ فَعَاوِدُوا الْكَرَّ وَ اسْتَحْيُوْا مِنَ الْفَرِّ فَاِنَّهُ عَارٌ فِي الْاَعْقَابِ وَنَارٌ يَوْمَ الْحِسَابِ وَ طِيْبُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمْ نَفْساً وَ امْشُوْا اِلَى الْمَوْتِ مَشْياً

---

(۱): العقد الفرید ۱:۹۵

(۲): العقد الفرید ۱:۹۵

(۳): العقد الفرید ۱:۹۵

سُبُحاً وَ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَ الرِّوَاقِ الْمُطَنَّبِ فَاضْرِبُوْا ثَبَجَهُ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ كَامِنٌ فِيْ كِسْرِهٖ وَ قَدْ قَدَّمَ لِلْوَثْبَةِ يَداً وَ اَخَّرَ لِلنُّكُوْصِ رِجْلًا فَصَمْداً صَمْداً حَتّٰى يَنْجَلِيَ لَكُمْ عَمُوْدُ الْحَقِّ، وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَ اللهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ. (۱)

میں نے نہیں دیکھا کہ کسی سردار سے اُن کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اُنھیں صفین کی جنگ میں دیکھا تو یوں لگتا تھا جیسے اُن کی آنکھیں زیتون کے عمدہ تیل کا چراغ ہوں اور وہ اپنے ساتھیوں کو جوش دلا رہے تھے یہاں تک کہ وہ میرے پاس پہنچ گئے اور میں مُشکیں کَس کر جنگ کے لیے تیّار تھا، اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اے مسلمانوں کی جماعت، خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ! اطمینان اور وقار کی چادر اوڑھ لو، اپنے دانتوں کو بھینچ لو اِس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جایا کرتی ہیں۔ زرہ کی تکمیل کرو (یعنی اس کے ساتھ خود اور جوشن بھی پہن لو) اور تلواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جُلا لو اور دشمن کو ترچھی نظروں سے دیکھتے رہو اور دائیں بائیں (دونوں طرف) نیزوں کے وار کرو اور دشمن کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لو اور تلواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ اور یقین رکھو کہ تم اللہ کے روبرو اور رسول کے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہو۔ بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو، اس لیے کہ یہ پشتوں کے لیے ننگ و عار اور روزِ محشر جہنّم کی آگ کا باعث ہے۔ خوشی سے اپنی جانیں اللہ کو دے دو اور طنابوں سے کھینچے ہوئے خیمے کو اپنے پیش نظر رکھو اور اس کے وسط پر حملہ کر دو اس لیے کہ شیطان اسی کے ایک گوشے میں چھپا بیٹھا ہے۔ جس نے ایک طرف تو حملے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہے اور دوسری طرف بھاگنے کے لیے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو۔ یہاں تک کہ حق (صبح کے) اُجالے کی طرح ظاہر ہو جائے (نتیجہ میں) تم ہی غالب ہو اور خدا

---

(۱): شرح نہج البلاغہ المعتزلی و نہج البلاغہ خطبہ:٦٦

آداب حرب و ضرب سکھانے کے لیے اور مشہور ہے کہ یہ لیلۃ الھریر میں اپنے اصحاب سے خطاب کیا تھا۔

تمھارے ساتھ ہے۔ وہ تمھارے اعمال کو ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے صفین کے مقام پر اپنے خطبے میں یہ ارشاد فرمایا:

فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ وَ اَخِّرُوا الْحَاسِرَ وَ عَضُّوا عَلَى الْاَضْرَاسِ، فَاِنَّهُ اَنْبَى لِلسُّيُوْفِ عَنِ الْهَامِ، وَ الْتَوُوا فِيْ اَطْرَافِ الرِّمَاحِ فَاِنَّه اَمْوَرُ لِلْاَسِنَّةِ، وَ غُضُّوا الْاَبْصَارَ فَاِنَّهُ اَرْبَطُ لِلْجَاْشِ وَ اَسْكَنُ لِلْقُلُوْبِ وَ اَمِيْتُوا الْاَصْوَاتَ فَاِنَّهُ اَطْرَدُ لِلْفَشَلِ.(۱)

جس نے زرہ پہن رکھی ہے اسے آگے رکھو اور جس نے خود نہیں پہنا ہے اسے پیچھے رکھو اور اپنے دانتوں کو بھینچ کر رکھو اس لیے کہ یہ تلواروں کو کھوپڑی تک پہنچنے سے کند کر دیتے ہیں اور نیزوں کے اطراف سے منہ پھیر لو اس لیے کہ یہ نیزوں اور بھالوں کو ہلانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور اپنی آنکھیں بند کر لو اس لیے کہ یہ نڈر اور بہادر بناتی ہیں اور اس سے دلوں کو سکون مُہیّا ہوتا ہے اور اپنی آوازوں کو مردہ کر لو اس لیے کہ وہ پسپائی کو بھگا دیتی ہیں۔

اور امام علیہ السلام نے فرمایا:

وَ رَايَتَكُمْ فَلَا تُمِيْلُوْهَا وَ لَا تُخِلُّوْهَا وَ لَا تَجْعَلُوْهَا اِلَّا بِاَيْدِيْ شُجْعَانِكُمْ وَ الْمَانِعِيْنَ الذِّمَارَ مِنْكُمْ فَاِنَّ الصَّابِرِيْنَ عَلٰى نُزُوْلِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِيْنَ يَحُفُّوْنَ بِرَايَاتِهِمْ وَ يَكْتَنِفُوْنَهَا حِفَافَيْهَا (يَمِيْنَهَا وَ يَسَارَهَا) وَ وَرَائَهَا وَ اَمَامَهَا لَا يَتَاَخَّرُوْنَ عَنْهَا فَيُسْلِمُوْهَا وَ لَا يَتَقَدَّمُوْنَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوْهَا.(۲)

اور خبردار تم اپنے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دو اور نہ ہی اُسے بے یار و مددگار چھوڑو اور اسے صرف اپنے بہادر افراد کے ہاتھوں میں رکھو اور ان کے سپرد کرو جو اس کی حفاظت کرسکیں۔ مصیبتوں کے نازل ہونے پر وہی لوگ صابرین میں شمار کیے جاتے ہیں جو اپنے

---

(۱): شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ۸:۲۰۹۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۴، اصحاب کو جنگ کے لیے ابھارنا۔

(۲): نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۴

پرچموں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے لہرانے کو اپنے حصار میں رکھتے ہیں خواہ وہ دائیں طرف لہرارہا ہو یا بائیں طرف، پیچھے کی طرف لہرا رہا ہو یا سامنے کی طرف۔ نہ تو وہ اس سے پیچھے ہٹتے ہیں کہ اسے دشمن کے سپرد کردیں اور نہ ہی اس سے آگے بڑھتے ہیں کہ وہ اسے تنہا چھوڑ دیں۔

امیر المومنین علیہ السلام جنگوں میں بہت چوکنّا رہتے تھے۔ کوئی بھی ان پر قابو نہیں پا سکتا تھا اور ان کی زرہ سینے پر ہوتی تھی پشت پر نہیں۔ ان سے کہا گیا، کیا آپ کو اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ کوئی آپ کی پشت کی طرف سے حملہ کردے تو امام عالی مقامؑ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے دشمن پر اپنے عقب سے قابو پالوں تو اللہ اسے باقی نہ رکھے کہ وہ میرے لیے زندہ رہے۔ (۱)

عمرو بن معدی کرب سے کہا گیا کہ آپ کی پشت پر بہت سے نشانات ہیں تو اس نے جواب دیا کہ میں سامنے سے اپنے آپ کو دشمن سے بچاتا ہوں اور میرے پس پشت بچانے والا کوئی نہیں۔ (۲)

بعض حکماء نے کہا ہے:

اِنْتَهِزِ الْفُرْصَةَ، فَاِنَّهَا خَلْسَةٌ، وَثِبْ عِنْدَ رَأْسِ الْأَمْرِ، وَلَا تَثِبْ عِنْدَ ذَنْبِهٖ. وَاِيَّاكَ وَالْعُجْزَ. فَاِنَّهُ أَذَلُّ مَرْكَبٍ، وَالشَّفِيْعُ الْمَهِيْنَ، فَاِنَّهُ وَاللهِ أَضْعَفُ وَسِيْلَةٍ.(۳)

تم فرصت کو غنیمت جانو اس لیے کہ یہ ایک مہلت ہے، اور تم کسی کام کے سر پر قابض ہو جاؤ اس کی دُم کی طرف مت جاؤ اور عاجزی و درماندگی کو اپنے قریب نہ آنے دینا اس لیے کہ وہ بُری سواری ہے اور پست شفاعت کرنے والی ہے اور بخدا یقیناً وہ کمزور ترین

---

(۱): العقد الفرید ۱: ۱۰۲

(۲): شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ۱۵: ۹۷۔ العقد الفرید ۱: ۱۹۹

(۳): العقد الفرید ۱: ۹۵

وسیلہ ہے۔

جنگ وجدال میں دور اندیشی کی ضمانت کے بارے میں کسی بادشاہ سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا آسودگی کے بارے میں دشمن کو دھوکا دینا اور جاسوسوں کو گھات میں رہنے کے لیے آمادہ رکھنا اور باتوں کو پہنچانے والوں کو ان کی سچّائی پر انعام واکرام سے نوازنا اور متعلّقین کو ان کے جھوٹ پر سزا دینا ہے اور جو قتال سے راہِ فرار اختیار کر رہا ہو اسے باہر نہ نکالو بلکہ اسے قتال کے لیے روانہ کرو اور جو امن کا طلب گار ہو اس کے لیے اس میں تنگی نہ کرو۔(۱)

اور کہا گیا کہ قوم کا شجاع ترین شخص وہ ہے جو زیادہ مہربان ہو۔ بھاگنے والوں کے پیچھے سے قتال کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے غافلین کے پیچھے سے اُن کے لیے مغفرت طلب کرنے والا۔(۲)

حمانی نے کہا ہے۔

وَ اِنَّا لَتُصْبِحُ اَسْيَافُنَا اِذَا مَا انْتَضَيْنَ لِيَوْمٍ سَفُوكٍ

مَنَابِرُهُنَّ بُطُوْنُ الْاَكُفِّ وَاَغْمَادُهُن رُؤُوسُ الْمُلُوكِ

اور بے شک خون بہانے والے دن جب ہم اپنی تلواریں نیاموں سے نکالتے ہیں تو ہتھیلیاں ان تلواروں کے لیے منبر ہوتی ہیں اور ان تلواروں کی نیامیں بادشاہوں کے سر ہوتے ہیں۔(۳)

اسکندر نے اپنے صاحبِ جیش (سپہ سالار، لشکر کے ذمہ دار) کو وصیت کی اور فرمایا کہ اپنے دشمنوں کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کو پسندیدہ قرار دو۔ اس نے دریافت کیا کس طرح ایسا کروں؟ تو اسکندر نے جواب دیا کہ جب وہ ثابت قدم رہیں تو ان سے قتال کی

(۱): العقد الفرید ۱:۹۶۔شرح نہج البلاغہ ۱۵:۹۷۔الستطرف فی کل فی مستطرف ۱:۲۶۳

(۲): المُستَطرَف فی کل مستظرف ۱:۲۶۳

(۳): شرح النھج ۳:۱۹۹

کوشش کرو اور جب وہ شکست کھا رہے ہوں تو ان کا پیچھا نہ کرنا۔ (۱)

۳: صبر اور جنگ میں آگے بڑھنا:

قال امیر المومنین علیہ السلام: اِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِیْثٌ لَا یُفُوْتُهُ الْمُقِیْمُ وَلَا یُعْجِزُهُ الْهَارِبُ اِنَّ اَکْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ وَ الَّذِیْ نَفْسُ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ بِیَدِهٖ لَاَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّیْفِ اَهْوَنُ عَلَیَّ مِنْ مِیْتَةٍ عَلَی الْفِرَاشِ فِیْ غَیْرِ طَاعَةِ اللهِ. (۲)

موت ایسی لالچی اور جلد باز طلب گار جسے کوئی قیام کرنے والا فوت نہیں کرسکتا اور بھاگنے والا اسے عاجز نہیں کرسکتا۔ سب سے مکرّم موت قتل ہوجانا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کی جان ہے تلوار سے ہزار ضربت میرے لیے زیادہ آسان ہے کہ میں اپنے بستر پر ایسے عالم میں مروں کہ اس وقت میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کر رہا ہوں۔

اور فرمایا: جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ کر جنگوں میں حصّہ لے رہے تھے۔ اور بلا شبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم اپنے آباء، ابنا، اپنے بھائیوں اور اپنے چچاؤں کو قتل کر رہے تھے اور اس سے ہمارے ایمان اور تسلیم میں اضافہ ہو رہا تھا اور ہم اس وقت جادۂ حق پر گام زن تھے اور ہم تکلیف کی اذیتوں پر صبر سے کام لے رہے تھے اور دشمن کے ساتھ جہاد کرنے میں جدو جہد کر رہے تھے۔ اور ہم میں سے ایک شخص اور ہمارے دشمنوں میں دوسرا شخص ایک دوسرے پر ایسے حملہ کر رہا تھا جیسے دو سانڈ ہوں جو ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں۔ وہ دونوں باہمی چکمہ دینے میں مصروف تھے کہ کون اپنے ساتھی کو موت کے جام سے سیراب کرے گا۔ کبھی ہماری جیت ہوتی تھی اور کبھی ہمارے دشمن کی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ہماری سچّائی کو دیکھا تو اس نے ہمارے دشمنوں پر

---

(۱): المستطرف فی کل مستظرف ۱:۴۶۵

(۲): نہج البلاغہ خطبہ: ۱۲۳۔ صفین کی جنگ کے دوران اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

رسوائی کو نازل کر دیا اور ہم کو نصرت سے نوازا۔ یہاں تک کہ اسلام ثابت اور جا گزیں ہو گیا اور وہ اپنے مستقر پر آ کر ٹھہر گیا۔ اور میری زندگی کی قسم اگر ہم بھی تمھاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون ہوتا اور نہ ہی ایمان کا تنا برگ و بار لاتا۔ اور خدا کی قسم تم اپنے کیے کے بدلے میں دودھ کے بجائے خون دُوہو گے اور آخر کار تمہیں ندامت و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔(۱)

اور آپ نے صفین میں اپنے اصحاب سے یہ فرمایا:

قَدِ اسْتَطْعَمُوْكُمُ الْقِتَالَ فَاَقِرُّوْا عَلٰى مَذَلَّةٍ وَ تَأْخِيْرِ مَحَلَّةٍ اَوْ رَوُّوا السُّيُوْفَ مِنَ الدِّمَاءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَاءِ فَالْمَوْتُ فِيْ حَيَاتِكُمْ مَقْهُوْرِيْنَ وَ الْحَيَاةُ فِيْ مَوْتِكُمْ قَاهِرِيْنَ.(۲)

وہ تم سے جنگ کے لقمے طلب کرتے ہیں تو اب یا تو تم ذلّت اور اپنے مقام کی پستی و حقارت پر سر تسلیم خم کر دو یا تلواروں کی پیاس خون سے بجھا کر اپنی پیاس پانی سے بجھاؤ۔ تمھارا ان سے دب جانا جیتے جی موت ہے اور غالب آ کر مر جانا بھی جینے کے برابر ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے کربلا کی جنگ میں فرمایا:

اَلَا وَاِنَّ الدَّعِيَّ ابْنَ الدَّعِيِّ قَدْ خَيَّرَنَا بَيْنَ اثْنَتَيْنِ بَيْنَ السِّلَّةِ وَ الذِّلَّةِ وَ هَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ يَاْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ لَنَا وَ رَسُوْلُهُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ حُجُوْرٌ طَابَتْ وَ طَهُرَتْ وَ اُنُوْفٌ حَمِيَّةٌ وَ نُفُوْسٌ اَبِيَّةٌ.(۳)

آگاہ ہو جاؤ کہ لے پالک (جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہو) اور اس کے بیٹے نے ہمیں دو چیزوں میں مختار بنایا ہے یا تو ہم تلوار سونت لیں یا ذلّت و خواری اختیار کریں۔ ذلّت ہم سے دور رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس بات کا انکار کر دیا

---

(۱): شرح النہج ۴: ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ نہج البلاغہ خطبہ: ۵۶

(۲): شرح نہج البلاغہ ۳: ۱۶۸۔ نہج البلاغہ خطبہ: ۵۱

(۳): شرح نہج البلاغہ ۳: ۱۷۲

ہے اوراس کے رسولؐ نے اور مومنین نے بھی۔ اوران گودوں نے جو پاک و پاکیزہ ہیں اور پاک دامنی نے اور عزّت کو بچانے کے لیے خودداری اورانکار کرنے والے نفوس نے باطل کے سامنے جھکنے سے روکا اور جان قربان کرنے پر آمادہ کیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے دشمن کو اپنے پر قدرت حاصل کرنے دے جو اس کے گوشت کو نوچ لے اور اس کی کھال پر فریفتہ ہو جائے اور اس کی ہڈیوں کو توڑ دے اس کی عاجزی و درماندگی کی وجہ اس کے سینے کی پسلیاں جس چیز کو پہلو میں لیے ہوئے ہیں وہ کمزور ہے۔ تم ایسا بننا چاہتے ہو تو بن جاؤ مگر میں ایسا نہ بنوں گا۔ اگر ایسا موقع آیا تو تیز و تند تلوار سے ایسی ضربت لگاؤں گا جس سے سراڑنے لگیں گے اور بازو اور پیر جس سے کٹ کٹ کر گرنے لگیں گے۔(۱)

حضرت زید بن علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَا کَرِہَ قَوْمٌ قَطُّ حَرَّ السُّیُوْفِ اِلَّا ذَلُّوْا.

جس قوم نے تلوار کی دھار سے اجنبیت محسوس کی اور اسے ناگوار سمجھا تو وہ قَعرِ مذلّت میں گر گئی۔

اورانہوں نے فرمایا: جب کوفہ سے روانہ ہوئے اور آپ کے سر پر پرچم لہرا رہے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْمَلَ لِیْ دِیْنِیْ، وَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ اَسْتَحِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ اَنْ اَرِدَ عَلَیْہِ الْحَوْضَ غَداً وَ لَمْ اٰمُرَ فِیْ اُمَّتِہٖ بِمَعْرُوْفٍ، وَلَا اَنْھٰی عَنْ مُنْکَرٍ.(۲)

ثنائے کامل اللہ کے لیے مخصوص ہے جس نے میرے دین کو میرے لیے مکمّل کر دیا۔ خدا کی قسم مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا آتی ہے کہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حوضِ کوثر پر اس صورت میں آؤں کہ میں نے ان کی امّت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا

(۱): شرح نہج البلاغہ ۳:۱۷۲

(۲): زید بن علی ومشروعیۃ الثورۃ عند اھل البیتؑ: ۱۵۲

فریضہ انجام نہ دیا ہو۔

مصعب بن زبیر کے ساتھیوں نے جب اُس سے راہ فرار اختیار کی تو اس نے کہا۔(۱)

فَإِنَّ الْأُلٰى بِالطَّفِّ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ تَآسَّوْا فَسَنُّوْا لِلْكِرَامِ التَّآسِّيَا

کربلا میں اولادِ ہاشم کے مرد و زن نے ہمارے لیے اسوۂ حسنہ چھوڑا ہے۔ کریم و شریف لوگوں کے لیے اُن کا اسوۂ حسنہ لائق تقلید ہے۔

ایک بدّو نے کہا:

اَللّٰهُ مُخْلِفٌ مَا اَتْلَفَ النَّاسُ، وَالدَّهْرُ مُتْلِفٌ مَا جَمَعُوْا، وَ كَمْ مِنْ مَنِيَّةٍ. عِلَّتُهَا طَلَبُ الْحَيَاةِ وَحَيَاةٌ سَبَبُهَا التَعَرُّضُ لِلْمَوْتِ.(۲)

لوگ جسے ضائع کر دیتے ہیں اللہ اُنھیں بچا کر رکھ دیتا ہے اور جو کچھ انہوں نے جمع کر رکھا ہے زمانہ اسے فنا کر دیتا ہے اور اکثر موتیں ایسی ہیں جن کا سبب زندگی کی خواہش ہے اور ایسی زندگیاں ہیں جن کا سبب موت کا سامنا کرنا ہے۔

عرب یہ کہتے نظر آتے ہیں:

اَلشُّجَاعُ مُوَقًّى وَالْجَبَانُ مُلَقًّى.(۳)

بہادر محفوظ رہتا ہے اور بزدل چاروں شانے چت گر پڑتا ہے۔

اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے:

اَلشَّجَاعَةُ وِقَايَةٌ وَالْجُبْنُ مَقْتَلَةٌ وَاعْتَبَرَ مِنْ ذٰلِكَ أَنَّ مَنْ يُقْتَلُ مُدْبِراً أَكْثَرُ مِمَّنْ يُقْتَلُ مَقْبِلاً.(۴)

شجاعت بچاؤ کا ذریعہ ہے اور بزدلی قتل کی جگہ اور سوچنے سمجھنے کی یہ بات ہے کہ جو لوگ

(۱): شرح نہج البلاغہ ۳:۱۷۲

(۲): العقد الفرید ۱:۹۷

(۳): العقد الفرید ۱:۹۷

(۴): العقد الفرید ۱:۹۶

سامنے سے مقابلہ کرتے ہیں ان کی بہ نسبت بھاگنے والے زیادہ قتل کردیئے جاتے ہیں۔

اور حکماء نے کہاہے:

اِسْتِقْبَالُ الْمَوْتِ خَيْرٌ مِنْ اِسْتِدْبَارِہٖ. (۱)

موت کا سامنا کرنا موت کو پشت دکھانے سے بہتر ہے۔

نہشل بن حُرّی بن ضمرہ نے کہا۔ (۲)

وَ يَوْمِ كَانَ الْمُصْطَلِيْنَ بِحَرِّہٖ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ نَارٌ قِيَامٌ عَلَى الْجمر

صَبرنا لَهٗ حَتّٰى يَبُوْخَ وَ اِنَّمَا تُفَرَّجُ اَيَّامِ الْكَرِيْهَةِ بِالصَّبْرِ

اور وہ میدان جنگ میں گویا کہ آگ کی تپش کو برداشت کررہے تھےاور اگرچہ آگ نہ تھی پھر بھی وہ انگاروں پر لوٹ رہے تھے

ہم نے اس پر صبر سے کام لیا یہاں تک کہ آتش جنگ فرو ہوگئی اور یقیناً بے شک صبر کے ذریعے ناپسندیدہ دنوں کو کشادگی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اور شاعر نے کہاہے۔ (۳)

يَسْتَعْذِبُوْنَ مَنَايَاهُمْ كَاَنَّهُمْ لَاَ يَيْأَسُوْنَ مِنَ الدُّنْيَا اِذَا قُتِلُوْا

وہ لوگ ایسے ہیں جو اپنی موت کو خوش گوار اور شیریں سمجھتے ہیں اور اگر انھیں قتل کردیا جائے تو وہ دنیا سے مایوس نہیں ہوتے۔

اور کہا گیاہے:

اَلصَّبْرُ سَبَبُ النَّصْرِ، اَلشَّجَاعَةُ صَبْرُ سَاعَةٍ.

صبر کمک ونصرت کا باعث ہےاور شجاعت ایک ساعت کا صبر ہے۔

---

(۱): العقد الفرید ۱:۹۷

(۲): العقد الفرید ۱:۱۰۲

(۳): العقد الفرید ۱:۹۶

جریر نے کہا۔ (۱)

قُلْ لِلْجَبَانِ اِذَا تَأَخَّرَ سَرْجُهٗ هَلْ اَنْتَ مِنْ شَرَكِ الْمَنِيَّةِ نَاجِيْ

کہہ دو بزدل سے جب اس کے گھوڑے کی زین پیچھے کی طرف چلی جائے کیا تم موت کے پھندے اور جال سے نجات پا سکتے ہو؟

نابغہ ذبیانی نے کہا۔ (۲)

وَلَا عَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ اَنَّ سُيُوْفَهُمْ بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

اور ان لوگوں میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کی تلواریں فوجی دستوں پر حملہ کرنے سے کُند ہو چکی ہیں۔

ابو تمّام الطّائی نے کہا۔ (۳)

فَأَثْبَتَ فِيْ مُسْتَنْقَعِ الْمَوْتِ رِجْلَهُ وَقَالَ لَهَا مِنْ تَحْتِ أَخْمُصِكَ الْحَشْرُ

تَرَدّٰى ثِيَابَ الْمَوْتِ حُمْراً فَمَا أَتٰى لَهَا اللَّيْلُ إِلَّا وَهِيَ مِنْ سُنْدُسٍ خُضْرٍ

موت کے تالاب اور جوہڑ میں اس نے اپنے پیروں کو ثابت رکھا۔یعنی وہ ثابت قدم رہا اور اس سے کہا کہ تیرے تلووں کے نیچے قیامت ہے۔

اس نے موت کے لباس کو سرخ رنگوں سے رنگ دیا اور جب ایک رات گزری تو وہ لباس سبز ریشمی کپڑے میں تبدیل ہو چکا تھا یعنی اس نے جنت کا لباس پہن لیا تھا۔

اور اس نے دوسری جگہ کہا ہے۔ (۴)

قَوْمٌ إِذَا لَبِسُوْا الْحَدِيْدَ حَسِبْتَهُمْ لَمْ يَحْسَبُوْا اِنَّ الْمَنِيَّةَ تُخْلَقُ

اُنْظُرْ فَحَيْثُ تَرَى السُّيُوْفَ لَوَامِعاً اَبَداً فَفَوْقَ رُؤُوْسِهِمْ تَتَاَلَّقُ

(۱): العقد الفرید ۱:۱۰۱

(۲): صحیح بخاری ۵:۱۶۵

(۳): العقد الفرید ۱:۱۰۲

(۴): العقد الفرید ۱:۱۰۲

وہ ایسی قوم ہے کہ جب وہ آلاتِ حرب زیب تن کر لیتے ہیں یعنی زرہ و بکتر سے آراستہ ہو جاتے ہیں تو پھر انھیں گمان بھی نہیں ہوتا کہ موت بھی تخلیق کی گئی ہے۔

دیکھو کہ جب تم تلواروں کو چمکتے ہوئے دیکھو تو تمہیں ہمیشہ یہی نظر آئے گا کہ وہ ان کے سروں کے اوپر بجلی کی طرح چمک رہی ہیں۔

مسلم بن ولید نے یزید بن مزید شیبانی کے لیے کہا۔ (۱)

تَلْقَى الْمَنِيَّةَ فِيْ اَمْثَالِ عِدَّتِهَا　كَالسَّيْفِ يَقْذِفُ جُلْمُوداً بِجُلْمُوْدِ
تَجُوْدُ بِالنَّفْسِ اِنْ ضَنَّ الْجَوَادُ بِهَا　وَالْجُوْدُ بِالنَّفْسِ اَقْصىٰ غَايَةَ الْجُوْدِ

وہ موت سے ہم کنار ہوتا ہے اپنے جیسے لوگوں کے ساتھ اس تلوار کی طرح جو ایک جتھے کے بعد دوسرے جتھے کو قتل کر کے پھینکتی رہتی ہے۔اور وہ خود اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے اگر کوئی سخی اس معاملے میں بخل سے کام لیتا ہے اور خود اپنی جان دے دینا تو سخاوت کی انتہائی اعلیٰ منزل اور ارفع مقام ہے۔

عنترہ عَبسی نے کہا۔ (۲)

بَكِرَتْ تُخَوِّ فُنِي الْحُتُوْفُ كَاَنَّنِيْ　اَصْبَحْتُ عَنْ غَرَضِ الْحُتُوْفِ بِمَعْزِلِ
فَاَجَبْتُهَا　اِنَّ　الْمَنِيَّةَ　مَنْهَلٌ لَابُدَّ اَنْ اَسْقِىْ بِكَاْسِ الْمَنْهَلِ
فَاقْنِىْ حَيَاءَكَ لَا اَبَا لَكَ وَ اعْلَمِىْ　اِنِّىْ امْرَؤٌ سَاَمُوْتُ اِنْ لَمْ اُقْتَلُ

میں نے صبح اس عالم میں کی کہ موت مجھے ڈرا رہی تھی گویا کہ میں ہو گیا ہوں موت کے نشانے سے ایک گوشے میں تو میں نے اسے جواب دیا کہ موت تو ہر حال میں پیاس بجھا کر رہے گی۔لازم ہے کہ میں پیاس بجھانے والے جام سے سیراب ہو جاؤں لہٰذا اپنی حیا کو لازم کرلو اور زندہ وسلامت رہو اور یہ جان لو کہ میں وہ شخص ہوں کہ اگر میں قتل نہ کیا گیا تو بہر حال میں موت سے ہم کنار ہو جاؤں گا۔

---

(۱): العقد الفرید ۱:۱۰۳

(۲): العقد الفرید ۱:۱۰۲

بنی عبس کے کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم فلاں جنگ میں کتنی تعداد میں تھے؟ اس نے جواب دیا کہ سوافراد نہ ہم اتنے زیادہ تھے کہ ہمیں کھالیا جاتا اور ہم پسپا ہوجاتے اور نہ اتنے کم تھے کہ کسی کے تابعدار بن جاتے۔تو اس سے دریافت کیا گیا تم کس طرح اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرتے تھے جب کہ تم اُن سے تعداد میں زیادہ نہ تھے تو اس نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کے بعد کچھ دیر صبر سے کام لیتے تھے۔(۱)

یزید بن مہلّب جنگ کے بارے میں بہت زیادہ مثال بیان کررہا تھا۔بقول حصین بن حُمام ؂ (۲)

تَاَخَّرْتُ اَسْتَبْقِی الْحَیَاۃَ فَلَمْ اَجِدْ لِنَفْسِیْ حَیَاۃً مِثْلَ اَنْ اَتَقَدَّمَا

میں پیچھے ہٹ گیا زندگی کو باقی رکھنے کے لیے تو میں نے اپنی حیات کے لیے کوئی اور طریقہ نہیں پایا سوائے اس کے کہ میں آگے بڑھ جاؤں۔

زید الخیر الطّائی نے کہا ؂ (۳)

وَ قَدْ عَلِمَتْ سَلَامَۃُ اَنَّ سَیْفِیْ کَرِیْہٌ کُلَّمَا دُعِیْتُ اِلٰی نِزَالِ

اُحَادِثُہٗ بِصَقْلٍ کُلَّ یَوْمٍ وَ اَعْجَمُہٗ بِہَا مَاتَ الرِّجَالِ

سلامہ کو معلوم ہے کہ میری تلوار نہایت تند و تیز ہے جب کبھی مجھے میدان جنگ میں آنے کی دعوت دی جائے۔

میں ہر روز اسے چمکاتا اور صیقل کرتا رہتا ہوں اور میں اس تلوار کو آزماتا ہوں جس سے مرد موت سے ہم کنار ہوجاتے ہیں۔

رُبَّ قَعْدَۃٍ تَمْنَعُ قَعَدَاتٍ وَ اَکْلَۃٍ تَمْنَعُ اَکَلَاتٍ

اکثر لڑائی کے لیے تیاری کرنا بہت سی لڑائیوں سے روک دیتا ہے اور کبھی ایک لقمہ

---

(۱): العقد الفرید ۱:۱۰۰

(۲): العقد الفرید ۱:۱۰۰

(۳): العقد الفرید ۱:۱۰۴

بہت زیادہ خوراک سے باز رکھتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جب قریش امیر المومنین علیہ السلام کو کسی لشکر کے درمیان دیکھتے تھے تو ان سے ڈرتے ہوئے وصیّت کرنے لگتے۔ اور ایک شخص نے ان کو دیکھا جب کہ وہ لشکر کو منتشر کر رہے تھے۔ اس نے کہا:

قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ فِي الْجَانِبِ الَّذِيْ فِيْهِ عَلِيٌّ. (۱)

میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ملک الموت اسی طرف موجود ہے جدھر علیؑ ہیں۔

ابوتمّام طائی نے کہا ۔ (۲)

اِنَّ الْاُسُوْدَ اُسُوْدُ الْغَابِ هِمَّتُهَا يَوْمُ الْكَرِيْهَةِ فِي الْمَسْلُوْبِ لَاالسَّلَبِ

بے شک شیر تو بیشے کا شیر ہوتا ہے اس کی ہمّت و جرأت تو جنگ کے وقت چھینے جانے میں ہے نہ کہ چھیننے میں پنہاں ہے۔

۴: المکیدۃ فی الحرب: جنگ میں حیلہ وتدبیر/مکروفریب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ. (۳)

جنگ چکمہ دینے کا نام ہے۔

سُئِلَ بَعْضَ أَهْلِ التَّمَرُّسِ بِالْحَرْبِ: أَيُّ الْمَكَائِدِ فِيْهَا أَحْزَمُ؟ قَالَ: اِذْكَاءُ الْعُيُوْنِ، وَاِفْشَاء الْغَلَبَةِ، وَاِسْتِطْلَاعُ الْأَخْبَارِ، وَاِظْهَارُ السُّرُوْرِ، وَاِمَاتَةُ الْفَرَقِ، وَالْاِحْتِرَاسِ مِنَ الْبِطَانَةِ، مِنْ غَيْرِ اِقْصَاءِ لِمَنْ يَسْتَنْصِحُ، وَلَا اِسْتِنْصَاحَ لِمَنْ يَسْتَغِشُّ، وَاشْتِغَالِ النَّاسِ عَمَّا هُمْ

(۱): المستطرف فی کل فن مستطرف ۱: ۲۷۴

(۲): المستطرف فی کل فن مستطرف ۱: ۱۴۲

(۳): سنن ابوداؤد ۳: ۴۳ حدیث ۲۶۳۶۔ العقد الفرید ۱: ۱۱۳

فِيْهِ مِنَ الْحَرْبِ بِغَيْرِهِ.(۱)

ان لوگوں میں سے کسی سے سوال کیا گیا جو جنگ میں مہارت رکھتا تھا: کہ جنگ کے دوران کون سی تدبیریں اور مکاریاں زیادہ دوراندیشی کا موجب ہیں تو اس نے کہا کہ جاسوسوں کا معیّن کرنا، غلبہ کو ظاہر کرنا، حالات سے باخبر ہونا، خوشی کا اظہار کرنا، خوف کو مار دینا اور راز دار دوست سے چوکنّا رہنا، جسے نصیحت کررہا ہے اس پر ظاہر کیے بغیر اور جو جعل ساز اور دھوکے باز ہے اسے کسی قسم کی نصیحت نہ کرنا اور جو لوگ جنگ کرنے میں مصروف ہیں انھیں کسی دوسری چیز کی طرف مائل کرنا۔

اور انھوں نے کہا:

اَلْحَازِمُ يَحْذَرُ عَدُوَّهُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، يَحْذَرُ الْمُوَاثَبَةَ اِنْ قَرُبَ، وَالْغَارَةَ اِنْ بَعُدَ، وَالْكَمِيْنَ اِنِ انْكَشَفَ، وَالْاِسْتِطْرَادَ اِنْ وَلّٰى.(۲)

دوراندیش ہر حالت میں دشمن سے چوکنّا رہتا ہے، اگر نزدیک ہو تو دفعتہً حملے سے ہوشیار رہتا ہے اور اگر دور ہو تو دھاوا بولے جانے سے اور اگر ظاہر ہو جائے تو گھات میں بیٹھنے سے اور اگر پیٹھ پھیر کے بھاگ جائے تو فریب دینے کے لیے اپنی شکست ظاہر کرنے سے۔

اور فرمایا: اَلْمَكْرُ اَبْلَغُ مِنَ النَّجْدَةِ.(۳)

مکروفریب بہادری اور طاقت سے زیادہ رسائی رکھتا ہے۔

---

(۱): شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ۱۵: ۹۷۔ العقد الفرید ۱: ۱۱۳

(۲): العقد الفرید ۱: ۱۱۴

(۳): العقد الفرید ۱: ۱۱۳

چوتھا باب

جو کچھ ہتھیاروں اور ان کی اقسام کے بارے میں کہا گیا

اَلسِّلَاحُ:۔(جمع اَسلحہ) ہتھیار جس سے قتل کیا جاتا ہے

اَلْجُنَّۃُ :۔اس چیز کا نام ہے جس سے بچا جاتا ہے جیسے زِرہ اور ڈھال وغیرہ اور اسی جیسی مختلف چیزیں۔

حضرت عمر بن الخطّاب نے ایک دن عمرو بن معدی کرب سے ہتھیاروں کے بارے میں دریافت کیا۔

انھوں نے اُس سے کہا: مَا تَقولُ فِي الرّمح؟

تم نیزے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

فرمایا: تمھارا بھائی ہے، وہ اکثر تم سے خیانت کرتا ہے اور ٹوٹ جاتا ہے۔

تمھارا ڈھال کے بارے میں کیا خیال ہے؟

وہ ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے چاروں طرف قسمت چکر دیتی رہتی ہے۔

پوچھا (نَبل) 'تیر' کیا ہے؟

یہ موت ہے جو کبھی خطا کرتی ہے اور کبھی نشانے پر لگ جاتی ہے۔

تو پھر زرہ کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟

پیدل چلنے والے کے لیے بوجھ، سوار کے لیے مشغلہ اور یہ ایک مضبوط قلعہ ہوتا ہے۔

تلوار کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟

وہ اس موقع پر تمھاری ماں کو تمھارے ماتم میں بیٹھنے کے لیے کہتی ہے۔ بلکہ وہ تمھاری ماں ہے اور اس کے ارادے بلند و بالا ہوتے ہیں۔(۱)

---

(۱): العقد الفرید ۱:۱۵۲

تلوار کے بارے میں جو کہا گیا ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْخَیْرُ کُلُّہُ فِی السَّیْفِ وَ تَحْتَ ظِلِّ السَّیْفِ وَ لَا یُقِیْمُ النَّاسُ اِلَّا بِالسَّیْفِ وَ السُّیُوْفُ مَقَالِیْدُ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ.(۱)

مکمل خیر تلوار میں ہے اور تلوار کے سایہ تلے ہے۔ اور لوگوں کو تلوار کے بغیر سیدھا نہیں کیا جا سکتا اور تلواریں تو جنت اور جہنّم کی کنجیاں ہیں۔

قال امیر المومنین علیہ السلام: اَلسَّیْفُ اَنْمٰی عَدَداً وَ اَکْثَرُ وَلَداً.(۲)

تلوار تعداد کو بڑھاتی ہے اور اس کی اولاد زیادہ ہوتی ہے۔

عَنِ الْاِمَامِ جَعْفَرِنِ الصَّادِقِ علیہ السلام: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ بَعَثَ رَسُوْلَہٗ بِالْاِسْلَامِ اِلَی النَّاسِ عَشْرَ سِنِیْنَ فَاَبَوْا اَنْ یَقْبَلُوْا حَتّٰی اَمَرَہٗ بِالْقِتَالِ فَالْخَیْرُ فِی السَّیْفِ وَ تَحْتَ السَّیْفِ وَ الْاَمْرُ یَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ.(۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو انسانوں کی طرف دس سال اسلام دے کر بھیجا تو انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ انھیں قتال کا حکم دیا گیا لہٰذا خیر تلوار میں ہے اور تلوار کے نیچے ہے اور امر کا جس طرح آغاز ہوا تھا ویسا ہی وہ لوٹ آیا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ ازد کے جوان نے مہلّب بن ابی صفرہ کو اپنی تلوار دی اور کہا:

کیف تری سیفی یا عم: اے چچا آپ میری تلوار کو کس طرح دیکھتے ہیں؟

تو مہلّب نے کہا: سَیْفُکَ جَیِّدٌ اِلَّا اِنَّہٗ قَصِیْرٌ.

تمھاری تلوار تو عمدہ ہے لیکن ذرا چھوٹی ہے۔

---

(۱): الکافی ۵:۵ ح۔ تھذیب الاحکام ۶:۱۰۶ ح ۲۱۱۔ العقد الفرید ۱:۲۲

(۲): العقد الفرید ۱:۹۸

(۳): الکافی ۵، حدیث ۷

اس نے کہا: اَصِلُهٗ بُخُطْوَةٍ: میں اُسے اپنے قدم سے پہنچادوں گا۔

تو اُس نے کہا: يَا ابْنَ عَمِّ اَلْمَشْيُ اِلَى الصِّيْنِ عَلٰى اَنْيَابِ الْاَفَاعِيْ اَسْهَلُ عَنْ تِلْكَ الْخُطْوَةِ.

اے فرزندعم سانپ کے دانتوں پر چل کر چین تک جانا اِس پیدل جانے کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے۔

شاعر نے کہا ہے ؎

اِذَا قَصُرَتْ اَسْيَافُنَا كَانَ وَصْلُهَا خُطَانَا اِلٰى اَعْدَائِنَا فَنُضَارِبُ

جب ہماری تلواریں چھوٹی ہوجاتی ہیں تو ہمارے قدم اسے ہمارے دشمنوں تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم مقابلے میں انھیں مار دیتے ہیں۔

ان میں سے کسی نے تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

رَئِيْسٌ لَهْوُهٗ قَطْفُ الرُّؤُوْس، ضَحُوْكٌ عَبُوْسٌ وَهَزْلُهٗ خَطِفُ النُّفُوْس.

وہ سردار ہے، سروں کو اچک لینا اس کے لیے ایک کھیل ہے، وہ ہنستی بھی ہے اور ترش روبھی ہے اور اس کا مذاق جانوں کو اچک لینا ہے۔

ابوتمّام نے کہا ؎

اَلسَّيْفُ اَصْدَقُ اَنْبَاءً مِنَ الْكُتُبِ فِيْ حَدِّهِ الْحَدُّ بَيْنَ الْجِدِّ وَ اللَّعِبِ

تلوار کتابوں میں سے سب سے زیادہ سچّی خبر دینے والی ہے اس کی تیز دھار کوشش اور لہوولعب کے درمیان ایک حدّ فاصل ہے۔

اور کہا:

اَلسَّيْفُ حِرْزٌ اِذَا جُرِّدَ، وَهَيْبَةٌ اِذَا اُغْمِدَ.(۱)

تلوار محفوظ پناہ گاہ ہے جب اسے نیام سے باہر نکال لیا جائے اور ہیبت و رعب وداب ہے جب تک وہ نیام میں پوشیدہ رہے۔

---

(۱): شرح نہج البلاغہ ۳: ۱۸۲۔۱۸۳

شرف ومنزلت تلوار کے ساتھ:

مَحَا السَّيْفُ اَسْطَارَ الْبَلَاغَةِ وَ انْتَحَتْ
اِلَيْكَ لُيُوْثُ الْغَابِ مِنْ كُلِّ جَانِبِ

تلوار نے بلاغت کی تمام تحریروں کو مٹادیا اور پچھاڑ دیا تمھارے سامنے ہر طرف سے جھاڑیوں کے شیروں کو۔(۱)

اور دوسری جگہ یہ کہا ہے۔(۲)

حَتّٰى رَجَعْتُ وَ اَقْلَامِيْ قَوَائِلُ لِيْ ‏ اَلْمَجْدُ لِلسَّيْفِ لَيْسَ الْمَجْدُ لِلْقَلَمِ
اُكْتُبْ بِنَا اَبَداً بَعْدَ الْكِتَابِ بِهٖ ‏ فَاِنَّمَا نَحْنُ لِلْأَسْيَافِ كَالْخَدَمِ

یہاں تک کہ میں واپس لوٹا اور میرے قلموں نے مجھے قائل کردیا کہ مجد وشرف کا تعلق تلوار سے ہے، بزرگی اور شرف قلم سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی، یہ لکھ کر تم ہمارے لیے ہمیشہ کے لیے یہ رقم کردینا کہ ''ہم تلواروں کے لیے خادموں کی مانند ہیں''۔

مَا قِيْلَ فِي الرُّمْحِ مِنَ الْاَسْمَاءِ وَ النُّعُوْتِ:

نیزے کے ناموں اور اوصاف کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ.(۳)

میرے نیزے کے سائے میں میرا رزق قرار دیا گیا ہے اور جو میرے حکم کی مخالفت کرے گا اس کے لیے ذلّت اور حقارت رکھ دی گئی ہے۔

---

(۱): شرح النہج ۳: ۱۹۳

(۲): شرح النہج ۳: ۱۹۳

(۳): مسند احمد بن حنبل ۲: ۵۰

اَلْاَسْمَاءُ وَ النُّعُوتُ وَ الْاَوْصَافُ: نام، صفات اور اوصاف:

ان میں سے ''اَسْمَر'' اور وہ باریک ہے۔اسمر کے معنی ہیں بھورا

''اَلَّةٌ''، برچھی۔سامان جنگ وہ حَرْبَۃٌ (چھوٹا نیزہ) سے چھوٹا ہوتا ہے۔اور اس کے پھل چوڑے ہوتے ہیں اور اس کی جمع اِلَال ہے

ازنی۔ ذی یزن کی طرف منسوب ہے۔

اَقصاد۔درمیان سے ٹوٹا ہوا نیزہ

ثَلِب۔اور وہ مَثَلَّم ہے، رخنہ دار ہونا، نشان دار، کُند ہونا

فَصْلٌ فی اسماءِ السِّنَان:

فصل نیزے کے ناموں کے بارے میں:

اَعْجَفُ: جو نیزہ پتلا ہو

اَشْهَبُ: وہ نیزہ جو چمک دار ہو

اَذْلَفُ: وہ نیزہ جو تیز دھار والا ہو

حَرْب: کہا جاتا ہے:

حَرَّبْتُ السِّنَانَ، اِذَا حَدَّدْته.

میں نے نیزے کو تیز کیا جب تم اس پر دھار رکھو

حُرُصُ: نیزے اور بھالے کو کہتے ہیں

رغب۔ زُرق۔ سَيْحَفُ: تیر کا پیکان چھوٹا اور چوڑا

شنفری نے کہا۔ (۱)

لَهَا وَفْضَةٌ فِيهَا ثَلَاثُونَ سَيْحَفاً إِذَا آنَسَتْ أُوْلِى الْعِدٰى اِقْشَعَرَّتِ

---

(۱): شنفری، عمرو بن مالک الازدی ہے زمانہ جاہلیت کا شاعر اور وہ عرب کے فقراء میں سے تھا اور نڈر افراد میں سے تھا اسے بنو سلاماں نے قتل کر ڈالا۔

اس کے پاس چمڑے کا ترکش ہے (تھیلا) جس میں تیس تیر کے چھوٹے اور چوڑے پیکان ہیں جب میں دشمنوں سے مانوس ہوتا ہوں تو خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔(۱)

سِنَانٌ: اس کی جمع اَسِنَّة ہے اس کے معنیٰ ہیں نیزے کا پھل

صُلَّبِیٌ: سخت

سِنَان مَسْنُوْن: عام نیزے

عَامِل: جمع عاملات نیزے کے پھل کا قریبی حصّہ

قَارِیة حَدُّ السّنان: تلوار کی دھار۔ نیزے کا نچلا یا اوپری حصّہ۔ ایسا نیزہ جو تیز دھاروالا اور قَاطِعٌ: قطع کرنے والا ہو یا قطع کرنے والی ہو

نَصْل اور اس کی جمع نُصُوْل اور نِصَال ہے: پیکان چاقو کا پھل۔ اور بسا اوقات تلوار کو بھی نصل کہتے ہیں۔

نحیض السّنان: بھالا تیز کرنا

قَوْس (کمان) کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟

یہ لفظ مؤنث ہے اور کبھی مذکر بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس لفظ کی جمع قِسِیّ اور قُسِیّ اور اَقْوَاس ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

اِرْكَبُوْا وَارْمُوْا وَاِنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا.(۲)

تم سوار ہوجاؤ اور تیر اندازی کرو۔ تمھارے سوار ہوجانے سے زیادہ پسندیدہ مجھے تمھارا تیر اندازی کرنا ہے۔ یعنی تیر کو کمان میں رکھ کر پھینکو۔

---

(۱): لسان العرب، ابن منظور ۷:۲۵۰

(۲): العقد الفرید ۱:۱۵۸

کمان کے نام اوراس کی شان اور خوبیاں:

ان میں سے بَانِیَہ ہے یعنی تانت سے جلدی جدا ہوجانے والا جب وہ اس سے چپک گیا ہو۔

جَشْو: اور یہ وزنی اور موٹی اور کہا گیا ہے کہ ہلکی کمان ہوتی ہے

ابوذویب ھُذلّی نے کہا ہے۔ (۱)

وَ تَمِیْمَۃٍ مِنْ قَانِصٍ مُتَلَبِّبٍ فِیْ کَفِّہٖ جَشْءٌ اَجَشُّ و اَقْطَعُ

اور قسم ہے ایسے مستعد اور مضبوط شکاری کی جس نے کمر کس لی ہے اس کے ہاتھ میں وزنی کمان ہے جو نہایت نشانے پر لگنے والا اور قطع کرنے والا تیر پھینکتی ہے۔

جَلٰھِقْ: جمع جَلَاھِقْ ہے اور یہ بندوق کی کمانیں ہیں۔

وقوس حَنّانۃ: اور ایک آواز والی کمان ہے جو تانت کھینچتے وقت آواز کرتی ہے۔

شاعر نے کہا۔ (۲)

وِفِیْ مَنْکِبِی حَنَّانَۃٍ عُوْدُ نَبْعَۃٍ تَخَیَّرَھَا لِیْ بِسُوْقِ بَکّۃَ بائِعُ

اور میرے مونڈھے پر آواز کرنے والی کمان ہے وہ نبع کی عُود سے بنی ہے (نبع ایک درخت جس سے کمان بنائی جاتی ہے)، عُود (لکڑی ایک قسم کی خوش بو جس کو بطورِ بخور استعمال کیا جاتا ہے)، جسے میرے لیے پسند کیا ہے بکّہ (مکّہ) کے بازار کے ایک فروخت کرنے والے نے

حَاشکہ: وہ کمان جو دور تک مار کرتی ہے

حَنِیْرَۃ: اور یہ ایسی کمان ہے جس میں تانت نہیں ہوتی

حدیث مبارک میں آیا ہے:

لَوْ صَلَّیْتُمْ حَتّٰی تَکُوْنُوْا کَالْحَنَائِرِ مَا نَفَعَکُمْ حَتّٰی تُحِبُّوْا آلَ رَسُوْلِ

(۱): ابن منظور لسان العرب

(۲): ابن منظور، لسان العرب ۱۳۱:۱۳

اللّٰہِ.(۱)

اگر تم نماز پڑھو یہاں تک کہ تم حنائر کی طرح یعنی بالکل لاغر اور کمزور ہو جاؤ تو یہ کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی یہاں تک کہ تم آلِ رسولؐ سے محبت نہ کرو۔

سَھم: قرعہ اندازی کا تیر۔صرف تیر جمع اَسْھُم ۔سِھَام ،سُھُمَۃ،سَھْمَان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَیُدْخِلُ بِالسَّھْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَۃَ نَفَرٍ الْجَنَّۃَ ، صَانِعَہٗ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِہِ الْخَیْرَ ،وَالرَّامِیَ بِہِ، والمُمِدَّ بِہِ.(۲)

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین افراد کو جنت میں داخل کر دے گا، اس کا بنانے والا جو بناتے وقت خیر و برکت اور بھلائی کا خیال کرے اور اس کا پھینکنے والا اور اس کا کھینچنے والا۔

اور آنحضرتؐ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ الرَّمْیَ ثُمَّ تَرَکَہٗ فَھُوَ نِعْمَۃٌ تَرَکَھا.(۳)

جو شخص تیر اندازی کو سیکھنے کے بعد اسے ترک کر دے تو گویا کہ اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا ہے۔

اور آنحضرتؐ نے غزوۂ بدر کے موقع پر اپنے اصحاب سے فرمایا:

اِذَا اِکْتَنَفَکُمُ الْعَدُوُّ فَعَلَیْکُمْ بِالنَّبْلِ.(۴)

اگر دشمن تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے تو پھر لازم ہے کہ تم تیر اندازی کرو۔

---

(۱): بحار الانوار، ج ۸۱، ص ۲۵۸

(۲): الجامع الصحیح وھو سنن الترمذی

(۳): سنن ابی داؤد

(۴): مسند احمد بن حنبل ۳:۴۹۸

تیروں کے نام اوران کی خصوصیات:

ان میں سے **اَقذُّ**: بے پر کا تیر

ھَزْعٌ: اور یہ وہ تیر ہے جوترکش (تیردان) میں پڑا رہتا ہےاور کہا جاتا ہے کہ اس کا شمار بہترین عمدہ ترین اورافضل ترین تیروں میں ہوتا ہے۔

نُمر ابنِ تَوُلَبُ نے کہا ہے۔ (۱)

فَاَرْسَلَ سَھْماً لَہٗ اَھْزَعاً فَشَكَّ نَواھِقَه و الفَمَا

اس نے چھوڑااس کی طرف وہ تیر جوترکش کا آخری تیرتھااس نے جبڑے کی دونوں ہڈیوں اورمنہ کوچھید کررکھ دیا۔

فُوق: جس کااوپری حصّہ ٹوٹا ہوا ہو۔

اَمْرَطْ: وہ تیرجس کے پر گر گئے ہوں۔

اَغْضَفْ: وہ تیرجس کے پرموٹے ہوں۔

اَصْمَعْ: وہ تیرجس کے پر باریک ہوں۔

ثُجُر: اور یہ موٹے تیر ہوتے ہیں۔

ثُلُثْ: ایسا تیرجس کے تین پھل ہوں۔

اوراسی طرح **ثُلَیْثَ**، **ثُمَیْن**، **سُبَیْع**، **سُدَیْس** اور **خُمَیْس** ہے

جَبَّاعْ: وہ تیرجس میں پیکان نہ ہو۔

جُمَّاعْ: وہ تیرجس کا سرا گول ہو،جس کے ذریعے بچے کو تیراندازی کی تعلیم دی جائے۔

حَابْ: وہ تیرجوزمین پرا چھلتا ہےپھرہدف تک پہنچ جاتا ہے۔

حَابِضْ: اور یہ وہ تیر ہے جوپھینکنے والے کے سامنے گرجاتا ہے۔

حِظَاء: یہ چھوٹے تیر ہوتے ہیں۔جس کا واحد **حَظْوَۃٌ** ہے۔اور اس کی جمع

---

(۱): لسان العرب ۸:۱۷۳

حَظَوَات اوراس کی تصغیر حُظَیَّات ہے۔

حُسْبَان: چھوٹے تیراس کا واحد حُسْبَانُة ہے

خَشِیْب: تراشی ہوئی کمان جسے پہلی بار تراشا گیا ہو۔

اسماءُ النَصْل: پیکان کے نام:

اس میں ایک رَھْب ہے اور وہ بہت باریک پیکان ہوتا ہے اس کی جمع رِھَاب ہے۔

رَھِیْش: رھب کی طرح کا باریک پیکان ہے۔

قِطع: اور وہ چوڑا پیکان ہوتا ہے اوراس کی جمع اَقطاع ہے۔اور کہا گیا ہے کہ یہ چھوٹا پیکان ہوتا ہے۔اور کہا گیا ہے کہ یہ چھوٹا تیر ہے۔

قُطْبَه: ہدف کا پیکان۔

مِرْمَاة: اور وہ گول چھوٹا کمزور تیر ہوتا ہے۔

مُعبَلَة: ایسا پیکان جو طویل اور عریض (چوڑا) ہو اور کہا گیا ہے ایسا لوہا جو چوڑا ہو اس جیسا دوسرا نہ ہو۔

نَضِیّ: بغیر پیکان اور پَر کے تیر۔

وَقِیْع: وہ تیز کیا ہوا پیکان ہے۔

عنترہ نے کہا ہے۔ (۱)

وآخَرُ مِنْهُمُ أَجْرَرْتُ رُمْحِي وَفِي البَجْلِيِّ مِعْبَلَةٌ وَقِيْعُ

اوران میں سے وہ دوسرا شخص کہ میں نے جسے نیزہ گھسا کر چھوڑ دیا اور تیر کا لمبا چوڑا پھل ہے جس کا پیکان نہایت تیز ہے۔

تیروں کے ظروف:

جَعْبَة: اوراس کی جمع جِعَاب ہے: ترکش

(۱): لسان العرب ۸:۷ ۴۰

جَفِیْر: اور وہ کِنَانَۃ سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔

ظَفْرَۃ: جب وہ بھرا ہوا ہو عَیْبَۃ مثل جَعْبَۃ ہے۔

اَلْقَرَنْ: کھال کا ایک ظرف ہے جو پھٹا ہوا ہوتا ہے پھر اسے محفوظ بنایا جاتا ہے۔ اور اسے اس لیے شَقّ کیا جاتا ہے تا کہ ہوا اس کے پروں کو فاسد نہ کرے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

دوسری قسم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات اور سرایا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ۔ اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لَّہُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ فِیۡہَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ؕ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ۔ اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ۔ (الحج:۳۹تا۴۱)

جن پر جنگ مسلّط کی جائے انھیں جنگ کی اجازت دی گئی ہے اس لیے کہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی کمک پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ ایک دوسرے کے ذریعے لوگوں کا دفاع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں، کلیسائیں، سنیگاگ (یہودیوں کی عبادت گاہیں) اور مسجدیں منہدم کر دی جاتیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کریں گے بے شک اللہ بڑا طاقت ور اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکاۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام امور کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بنامِ خدا مہربان وشفیق

ثنائے کامل اللہ کے لیے مخصوص ہے اور درود وسلام محمدؐ اور ان کی آلؑ پر جو بابرکت ہدایت کرنے والے ہیں۔

اَمّا بَعد:۔ بے بیشک مسلمانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے اپنے قتال سے اسلام کی نشر واشاعت کے لیے ایک تحریر رقم کی ہے اور گھمسان کی جنگ کے موقع پر بہادری کی بہترین مثال قائم کی ہے اور انھوں نے اپنے پاکیزہ خون سے عقیدہ اور مبدا ومعاد سے متعلق قربانی اور ایثار کی راہ میں چمک دار صفحات رقم کیے ہیں۔

ذرا دیکھو عمیر بن حمام کی طرف کہ اس کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں وہ اُنھیں کھانے میں مصروف تھا وہ معرکۂ بدر میں دشمن کی جانب بڑھتا ہے اور کہتا ہے مبارک ہو مبارک ہو میرے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان بس یہی فاصلہ ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کردیں۔ پھر اس نے اپنی تلوار اُٹھائی اور قوم سے قتال کرتے ہوئے درجۂ شہادت پر فائز ہوگیا۔ رضوان اللہ علیہ۔

ابودجانہؓ ڈھال پہنے ہوئے رسول اللہؐ کے سامنے آکر آنحضرتؐ کو دشمنوں کی تلواروں بھالوں اور تیروں سے بچا رہے ہیں۔ اور ابوذر غفاریؓ سفر کے دوران انھیں جو پانی میسّر آتا تھا اسے پینے سے انکار کررہے ہیں۔ جب وہ تبوک کی جانب سفر کررہے تھے، دھوپ شدید تھی، گرمی بہت تھی، اُنھیں پیاس لگی تھی مگر وہ رسول اللہؐ کو پہلے پانی پلانا چاہتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کیسی کیسی چمک دار اور روشن مثالیں ہیں جو ہمیں مسلمانوں کی زندگی میں نظر آتی ہیں۔

اب باقی بچے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام، یہ وہ ہیں کہ کوئی فرد بھی اس مسابقت کے میدان میں نہ اُن کے قریب آسکتا ہے اور نہ ہی اُن سے مقابلہ کرسکتا ہے۔

آپ نے یکے بعد دیگرے قربانی کی ایسی داستانیں رقم کی ہیں کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی انسانیت جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ وہ ہیں جنھوں نے بدر کبریٰ کے معرکہ میں تنہا مشرکین کے آدھے سے زیادہ مقتولین کو قتل کیا اور دوسرے آدھے میں اوروں کے ساتھ شریک رہے اور اُحد کے معرکے میں تن تنہا جم کر ثابت قدم رہ کر رسالت الٰہیہ اور نبیؐ خداوندی کی مدافعت کرتے رہے جب کہ آغاز امر میں تمام مسلمانوں نے راہِ فرار اختیار کرلی تھی۔ اور یہ علیؑ ہی تھے جو غزوۂ احزاب میں عمرو بن عبدود کو تہہِ تیغ کر کے احزاب کو شکست سے دوچار کرتے نظر آتے ہیں اور آپ ہی نے غزوۂ حنین میں چند دیگر افراد کے ساتھ ثابت قدم رہ کر مشرکین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب بڑھنے سے روک دیا۔

استاد عبد الفتاح عبد المقصود فرماتے ہیں:

جہاں تک حضرت علیؑ کا تعلّق ہے تو ان کے بارے میں لوگوں پر خوف طاری ہو جاتا ہے، ہیبت چھا جاتی ہے، ان کے حملے کی سچائی اور ان کی تلوار کی دھار سے پس اگر وہ علیؑ کے سامنے جم جاتے ہیں تو پھر وہ خود کو ان کے قدموں تلے پچھڑا ہوا، شکست خوردہ پائیں گے۔ یا وہ لوگ سلامتی کو ترجیح دیتے ہیں تو پیٹھ پھرا کر بھاگ جاتے ہیں یا پچھلے پیروں پر پلٹ کر ان سے دور چلے جاتے ہیں۔ پھر کبھی ان کا کرب و اضطراب انھیں ابھارتا ہے کہ وہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کریں اور ایسا ہتھیار استعمال کریں تاکہ علی علیہ السلام اس کے قتل سے دست بردار ہو جائیں تو وہ اپنی شرم گاہیں منکشف کر دیتے ہیں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ دیکھنے والا اس جانب نہیں دیکھے گا اور ان کی شرم گاہوں پر نظر نہیں کرے گا اور اس طرح ان کی جان بچ جائے گی۔ جب بھی آتش جنگ بھڑکتی ہے تو ان کی بیداری انھیں ایک لمحے کے لیے بھی مہلت نہیں دیتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے اعصاب کو اپنے قابو میں رکھتے ہوئے ایسے روانہ ہوتے ہیں جیسے وہ تفریح گاہ میں ہوں، قِتال کرنے والوں کی تمام صفوں سے کوئی حرکت یا جنبش ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتی تھی اور یہی بچانے والی زرہ اور حفاظتی سامان

انھیں ہمیشہ بیدار رکھتا تھا جو ہمیشہ ان کی جنگوں اور اُن کے دشمنوں کے درمیان حائل رہا جو پیٹھ پھرا کر بھاگتے نظر آتے تھے کہ کہیں ان کا نشانہ نہ بن جائیں اگر چہ جاسوس اور نگاہیں ان کی گھات میں لگی رہتی تھیں۔(۱)

دوسرے مقام پر کہا:

اور اسی منہاج پر حضرت علی علیہ السلام کی حیات مبارکہ بہادری، شجاعت اور بسالت کی ایک نادر مثال ہے۔ جب سے ان کی زندگی کی فجر دنیا کی تاریخ پر طلوع ہوئی ہے اور ان کا اپنے نفس پر غالب آنا ہی وہ جستجو اور لگن تھی جو اس بہادری کا موجب تھی۔ وہ اپنی بہادری کے اظہار میں کبھی تھکن محسوس نہیں کرتے تھے۔ اور وہ مسلسل اس استطاعت پر یقین رکھتے تھے جس کا انھوں نے بارہا تجربہ کیا تھا جس نے ایک بار بھی خیانت نہیں کی تھی اور میں نہیں سمجھتا کہ ان کے علاوہ کوئی اور ایسی استطاعت اور قدرت رکھتا تھا اس لیے کہ یہ علی مرتضیٰؑ ہی ہیں جو ایسی آغوش کے پروردہ ہیں جو بغیر کسی ہتھیار اور اسلحہ کے محض ایمان کی قوت وطاقت کے بل پر پوری دنیا کے سامنے تنہا ڈٹے رہے۔(۲)

کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ مؤرخین نے جان بوجھ کر حضرت علی علیہ السلام کے فضائل اور اُن کی شجاعت کو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غزوات بیان کرتے وقت مخفی کر دیا ہے اور اگر ذکر بھی کرتے ہیں تو بہت معمولی سا، سرسری طور پر ان کی شجاعت و دلاوری کے روشن اور فروزاں تذکرے کو چھپانے کی کوشش کی ہے حالانکہ اگر یہ کامیابی نہ ہوتی تو دین کا ستون باقی نہ رہتا، دین کی عمارت منہدم ہو جاتی۔ اور اس کا مقصد ظلم و جور کے ان حکمرانوں کو خوش کرنا تھا جو امّت اسلامیہ کی گردنوں پر مسلّط ہو گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے میں نے مولا علیؑ کے کچھ واقعات جو غزوات النبیؐ میں پیش آئے اور اُن سرایا میں جن کی قیادت مولائے کائنات خود کر رہے تھے۔ ان کی بہادری اور شجاعت کے واقعات پر روشنی ڈالنے کی کوشش

(۱): کتاب الامام علیؑ بن ابی طالبؑ ۱: ۶۳

(۲): کتاب امام علی بن ابی طالبؑ ۱: ۹۶

کی ہے جسے مؤرخین نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور اس مقام پر پہلے اس عسکری مقابلے کی طرف نشان دہی کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان پیش آیا تھا اور مشرکین میں سے پہلے قتل ہونے والے شخص کو اس مقابلے میں امیر المومنینؑ نے قتل کیا تھا اور آخری مسلّح مقابلہ جو مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان ہوا تھا۔ وہ اس سریہ میں پیش آیا جو سنہ ۱۰ ہجری میں بنی زید کی طرف روانہ ہوا تھا اور ان دونوں عسکری مقابلوں میں مسلسل جہاد اور اسلام اور اس کی عظیم تعلیمات کے لیے دائمی دفاع کرنے والی ہستی صرف حضرت علیؑ کی تھی۔ وہ کبھی بھی کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے تھے سوائے غزوۂ ''تبوک'' کے، جس غزوہ میں آنحضرتؐ نے انھیں مدینۂ منورہ میں اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

پہلا مسلّح مقابلہ (۱)

مسلمانوں کی تعداد: تین، امیر المومنین علیہ السلام، ایمن ابن اُمّ ایمن، ابو واقد اللیثی

مشرکین: آٹھ شہسوار

مقام: ضجنان

وقت: امام علی علیہ السلام کی مدینہ منورہ سے ہجرت کے دوران ہجرت کے پہلے سال کا آغاز مطابق ۶۲۲ سنہ ء

سبب: امام علیہ السلام کی ہجرت فواطم کے ساتھ (یعنی ان خواتین کے ساتھ جن کے نام فاطمہ تھے)

مقصد: فاطمہ نامی خواتین کی سواریوں کی مشرکین سے حفاظت

نتائج: ایک مشرک کا قتل ہونا اور باقی بچے ہوئے مشرکین کا ناکامی کے ساتھ مکّہ واپس آنا۔ امام علیؑ اور فواطم کی سواریوں کا مدینۂ منورہ کا سفر طے کرنا۔

واقعہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قُبا کے مقام پر پہنچے تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام اور اپنی صاحبزادی فاطمہ زہراؑ کے آنے تک مدینہ منورہ جانے سے انکار کر دیا۔ ابو واقد اللیثی کے ساتھ ایک تحریر روانہ کی اور انھیں حکم دیا کہ وہ اُن کی جانب روانہ ہو جائیں۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو خط موصول ہوا تو آپ نے سواری کے اونٹ خریدے اور مکّہ سے روانگی کا ارادہ کیا اور مومنین میں سے جو کمزور افراد ان کے ساتھ تھے انھیں حکم دیا کہ وہ رات کے وقت

---

(۱): بحار الانوار ۱۹: ۶۵، ۶۶۔ سیرۃ المصطفیٰ ۱: ۲۵۶، ۲۵۷۔ تفسیر المیزان ۴: ۹۱۔ مناقب بن شہر آشوب ۳: ۵۹۔ فی رحاب ائمہ اھل البیتؑ ۱: ۱۵۵، ۱۵۷

ذی طُوٰی کے مقام تک چُپکے سے آجائیں اور پھر وہ فواطم (جن خواتین کے نام فاطمہ تھے) کے ساتھ روانہ ہوئے جن میں سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ، ان کی والدۂ ماجدہ فاطمہؑ بنت اسد رضوان اللہ علیہا اور فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب تھیں اور ان کے پیچھے پیچھے اَیمن اور ابوواقد اللیثی بھی چل رہے تھے۔ ابوواقد سواریوں کو تیز تیز چلا رہے تھے تو حضرت علی علیہ السلام نے اُن سے فرمایا:

اُرْفُقْ بِالنِّسْوَةِ یَا اَبَا وَاقِدٍ، اِنَّهُنَّ مِنَ الضَّعَائِفِ.

اے ابوواقد خواتین پر ترس کھاؤ یہ صنف نازک ہے۔

ابوواقد نے جواب دیا کہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی متلاشی ہم تک نہ پہنچ جائے، تو امام علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: تم پر اللہ اپنا کرم کرے۔ پھر امام علیہ السلام نے ان سواریوں کو نہایت سبک رفتاری کے ساتھ چلانا شروع کیا اور وہ یہ فرمار ہے تھے۔

وَ لَیْسَ اِلَّا اللهُ فَارْفَعْ ظَنَّکَا   یَکْفِیْكَ رَبُّ النَّاسِ مَا اَهَمَّکَا

نہیں ہے بجز خدا کوئی اور لہٰذا اپنا گمان دور کرلو وہ تمھارے لیے کافی ہے جو انسانوں کا رب ہے اگر کوئی تمھارا قصد کرتا ہے۔

جب وہ ضجنان کے قریب پہنچے تو کھوجیوں (طلب اور تلاش کرنے والے) نے انھیں پالیا اور وہ قریش کے آٹھ سوار تھے ان کے ساتھ جناح بھی تھا جو حرب بن امیّہ کا غلام تھا۔ جب مولا علیؑ نے انھیں دیکھا تو آپ نے ایمن اور ابوواقد سے کہا: اونٹوں کو بٹھلا دو اور انھیں باندھ دو اور آگے بڑھ جاؤ۔ حضرت علی علیہ السلام نے خواتین کو اونٹوں سے اتارا اور لوگوں کے قریب آئے اور اپنی تلوار کے ذریعے ان کا استقبال کیا۔ سواروں نے اُن سے کہا: اے مکّہ چھوڑ کر جانے والے کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم خواتین کی وجہ سے نجات پا جاؤ گے؟ واپس لوٹ جاؤ۔ (لَا اَبَاً لَكَ) تیرا باپ مرجائے۔ یہ خبر یہ جملہ ہے جو مدح و ذم دونوں موقعہ پر بولتے ہیں۔ تو ان سے امام علیہ السلام نے نہایت پُرسکون انداز میں فرمایا کہ اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو کیا ہوگا؟ انھوں نے کہا کہ تم تو ذلیل وخوار ہوکر واپس جاؤ گے یا ہم تمھیں

زیادہ غم و الم کے ساتھ اور ہلاکتوں کی رسوائی کے ساتھ واپس لوٹا دیں گے۔ وہ لوگ سواریوں کے قریب آئے تاکہ انھیں بھڑکا دیں۔ امام عالی مقام سواریوں اوران افراد کے درمیان حائل ہوگئے اورآنے والے کے سامنے اپنی تلوار لے کر ایک پہلو کے بل جھکے اور اپنی ضربت سے اسے جُل دیا اوراس کے کندھوں پر ضربت لگائی اور اُس کے دوٹکڑے کردیئے اوراس کے ساتھیوں کی جانب یہ کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔

خَلُّوْا سَبِیْلَ الْجَاهِدِ الْمُجَاهِدِ   آلَیْتُ لَا اَعْبُدُ غَیْرَ الْوَاحِدِ

تم کوشش کرنے والے مجاہد کا راستا چھوڑ دو میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں ایک اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کروں گا۔

حملہ آور اشخاص ان سے دور ہوگئے اورانھوں نے کہا:

اِحْبِسْ نَفْسَكَ عَنَّا یَابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ.

اے ابوطالبؑ کے فرزند آپ ہم سے خود کو روک لیں۔ تو مولائے کائنات نے فرمایا کہ میں روانہ ہو رہا ہوں اپنے بھائی اور فرزندِ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لہٰذا جسے اس بات سے خوشی ہو کہ میں اس کے گوشت کو چیر پھاڑ دوں اوراس کا خون بہاؤں تو پھر وہ میرے قریب آجائے۔ یہ کہہ کر امام علی علیہ السلام روانہ ہوگئے اورسواریاں بھی چل پڑیں یہاں تک کہ آپ ضجنان کے مقام پر ٹھہر گئے اور وہاں آپ نے ایک دن اور ایک رات قیام فرمایا اوراسی مقام پر آپ سے مومنین مستضعفین کی ایک جماعت آملی جن میں اُمّ ایمن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز بھی تھیں اورآپ نے اس مقام پر شب بسر کی اورفواطم نے نمازیں پڑھیں اوراللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر حالت قیام، حالت قعود اور پہلو کے بل کیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ امام عالی مقام نے ان سب کے ساتھ نماز فجر ادا کی پھر امام علیہ السلام اس راستے پر روانہ ہوئے جو مدینے کی طرف جارہا تھا تو اُس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ

خَلۡقِ ٱلسَّمَاوَاتِ وَٱلۡأَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هَٰذَا بَاطِلٗا سُبۡحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ. (آل عمران:۱۹۱)

جو اٹھتے بیٹھتے اور کروٹ کے بل ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور و خوض کرتے ہیں ان کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں پروردگارا تو نے یہ سب کچھ فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ تُو پاک ہے بس اے ہمارے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

جب حضرت علی علیہ السلام مدینہ منورہ پہنچے تو سفر کی وجہ سے آپ کے دونوں پاؤں پھٹ گئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دیکھا تو گلے لگایا اور پیروں کے ورم کو دیکھ کر گریہ کیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے ہاتھوں پر لعاب دہن لگایا اور اس سے ان کے دونوں پیروں کو مس کیا اور ان کی عافیت کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بھی پیروں کی تکلیف کی کوئی شکایت نہیں کی یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

سَریّہ حمزہ بن عبد المطّلب

(دَوْرِيَةٌ قِتَالِيَّةٌ)

اور یہ ابتدائی جنگ جُویوں کی جماعت تھی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے روانہ کیا تھا۔(الدّوریات) (۱)

سَریّہ کے قائد: حضرت حمزہ بن عبد المطلب، رسول اللہؐ کے عمِ محترم

مشرکین کے قائد: ابوجہل، عمرو بن ہشام مخزومی

مسلمانوں کی تعداد: تیس ۳۰ جنگ جُو جن کا پرچم ابومُرثد الغنوی (کناز بن الحصین) نے اُٹھا رکھا تھا۔

مشرکین کی تعداد: تین سو تھی اور ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ۱۳۰ تھی۔(۲)

مقام: سیف البحر جو عیص کے حدود میں ہے اور عیص ایک موضع ہے جو ذوالمروہ کے قریب ہے، بحر احمر کے ساحل پر قریش کے اس راستے پر جسے وہ شام تک جانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

---

(۱): الدورية: ایسی جماعت جس کا مقصد جملہ معلومات کا حصول ہے کہ دشمن کی طاقت کتنی ہے، اس کے پاس ہتھیار کتنا ہے اور وہ کہاں پر موجود ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱): دورية استطلاعية (Combat Patrol): یہ وہ جماعت ہے جو قتال کے علاوہ دیگر معلومات فراہم کرتی ہے اور معمولاً اس کی تعداد کم ہوتی ہے اور یہ بہت چاق و چوبند ہوتی ہے۔

(۲): دورية قتال (Reconnaissance Patrol)، جنگ جو جماعت: یہ وہ جماعت ہے جو قتال کے بارے میں معلومات حاصل کرتی ہے لہٰذا اس کے پاس سامان جنگ بھی زیادہ ہوتا ہے اور اُن کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔

(۲): جیسا کہ سیرۃ النبویہ و آثار المحمدیہ ۱:۳۵۸ میں ہے۔

تاریخ: مارہ رمضان المبارک ہجرت نبوی کے سات ماہ بعد ۶۲۳ سنہ ء۔ (۱)

ہدف/مقصد: قریش کے قافلے کو روکنا جو شام سے روانہ ہو کر مکّہ کی جانب جا رہا تھا۔

نتائج: دونوں کی جانب سے قتال شروع نہیں ہوا اس لیے کہ ان کے درمیان میں مجدی بن عمرو جہنی رکاوٹ بن گیا جو کہ دونوں کے مابین صلح کا داعی تھا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): کہا گیا ہے ربیع الاول ۲ ھجری میں جیسا کہ تاریخ الخمیس میں ہے ۱: ۳۵۶ اور سیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ ۱: ۳۵۸

سَرِیّۂ عُبَیْدَہ بن الحارث

(دَوْرِیۂِ قِتَالِیَہ)

اور یہ جنگ جُویوں کی جماعت کا دوسرا حصّہ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ کیا تھا۔

سریہ کا قائد: عبیدہ بن الحارث بن مطلب بن عبد مناف

مشرکین کا قائد: ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔(۱)

مسلمانوں کی تعداد: ساٹھ اور کہا گیا ہے(۲) اسی ۸۰ جنگ جُو تھے۔ ان کا پرچم مسطح بن اثاثہ نے اُٹھا رکھا تھا۔

مشرکین کی تعداد: دوسو ۲۰۰ افراد تھے۔

مقام: پانی کا چشمہ جس کا نام ''احیاء'' تھا رابغ کے اندرونی حصّے میں صحفہ سے دس میل کے فاصلے پر جب تم راستے کے بائیں جانب قدید کی طرف روانہ ہو رہے ہو۔

تاریخ: ماہ شوّال ہجرت نبویہ کے آٹھ ۸ ماہ بعد ۶۲۳ سنہ ء۔

ہدف/مقصد: وادی رابغ تک رسائی حاصل کرنا تاکہ قریش کی تجارت کے لیے ایک طرح کی تنبیہ اور تہدید ہو۔

جنگی فعالیت: فقط تیر پھینکے گئے۔

نتائج: قتال واقع نہیں ہوا۔ مقدادؓ بن اَسوَد کِندِیؒ اور عتبہ بن غزوان کا مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہونا۔

---

(۱): ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ مشرکین کا قائد مکرز بن حفص بن الاخیف تھا ۲: ۲۴۲

(۲): سیرۃ نبوی ابن ہشام ۲: ۲۴۱۔ السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ ۱: ۳۵۹

سَرِیّۂ سعد بن ابی وقاص (۱)
(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّہ)

اور یہ جنگ کرنے والوں کا جتّھہ تھا۔

سریّہ کا قائد: سعد بن ابی وقاص زھری

مسلمانوں کی تعداد: بیس ۲۰، اور ابن اسحاق کے نزدیک صرف ۸ افراد ان کے پرچم بردار مقدادؓ بن اسود کندی تھے۔

مقام: (الخرار) اور وہ حجاز کی ایک وادی ہے جو جحفہ تک پھیلی ہوئی ہے۔

تاریخ: ذوالقعدہ ہجرت نبویہ کے ۹ ماہ بعد ۶۲۳ء۔(۲)

ہدف/مقصد: خرار کے علاقہ تک پہنچنا تا کہ قریش کے تجارتی قافلوں کی تنبیہ اور اُن کی سرزنش کی جائے۔

نتائج: قتال واقع نہیں ہوا اور قافلہ پر حملہ نہیں ہوا اس لیے کہ سفر کرتے ہوئے سریہ ہدف تک تاخیر سے پہنچا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): السیرۃ النبویہ ابن ھشام ۲: ۲۵۱۔ تاریخ الخمیس ۱: ۳۵۹۔ نہایۃ الارب ۱۷: ۳

(۲): تاریخ الخمیس دیار بکری میں ہے ہجرت نبویہ کے سات ماہ بعد ۱: ۳۵۹

غَزْوَۃُ الاَبْوَاء (۱)

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّۂ)

اور یہ غزوۂ (وَدّان) ہے اور یہ پہلا جنگی دستہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قیادت میں روانہ ہوا۔

مسلمانوں کی تعداد: دوسو ۲۰۰ جنگ جُو جن کا تعلّق صرف مہاجرین سے تھا۔

مقام: وَدّان کا علاقہ

تاریخ: ماہ صفر ۲ سنہ ھجری ۶۲۳ سنہ ء

ہدف/غرض: قریش کے قافلے کو روکنا

پرچم بردار: امام امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

مدّت غیبت: ۱۵ پندرہ شبیں

مَدِینَۂِ مُنَوَّرَہ میں رسولؐ کے جانشین: سَعَدْ بن عبادۃ الخَزْرَجی

نتائج: قتال کا واقع نہ ہونا اور قافلے پر حملہ نہ ہونا

مخشی بن عمرو الضمری کا معاہدہ کہ نہ تو بنی ضمرہ جنگ کریں اور نہ ہی اُن سے جنگ ہوگی اور نہ ہی ان کے خلاف دشمنوں کی مدد کی جائے گی اور نہ ہی ان کے خلاف لوگوں کی تعداد بڑھائی جائے گی اور اگر وہ بلائیں گے تو مسلمان اُن کی مدد کو جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اور اُن کے درمیان تحریر رقم کی۔

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ابن سعد ۲: ۸۔ السیرۃ النبویہ ابن ھشام ۲: ۲۴۱۔ والسیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ ۱: ۳۶۰۔ تاریخ الخمیس ۱: ۳۶۳۔ نھایۃ الادب ۱۷: ۴

غَزْ وَہِ بُوَ اطْ
(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّۂ)

اور یہ جنگ جو دستہ تھا۔

مسلمانوں کی تعداد: دوسو سوار اور پیادہ تھے۔

مشرکین کی تعداد: سو افراد تھے امیہ بن خلف جمحی کی قیادت میں اور ان کے ساتھ تجارتی قافلہ تھا جو دو ہزار پانچ سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔

مقام: اور وہ بواط رضوی کے قریب جُہَیْنَہ کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

پرچم بردار: امام علی بن ابی طالب علیہ السلام

تاریخ: ربیع الاوّل ۲ سنہ ہجری نبوی، ۶۲۳ سنہ ء۔(۱)

ہدف/مقصد: قریش کے تجارتی قافلوں سے مڈ بھیڑ

خلیفۂ رسولؐ مدینۂ منوّرہ میں: سعد بن معاذ۔(۲)

نتائج:

مسلمانوں کی قوتوں کا بواط کے مقام پر پہنچنا، لیکن قریش کے جاسوسوں نے جان لیا تھا کہ مسلمانوں کی قوتیں متحرک ہیں لہٰذا انھوں نے قافلے کے عام راستے کو چھوڑ کر مکّہ کی جانب تیزی سے راہ فرار اختیار کر لی۔ لہٰذا مسلمانوں نے قافلے کو نہیں پایا اور مسلمان واپس آ گئے اور بواط میں ایک ماہ قیام کے دوران انھوں نے مشرکین کی جانب سے کسی کید و مکر کا مشاہدہ نہیں کیا۔

---

(۱): مغلطائی کے نزدیک یہ غزوہ ربیع الثانی ۲ سنہ ھجری کو ہوا جیسا کہ تاریخ الخمیس ا: ۳۶۳ میں ہے

(۲): سیرت ابن ہشام میں ہے کہ رسول اکرمؐ کے جانشین سائب بن مظعون تھے ۲: ۲۴۸

غَزْوَۂ بدر اولیٰ (۱)

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّۂ)

اور اس کا نام غزوۂ سفوان اور غزوۂ طلبِ کرز بن جابر فہری ہے۔ اور یہ جنگی دستہ تھا۔

مسلمانوں کی تعداد: دوسو ۲۰۰ سوار اور پیادے

مشرکین کی تعداد: ہلکی اور پھرتیلی قوّتیں جنھوں نے مدینۂ منورہ کی چراگاہوں پر دھاوا بول دیا تھا اور مسلمانوں کے چھ اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو کرز بن جابر الفہری کی قیادت میں ہنکا کر لے گئے تھے۔

مقام: سفوان بدر کے قریب

تاریخ: ربیع الاوّل ۲ سنہ ھجری، ۶۲۳ سنہ ء

ہدف/مقصد: مشرکین کی افواج پر حملہ اور انھوں نے جن اونٹوں اور بھیڑ، بکریوں کو لے لیا تھا انھیں واپس لینا۔

پرچم بردار: امام علی بن ابی طالب علیہ السلام

مدینۂ منورہ میں رسول اکرمؐ کے جانشین: زید بن حارثہ

نتائج:

مسلمانوں کی افواج وادی سفوان تک پہنچیں تو وہاں پر انھوں نے مشرکین کی افواج کو نہیں پایا تو واپس آگئیں اور وہ کسی فریب میں نہیں آئے۔

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۹۔ السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ، لزینی دحلان ۱: ۳۶۱۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۵۔ تاریخ الخمیس ۱: ۳۶۵۔ السیرۃ النبویہ ابن ہشام ۲: ۲۵۱

غزوۂ ذی العَشِیرَ ۃ

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّہ)

اور یہ جنگ جُو دستہ تھا۔

مسلمانوں کی تعداد: ایک سو پچاس ۱۵۰ جنگ جُو۔(۱)

مشرکین کی تعداد: تیس ۳۰ یا چالیس ۔(۲)

مقام: ذوالعشیرہ اور یہ بنی مدلج سے تعلّق رکھتا ہے جو ینبع کے قریب ہے ینبع اور مدینہ کے درمیان ۹ بُرد ہیں، ایک بُرد بارہ میل کی مسافت ہوتی ہے۔

تاریخ: جمادی الآخرہ ۲ سنہ ھجرت نبوی کے سولہ ۱۶ ماہ بعد ۶۲۳ سنہ ء

پرچم بردار: الامام علی بن ابی طالب علیہ السلام

ہدف/مقصد: قریش کے قافلے کا سامنا کرنا جب وہ ابوسفیان کی قیادت میں شام جارہا تھا اور اس کے ساتھ عمرو بن العاص اور مَخْرَمَہ بن نوفل بھی تھا۔

مدینۂ منورہ میں رسولؐ کے جانشین: ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی

نتائج:

قافلے کا بچ جانا۔ بنی مدلج اور ان کے حلفاء جن کا تعلّق بنی ضمرہ سے تھا ان کے درمیان مصالحت اور مسلمانوں کا بغیر قتال کے واپس لوٹ آنا۔

---

(۱): کہا جاتا ہے دوسو جنگ جو تھے جیسا کہ طبقات الکبریٰ ۲:۹ اور السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ ۱: ۳۶۱ میں ہے۔

(۲): کہا گیا ۲۷ یا ۲۹ تھے جیسا کہ السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ ۱: ۳۶۱ میں ہے اور نہایۃ الارب ۱۷: ۵ میں ان کی تعداد ۳۰ یا ۴۰ ہے۔

اَبُو تُرَاب:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی غزوہ میں حضرت علی علیہ السلام کو ایسی کنیّت سے نوازا جو انھیں سب سے زیادہ پسندیدہ تھی یعنی ''ابوتراب''۔

حضرت عمار بن یاسر رضوان اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت علی علیہ السلام غزوۂ العشیرۃ میں ایک دوسرے کے رفیق تھے۔ علی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: کیا تمھارے لیے ممکن ہے اے ابوالیقضان کہ بنومدلج کے جو لوگ اپنے چشمے پر کام کررہے ہیں ہم اُنھیں دیکھیں کہ وہ کس طرح کام کررہے ہیں۔ ہم ان کے پاس گئے، ہم نے کچھ گھڑی انھیں دیکھا پھر ہمیں نیند نے آلیا تو پھر ہم کھجور کے درختوں کے جھنڈ کی طرف گئے جو بنجر زمین پر تھا، ہم وہیں پر سو رہے۔ خدا کی قسم ہم اس وقت بیدار ہوئے جب رسول اللہؐ نے وہاں تشریف لا کر ہمیں بیدار کیا اور اُٹھا کر بٹھایا اور اس مٹی پر سونے کی وجہ سے ہمارے بدن پر مٹی لگ گئی تھی تو اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا: ''یَا اَبَا تُرَاب'' اس لیے کہ ان کے جسم پر مٹی لگی ہوئی تھی۔

پھر فرمایا: کیا میں تمھیں بتلاؤں کہ سب سے زیادہ بدبخت کون شخص ہے؟

ہم نے کہا: بے شک یارسول اللہؐ۔ تو آپؐ نے فرمایا: ثمود کا وہ احمر جس نے نَاقۂ صالح کو ذبح کردیا تھا اور اے علیؑ وہ شخص جو اس جگہ ضربت لگائے گا اور اس وقت آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ یہ خون سے رنگین ہوجائے گی اور اُس وقت آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھا ہوا تھا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

سریّہ عبداللہ بن جَحش الاسَدِی

(دَوْرَۂِ اِستِطلَاعِیَّہ)

اور یہ اطّلاعات فراہم کرنے والا دستہ تھا۔

مسلمانوں کی تعداد: بارہ ۱۲ تھی جن میں صرف مہاجرین تھے جو عبداللہ بن جحش کی قیادت میں گیا تھا۔(۱)،(۲)

مشرکین کی تعداد: یہ ایک تجارتی قافلہ تھا جس کو قریش کے چار افراد کی حمایت حاصل تھی، جس کی قیادت عمرو بن حضرمی کر رہا تھا جو عتبہ بن ربیعہ کا حلیف تھا۔

مقام: نخلہ کا اندرونی حصّہ اور وہ ابن عامر کا باغ ہے جو مکّہ کے نزدیک ہے۔

تاریخ: رجب المرجب ۲ھ سنہ ۶۲۴ء

ہدف/مقصد: نخلہ تک پہنچنا اور قریش کے حالات اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔

نتائج: قافلہ پر غالب آجانا اور عمرو بن حضرمی کا قتل اور دو افراد کو قیدی بنانا اور نوفل بن عبداللہ مخزومی کا راہِ فرار اختیار کرنا۔

نازل ہونے والی آیتیں:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ

(۱): اور کہا گیا آٹھ تھے جیسا کہ سیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ میں ہے ۱: ۳۶۳

(۲): رسول اللہؐ نے ارادہ کیا تھا کہ ابوعبیدہ عامر بن الجراح کو روانہ کریں، وہ رونے لگے تو پھر انھوں نے عبداللہ بن جحش اسدی کو تبدیل کر دیا۔ طبری نے اپنی تاریخ ۲: ۱۲۷ میں ذکر کیا اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ۳: ۳۰۷ میں۔

عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَ كُفۡرٌۢ بِهٖ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَاِخۡرَاجُ اَهۡلِهٖ مِنۡهُ اَكۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۚ وَالۡفِتۡنَةُ اَكۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ. (البقرہ:۲۱۷)

یہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ماہِ حرام میں قتال کرنا کیسا ہے؟ تو آپ فرما دیجیے کہ اس مہینے میں قتال کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ مگر راہِ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجدِ حرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ سنگین ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

پیش آنے والا نیا واقعہ:

سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان سریّہ سے پیچھے رہ گئے اس لیے کہ ان دونوں کے اونٹ بھاگ گئے تھے۔ قریش نے ان دونوں کو قیدی بنالیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطوط کے اسلوب میں جدّت اختیار کی تاکہ حفاظت کے لیے پوشیدہ طور سے عمل کیا جائے اور دشمن بچ نکلنے میں اُس سے استفادہ نہ کر سکے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن جحش جو سریّہ کے قائد تھے ایک پوشیدہ پُراسرار خط ان کے سپرد کیا اور انھیں حکم دیا کہ دو دن سفر طے کرنے کے بعد وہ اس خط کو کھولیں اور اسے کھولنے کے بعد جس غرض سے روانہ ہوئے ہیں اسے نافذ العمل بنائیں اور اس خط میں یہ تحریر تھا:

اِذَا نَظَرْتَ فِیْ کِتَابِیْ هٰذَا فَامْضِ حَتّٰی تُنْزِلَ نَخْلَةَ بَیْنَ مَکَّةَ وَ الطَّائِفِ فَتَرَصَّدْ بِهَا قُرَیْشاً وَ تُعْلِمُ لَنَا مِنْ اَخْبَارِهِمْ.

جب تم میری اس تحریر کو دیکھو تو سفر جاری رکھو یہاں تک کہ نخلہ کے مقام پر جو مکّہ اور طائف کے درمیان واقع ہے اتر پڑو وہاں سے قریش پر نگرانی کرو اور ان کے حالات سے مجھے مطّلع کرو۔

جب عبداللہ بن جحش نے خط کو دیکھا تو کہا: "سَمْعاً وَ طَاعَةً" بسر وچشم میں اس پر عمل کروں گا۔ پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور ان سے کہا: "جو بھی شہادت کا

خواہاں ہے اور اس کی طرف راغب ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو اور جسے شہادت ناپسند ہو تو وہ واپس چلا جائے۔ میں تو حضور اکرمؐ کا حکم تسلیم کرتے ہوئے سفر جاری رکھوں گا۔ سب ان کے ساتھ روانہ ہوگئے سوائے سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کے۔ اور سریّہ چلتا رہا یہاں تک کہ معیّنہ مقام تک پہنچ گیا جہاں سے قریش کا تجارتی قافلہ گزر رہا تھا۔ مسلمانوں نے اُن پر ہلّہ بول دیا اور عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور دو آدمیوں کو قیدی بنالیا اور چوتھا شخص بھاگ گیا اور انھوں نے قافلے پر غلبہ حاصل کرلیا اور وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے فرمایا: ماہ حرام میں، میں نے تم کو قتال کا حکم نہیں دیا تھا اور انھوں نے قافلے کو اور قیدیوں کو ٹھہرا دیا اور اس قافلے کی کسی بھی چیز لینے سے انکار کر دیا۔ قریش نے اس حادثہ سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور وہ مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو نصرت کے لیے ابھارتے رہے کہ مسلمانوں نے ماہ حرام میں جنگ کو حلال کرلیا اور اس مہینے میں خوں ریزی کی اور مال پر قبضہ کرلیا۔ اور ایسے ہی اور بھی پروپگنڈے کیے اور یہودیوں نے دخل اندازی شروع کردی اور وہ جنگ میں تصادم چاہتے تھے اور وہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان اختلافات کو ہوا دے رہے تھے تا کہ ان کے درمیان حرب وضرب کا فتنہ بھڑک اُٹھے۔ تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلشَّهْرِ ٱلْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ وَكُفْرٌۢ بِهِۦ وَٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِۦ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ ٱللَّهِ ۚ وَٱلْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ ٱلْقَتْلِ. (البقرہ:۲۱۷) (ترجمہ پہلے گزر چکا ہے)

پوشیدہ خطوط اور اُن کی اہمیت کے بارے میں رکن اسمبلی محمود شیث خطاب فرماتے ہیں: ''یہ رسول اکرمؐ کی ایجاد ہے کہ آپ نے پوشیدہ خطوط کا انداز ایجاد کیا ہے تا کہ چیزوں کو مخفی رکھا جائے اور دشمن کو معلومات کے حصول سے محروم رکھا جائے جس سے وہ مسلمانوں کی نقل وحرکت کا پتہ چلا سکیں''۔ اور پوشیدہ رکھنا سب سے اہم عامل ہے۔ مباغتت (کسی پر اچانک حملہ کرنا) کے آغاز کا اور مباغتت ایسا اچانک حملہ دشمن جس کے لیے تیار نہ ہو اور

کسی بات کو پوشیدہ رکھنا ان اہم وسائل میں سے ہے جو مباغتت تک لے جاتے ہیں۔

اور مباغتت جنگ وجدال کے مبادیات میں سے اہم مبداء ہے اور مسلمانوں نے اس دقیق اسلوب کو ایجاد کیا تھا جب کہ ان کے علاوہ دیگر اقوام اس سے نا آشنا تھیں۔ جرمنی نے دوسری عالمی جنگ میں یہی حربہ اختیار کیا تھا۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الرسول القائد ۹۴

گذشتہ غزوات اور سرایا پر ایک اجمالی نظر

۱:۔انصار کی عدم شرکت اور صرف مہاجرین پر اعتماد کرنا اس کا سبب یہ تھا کہ بیعت عقبہ ثانیہ (عقبہ کی دوسری بیعت) میں انصار نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے ہوں گے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کریں گے اور یہ کہ اگر کوئی سنگین معاملہ درپیش ہوا تو جب تک یہ گھروں میں ہیں ان پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت لازم وضروری ہے اور ان پر یہ لازم نہ ہوگا کہ مدینۂ منورہ سے باہر اگر غزوات وسرایا ہوں کہ حملہ آور اچانک حملہ کردیں تو ان لوگوں کے لیے ان میں شرکت ضروری نہیں ہوگی۔

۲:۔اکثر غزوات اور سرایا پہلے جن کا ذکر کیا گیا ان کا ہدف یہ تھا کہ قریش پر اقتصادی اور نفسیاتی دباؤ ڈالا جائے، اور قریش کو اقتصادی محاصرے سے متنبہ کیا جائے کہ جو مکّہ کے راستے شام جاتے ہیں انھیں امان دے کر محروم کیا جائے۔

۳:۔مسلمانوں نے کچھ معاہدے کیے تھے ان عربی قبائل میں سے کچھ قبیلوں کے ساتھ جو مدینۂ منورہ کے پڑوس میں رہتے تھے اور جن کا قیام مکّہ کے گرد اس راستے پر تھا جو تجارتی راستہ شام کی طرف جاتا ہے۔

۴:۔امام عالی مقام امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان تمام غزوات میں جن کا پہلے ذکر کیا گیا اور بعد میں جن کا تذکرہ کیا جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائمی پرچم بردار تھے۔اور غزوۂ احد میں مصعب بن عمیر کی شہادت کے بعد رایت اور لواء دونوں حضرت علی علیہ السلام کو ایک ساتھ مل گئے تھے۔اس لیے کہ قریش کا جھنڈا اور اُن کا پرچم دونوں قصی بن کلاب کے ہاتھ میں تھا پھر یہ مسلسل عبدالمطلب کی اولاد کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو مبعوث فرمایا تو پھر یہ رائیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آگیا اور پھر اس رایت کو رسول اللہؐ نے غزوۂ وَدّان میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد کردیا

اور یہ پہلا غزوہ تھا جس میں اسلام کا پرچم نبی اکرمؐ کے ساتھ اُٹھایا گیا پھر یہ پرچم مسلسل بدر کی قتل گاہ میں جو بہت بڑا حملہ تھا اور احد کے غزوہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہا اور اُحد کی جنگ میں لِواء بنی عبد الدّار کے پاس تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب بن عمیر کے حوالے کیا تھا، وہ درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے اور پرچم اُن کے ہاتھ سے گر گیا تو مختلف قبیلوں نے اس کے لینے کی خواہش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اُٹھا کر حضرت علی علیہ السلام کے حوالے کر دیا تو اس دن سے اُن کے پاس رایت اور لواء دونوں جمع ہو گئے اور وہ آج تک بنی ہاشم کے پاس ہیں۔(۱)

ابن عباس سے مروی ہے: انھوں نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کی چار خصوصیات ایسی ہیں جو کسی میں نہیں: وہ عرب اور عجم کے باشندوں میں پہلے فرد ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور پیش قدمی کرنے والے لشکروں میں سے ہر ایک میں وہی آنحضرتؐ کے پرچم بردار تھے اور وہ حضرت علی علیہ السلام ہی ہیں جو مہر اس کے دن یعنی غزوہ اُحد کے موقع پر اُن کے ساتھ ثابت قدم رہے جب کہ دوسرے لوگوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ اور علیؑ وہی ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کو قبر میں اُتارا۔ (۲)

مالک بن دینار سے روایت ہے: کہ میں نے سعید بن جُبیر اور اُن کے دیگر ہم نواؤں سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم بردار کون تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ پرچم بردار حضرت علی علیہ السلام تھے۔(۳)

اور جلیل القدر صحابی جابر بن عبد اللہ الانصاری سے مروی ہے: لوگوں نے سوال کیا!

اللّواء : وہ پرچم جو نیزے کے گرد لپیٹا جاتا ہے اور میدان جنگ میں جا کر کھلتا ہے۔

الرأیة : وہ پرچم اور جھنڈا جو ہمیشہ لہراتا رہتا ہے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ جنگ جو کون لوگ ہیں۔

(۱): الارشاد شیخ مفید ۴۳۔ بحار الانوار ۲۰: ۸۰۔ اعلام الوریٰ، طبری ۱: ۲۷۶، ۳۷۷

(۲): المستدرک للحاکم ۳: ۱۱۱

(۳): مناقب خوارزمی ۲۵۸، ۲۵۹۔ ذخائر العقبیٰ ۷۵

یَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ یَحْمِلُ رَایَتَكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟

یا رسول اللہؐ قیامت کے دن آپ کا پرچم کون اُٹھائے گا؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: قریب ہے کہ قیامت کے دن وہی اس پرچم کو اُٹھائے گا جو دنیا میں اسے اُٹھایا کرتا تھا یعنی علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔(۱)

اور اس مقام پر بہت سی روایات ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہی تمام غزوات میں رسولِ اکرمؐ کے پرچم بردار تھے۔

۵:۔اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینۂ منورہ سے تشریف لے جاتے تھے تو اپنی عدم موجودگی میں مدینۂ منورہ کے معاملات کو چلانے کے لیے کسی کو اپنا جانشین مقرر فرماتے تھے۔کبھی تو اس کا تعلق انصار سے ہوتا تھا یعنی باشندگان مدینہ میں سے جیسے غزوۂ ابواء اور غزوہ بواط میں سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ جو اس وقت انصار کے سرداروں میں شمار کیے جاتے تھے،مقرر فرمایا تھا اور کبھی آپ مہاجرین میں سے کسی کو اپنا جانشین مقرر فرماتے تھے جیسا کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ ذی العشیرہ میں مقرر فرمایا یعنی زید بن حارثہ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو اور یہ وہ عمل ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا نائب اور جانشین مقرر کرنے کا اہتمام کرتے تھے تاکہ ان کی عدم موجودگی میں مدینۂ منورہ کا نظام اور مسلمانوں کے امور مُنَظَّم طور سے انجام پذیر ہوں۔

۶:۔ پہلا ہتھیاروں کے ساتھ مقابلہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان اس وقت ہوا جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مدینۂ منورہ کی جانب فواطم کے ساتھ مکّہ سے ہجرت کررہے تھے اور یہ بات مؤرخین اور سیرت نگاروں کی اس بات کی نفی کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ پہلا فوجی مقابلہ اس وقت ظہور پذیر ہوا جب عبداللہ بن جحش ایک سَریّہ میں بطن نخلہ کی جانب تشریف لے گئے تھے۔جس طرح بے شک پہلا مقتول مشرکین میں سے وہ ''جناح'' ہے جو حرب بن امیہ کا غلام تھا جسے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے

(۱): سید عاملی نے اس حدیث کو بیان فرمایا ہے اور الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ۴: ۱۹۴

پہلے جنگی مقابلے میں جو مشرکین کے ساتھ ہوا تھا قتل کیا تھا اور پہلا مقتول عمرو بن الحضرمی نہیں ہے جو سریّہ عبداللہ بن جحش جس کا مقابلہ بطنِ نخلہ کے مقام پر مشرکین سے ہوا تھا اس میں قتل کیا گیا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

غزوۂ بدرالکبریٰ

اوراس غزوہ کوغزوۂ بدرالثانیہ، بدرالقتال اورغزوۃُ الفُرقان بھی کہا جاتا ہے۔اور یہ پہلاغزوہ ہےجس میں قتال وسیع پیانے پر ہوااسی لیےاس کا نام غزوۂ بدرالقتال رکھا گیا۔ اس غزوہ کوفضیلت،عظمت اور بہت بڑا شرف حاصل ہے یہاں تک کہ جب مسلمان اپنے مناقب کا شمار کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ ''بدری'' ہے یعنی یہ صحابی غزوۂ بدر میں شریک ہوا تھا۔اہل سنت نے اس بارے میں غلو سے کام لیا ہے یہاں تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کرکے حدیثیں وضع کرلی ہیں کہ آنحضرتؐ اہل بدر کے بارے میں عمر بن الخطاب سے مخاطب ہوکر یہ فرماتے ہیں: اور تمھیں اس کا ادراک نہیں ہوسکتا ہے اللہ ان کے حال سے واقف ہوکر یہ فرمارہاہے:

اَعۡمَلُوا مَا شِئۡتُمۡ فَقَدۡ غَفَرۡتُ لَکُمۡ.

تم جو چاہے کرو میں نے تمھاری مغفرت کردی ہے۔

مسلمانوں کی تعداد: ۳۱۳ جنگ جُواوران کے ساتھ ۷۰ اونٹ اورصرف دوگھوڑے تھے۔

مشرکین کی تعداد: ۹۵۰ جنگ کرنے والے اوران کے ساتھ دوسوگھوڑے تھے وہ جسے اتراتے ہوئے چلارہے تھے۔اوراونٹ بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ابوجہل بن ہشام مخزومی جس لشکر کی قیادت کررہاتھا۔اورمشرکین کے لشکر میں شرک وگمراہی کے بڑے بڑے سردار تھے جیسے عتبہ بن ربیعہ اوراس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اوراس کا بیٹا ولید بن عتبہ اورنوفل بن خویلد اور عاص بن سعید اور طُعیمہ بن عدی اور معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ وغیرہ

مقام: بدر کے کنویں

تاریخ: ۱۷ رمضان المبارک ۲ ھجری، مارچ ۶۲۴ء

ہدف/مقصد: قریش کے قافلے سے تعرض کرنا جو ابوسفیان کی قیادت میں سفر کر رہا تھا اور یہ وہی قافلہ ہے غزوۃ العشیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کا سامنا کیا تھا جب وہ شام کی جانب رواں دواں تھا۔

رسول اللہ ؐ کے جانشین: اَبُولُبَابَہ بن عبدالمنذر جنھیں رسول اللہ ؐ نے مدینۂ منورہ میں عامل مقرر کیا تھا اور ابن اُمّ مکتوم لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے متعین کیے گئے تھے اور عاصم بن عدی قُبا اور اہل عالیہ کے اوپر جانشین بنائے گئے تھے۔

پرچم بردار: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچم بردار حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے۔

مشرکین کا پرچم اُٹھانے والے: مشرکین کے ساتھ تین جھنڈے تھے ابوعزیز بن عمیر کے ساتھ، نضر بن الحارث کے ساتھ اور طلحہ بن ابی طلحہ کے ساتھ ان سب کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا۔(۱)

مسلمانوں کا شعار: یَامَنْصُوْرُ اَمِتْ

شہداء کی تعداد: ۱۴ چودہ افراد۔ چھ کا تعلق مہاجرین سے تھا اور آٹھ انصار سے تعلق رکھتے تھے۔

مشرکین کے مقتولین کی تعداد: ستر ۷۰ افراد قتل کیے گئے

نازل شدہ آیتیں:

۱۔ سورۂ انفال ۲۔ سورۂ النساء، آیت ۷۷ اور ۷۸ ۳۔ سورہ الحج، آیت ۱۹

هٰذٰانِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ .

---

(۱): فی السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ ۲: ۳۶۸۔ لزینی دحلان میں ہے کہ سائب بن یزید لواء مشرکین کا حامل تھا جو امام شافعی کا پانچویں منزل میں باپ تھا۔

یہ دو گروہ ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔

سورۂ حج کی یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور عبیدہ بن الحارث، عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ اور اس کے بیٹے ولید بن عتبہ سے مصروف کارزار تھے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو لِلخصومة بين يَدَي الله، عزّ وجلّ.

میں پہلا شخص ہوں گا جو بارگاہ ربّ العزّت میں خُصومت کے لیے گھٹنے کے بل بیٹھوں گا۔ خصومۃ کے معنیٰ ہیں جھگڑا کرنا یعنی اللہ کے بارے میں دشمن سے جھگڑا کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ:

انَّ اَبَا ذَرٍّ كَانَ يُقْسِمُ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِمْ. (۱)

بے شک ابوذر قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت اُن کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ. (۲)

فرشتوں نے جب ان لوگوں کی روحیں قبض کیں جو اپنے نفوس پر ظلم ڈھا رہے تھے تو اُن سے دریافت کیا تم کس حال میں تھے؟

یہ آیت حارث بن زمعہ اور ابوالقیس بن فاکہ اور ابوقیس بن الولید اور علی بن اُمیہ بن خَلَف کے بارے میں نازل ہوئی اس لیے کہ وہ مسلمان ہوئے پھر ان کے آباء نے انھیں قید کر دیا پھر وہ آزمائے گئے پھر انھیں بدر کبریٰ میں قتل کر دیا گیا۔

سید جعفر مرتضیٰ عاملی فرماتے ہیں:

اور بہت سی دوسری آیتیں ہیں جو غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئیں جن میں امیر

---

(۱): صحیح البخاری ۵:۱۶۵

(۲): سورہ النساء:۹۷

المومنین علیہ السلام کی ثنا بیان ہوئی ہے۔تم مناقب بن شہرآشوب، ح۳،ص۱۸۸وغیرہ کی طرف رجوع کرو۔(۱)

غزوہ کے واقعات

جنگ کے اقتصادی اثرات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہدف یہ تھا کہ قریش کا اقتصادی محاصرہ کیا جائے تاکہ اُن کی عسکری طاقت بڑھنے نہ پائے اور درحقیقت وہ خود کو سپرد کردیں اسی وجہ سے جب بڑا تجارتی قافلہ روانہ ہوا تو رسول اللہؐ غزوۂ عشیرہ میں اس پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوئے جو اُن کے پہنچنے سے کچھ دنوں پہلے گزر گیا وہ اس قافلے کی نگرانی کرتے رہے یہاں تک کہ شام سے اس قافلے کی واپسی کا علم ہوا جو ابوسفیان کی قیادت میں آرہا تھا جس میں تیس یا چالیس افراد تھے اور یہ قافلہ قریش کے بڑے تجارتی قافلوں میں سے تھا جس میں مکّہ کے تمام باشندے شریک وسہیم تھے یہاں تک کہ یہ کہا گیا اس قافلے میں جو سامان تھا اس کی مالیت پچاس ہزار دینار تھی۔اور ابوسفیان مکّہ واپس آتے ہوئے نہایت خوف زدہ تھا خصوصاً جب وہ بدر کے قریب سے گذر رہا تھا۔لہٰذا وہ جس سے بھی ملاقات کرتا اس سے یہ پوچھتا تھا کہ رسول اللہؐ اور مسلمانوں کا کیا عالم ہے۔اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا کیا تمھیں محمدؐ کا کوئی جاسوس نظر آیا؟ اس لیے کہ خدا کی قسم مکّہ کے ہر قریش کے مرد اور عورت کا اس میں سامان موجود ہے، وہ بیس درہم کا ہو یا اس سے زیادہ اس نے ہمارے ساتھ روانہ کیا ہے۔

مجدی نے کہا: میں نے کسی اجنبی کو یہاں آتے ہوئے نہیں دیکھا مگر دو سوار اس مقام پر آئے تھے اور اس نے اشارہ کیا مُناخ بن عدی بن ابی الرغبا اور بسبس بن عمرو کی طرف جن کا تعلق جُہَنیٰ قبیلے سے تھا جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ کیا تھا تاکہ وہ بدر کے کنوئیں سے قافلے کی خبریں ان تک پہنچائیں۔

---

(۱): الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ۳: ۱۹۳

ابوسفیان آیا اور اس نے دونوں اونٹوں کی مینگنیوں کو لیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کیا تو اس میں سے گٹھلی نکلی تو اس نے کہا اس میں سے تو یثرب (مدینہ) کے چارے کی خوش بو آرہی ہے۔ یہ محمدؐ کے جاسوس ہیں تو اس نے قافلے کا رُخ تبدیل کر دیا اور اس سے کنارہ کش ہو گیا اور اس نے بدر کو اپنے بائیں طرف چھوڑ دیا۔(۱)

قریش کا خروج:

جب ابوسفیان کو پتا چلا کہ مسلمان اس کے قافلے کا سامنا اور مقابلہ کرنے کے لیے نکلے ہیں تو اس نے ضمضم ابن عمرو الغفاری کو اجرت پر حاصل کیا اور اسے مکّہ روانہ کیا تا کہ وہ قریش کو ان کے اموال کے بارے میں برانگیختہ کرے۔ جب ضمضم مکّہ پہنچا تو وہ اپنے اونٹ پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اونٹ کی ناک اور اس کے دونوں کان کاٹ دیئے اور اس نے اپنے کجاوہ کو پلٹ دیا اور اپنی قمیض پھاڑ ڈالی اور چیخنا شروع کیا: اے قریش کے لوگو! دہائی ہے دہائی ہے جو تمھارے مال ابوسفیان کے ساتھ تھے محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں نے اسے ہتھیانے کی کوشش کی ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ تم تک سلامتی کے ساتھ پہنچے گا۔ مدد کو آؤ، مدد کو آؤ۔(۲)

قریش نے جب ضمضم کی اس فریاد کو سنا تو وہ باہر نکل آئے اور اشراف قریش میں سے کوئی باقی نہ بچا سوائے ابولہب کے اس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روانہ کر دیا اس قرض کے عوض جو ابولہب کا چار ہزار درہم اس کے ذمّے تھا۔ جب قریش اپنی تیاری مکمل کر چکے اور روانگی کے لیے اکھٹے ہوئے تو انھیں یاد آیا کہ جو اُن کے اور بنی کنانہ کے درمیان جنگ کے بارے میں معاہدہ تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ ہمارے

---

(۱): اللہ عدی اور بسبس کی مغفرت کرے ان دونوں پر لازم تھا کہ وہ ہر اس علامت کو مخفی رکھتے جو ان کی جانب راہنمائی کرتی ہوتا کہ دشمن ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں ناکام رہتا اگر وہ اس پر عمل کرتے تو ابوسفیان اور قافلہ اور افراد قافلہ جس میں ابن النابغہ عمرو بن العاص بھی تھا رسول اللہؐ کے قبضے میں ہوتے۔

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲:۲۶۰

پیچھے نہ آجائیں لیکن سراقہ بن مالک بن جشعم مدلجی جو اشراف بنی کنانہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے کہا کہ میں تمھیں اس بات سے پناہ دیتا ہوں کہ کنانہ تمھارے پیچھے اُس امر کے لیے آئیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔

وہ لوگ تیز تیز بدر کی جانب روانہ ہوئے، اور جب ابوسفیان کو یقین ہوگیا کہ قافلہ اب نجات پا گیا ہے تو اس نے قریش والوں کی طرف قیس بن اِمرئ القیس کو روانہ کیا انھیں مطلع کرتے ہوئے کہ قافلہ صحیح سالم ہے اور اس نے انھیں واپس لوٹ جانے کا حکم دیا وہ لوٹنے والے ہی تھے کہ ابوجہل نے بدر تک جانے کا اصرار کیا تا کہ وہ مسلمانوں سے قتال کرے۔ وہ اس طرح گویا ہوا: خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ بدر تک پہنچ جائیں، ہم وہاں تین دن قیام کریں گے۔ہم اونٹ اور بکری ذبح کریں گے، ہم کھانا کھلائیں گے اور ہم شراب پلائیں گے اور گانے والیاں گانے گائیں گی اور عرب ہمارے بارے میں سنیں گے اور ہمارے سفر سے آگاہی حاصل کریں گے اور ہمارے اجتماع سے واقف ہوجائیں گے تو وہ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ہم سے ڈرتے رہیں گے۔مگر بنی زُہرہ اور بنی عدی بن کعب مکّہ کی جانب واپس چلے گئے اور ان کے ساتھ طالب بن ابوطالب بھی واپس چلے گئے۔

عباس بن عبدالمطلب کا موقف:

یہ جانے والوں میں شامل تھے بلکہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنھوں نے جیش مشرکین کے طعام کا اہتمام کیا تھا جب وہ بدر کی جانب روانہ ہو رہے تھے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کریں اور اُن سے نہ تو کوئی جملہ نکلا نہ کوئی ایسا موقف نظر آیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ وہ جنگ کو ناپسند کرتے تھے یا جیشِ مشرکین کے ساتھ جانے سے انھیں کوئی دلچسپی نہ ہو باوجود یکہ وہ اپنی حیثیت سے جو انھیں قریش میں حاصل تھی اور وہ جو اثر ورسوخ رکھتے تھے اس سے مکمّل فائدہ حاصل کر رہے تھے جب کہ ہم ان کے علاوہ دوسروں کو دیکھتے ہیں جیسے عتبہ بن ربیعہ اور حکیم بن حزام اور ان کے علاوہ دیگر افراد جنھوں نے پوری

کوشش کی کہ وہ مکّہ واپس چلے جائیں اور مسلمانوں سے متصادم نہ ہوں۔ ان کا مقصد پہلے کی عصبیت کو دور کرنا یا اس کے علاوہ کسی اور امر کی مدافعت تھی بلکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اخنس بن شُریق بنی زُھرہ کو یہ مشورہ دے رہا تھا کہ وہ واپس لوٹ جائیں، وہ سب کے سب واپس لوٹ گئے سوائے دو افراد کے جنھوں نے بدر کا مشاہدہ کیا اور وہاں قتل کیے گئے۔ اور یہ یعنی عباس بن عبد المطلب جنگ کرنے پر اسی طرح مصر تھے جس طرح مشرک قائدین یعنی ابوجہل اور نوفل بن خویلد وغیرہ جنگ کے لیے اصرار کر رہے تھے۔

مسلمانوں کا خروج:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو قافلے کی طرف خروج کے لیے آمادہ کیا، لوگ تو تیار ہو گئے لیکن ان میں سے بعض کو خوف لاحق ہوا اور کچھ کو ناگوار گزرا۔ سیرت نگاروں کا بڑا گروہ یہ کہتا ہے کہ اکثر اصحاب نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں آنے میں تاخیر سے کام لیا اور ان کے خروج کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اس بارے میں بہت سی باتیں اور اختلافات سامنے آئے ہیں اور بہت سے صاحبانِ نیّت اور صاحبانِ بصیرت پیچھے رہ گئے وہ یہ نہ سمجھے کہ قتال ہوگا بلکہ ان کے نزدیک یہ خروج تو محض مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے تھا۔ اگر وہ یہ سمجھ لیتے کہ قتال ہوگا تو وہ ہرگز پیچھے نہ رہتے۔(۱)

اور واقدی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثریت نے بدر کے لیے جانا پسند نہیں کیا انھوں نے کہا کہ ہماری تعداد کم ہے۔ میری رائے میں خروج نہیں ہونا چاہیے یہاں تک کہ اس بارے میں بہت زیادہ اختلاف رونما ہوا۔(۲)

اور اللہ تعالیٰ نے اس جانب اپنے اس قول سے ارشارہ کیا ہے:

كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

(۱): جیسا کہ مغازی واقدی میں ۱، ۲۰ اور ۲۱ پر ہے۔ سیرت حلبیہ ۲: ۱۴۳۔ السیرت النبویہ لابن ہشام ۲: ۲۵۸

(۲): مغازی واقدی ۱: ۱۳۱

لَكَارِهُونَ . يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ.(۱)

''مال غنیمت کی صورت بھی ویسی ہی ہے جیسے آپ کے رب نے آپ کو حق کے ساتھ گھر سے باہر نکالا تھا اور مومنین کے ایک گروہ پر یہ گراں گزر رہا تھا اور حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی یہ آپ سے جھگڑا کر رہے تھے گویا انھیں موت کی طرف ہنکایا جا رہا ہے اور وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔''

لہٰذا ان لوگوں کی بہت بڑی تعداد جو مدینہ میں باقی رہ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ نہیں ہوئے تھے انھوں نے خروج کو ناپسند کیا تھا اس لیے کہ وہ یہ جانتے تھے کہ قریش کے ساتھ لامحالہ جنگ و جدال ہوگی اور اسی وجہ سے انھوں نے پیچھے رہ جانے والے ہر گروہ کے لیے ایک عذر تراش لیا تھا لہٰذا وہ متخلّفین (پیچھے رہ جانے والے) کے ایک گروہ کا دفاع کر رہے تھے جیسے اُسَید بن حُضَیر اس کی معذرت بیان کی جا چکی ہے۔(۲)

ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں کہا ہے: اور جو پیچھے رہ گیا تھا وہ ان سے آ کر نہیں ملا اس لیے کہ وہ قتال کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے بس ان کا مقصد تو قافلے تک رسائی حاصل کرنا تھا۔(۳)

اور یہ اُس کے منافی ہے جسے آیتِ کریمہ بیان کر رہی ہے اور جسے واقدی نے بیان کیا ہے۔

اور انھوں نے کہا کہ عثمان بن عفان نے کیوں تخلّف کیا؟ اس لیے کہ رسول اللہ

---

(۱): سورہ الانفال: ۵، ۶

(۲): یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے مقربین میں سے تھا اس لیے کہ اس نے خلافت کو مقدم جانا ان لوگوں کے مطابق جو سقیفہ میں ابوبکر کی حمایت کر رہا تھا یہ ابوبکر کی طرف مائل ہوا ان کی بیعت کی اور اوس نے اس کا اتباع کیا تو اس طرح ابوبکر کی شوکت وطاقت میں اضافہ ہو گیا اور وہ خلافت پر غالب ہو گئے۔

(۳): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تخلّف کا حکم دیا تھا تا کہ وہ اپنی زوجہ رقیہ کی تیمارداری کریں اور مالِ غنیمت میں سے ان کا حصّہ بھی دیا تھا اور اجرت بھی دی تھی بلکہ انھیں غزوۂ بدر کے شرکاء میں قرار دیا تھا اور ہم نہیں جانتے کہ جب یہ عظیم فضیلت حضرت عثمان بن عفّان کو حاصل تھی تو پھر عبدالرحمٰن بن عوف انھیں کس طرح شرم دلا رہا تھا کہ وہ بدر سے غائب رہنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھے خلافت عثمان کے دوران دنیاوی معاملات کے امور میں جب ان دونوں کے مابین اختلاف رونما ہوا تھا۔

ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے عبدالرحمٰن سے ملاقات کے بعد کہا تھا:

مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے امیر المومنین عثمان سے جفا کی ہے، تو عبدالرحمٰن نے اس سے کہا تم اسے مطلع کر دو کہ میں عینین کی جنگ یعنی غزوۂ احد میں بھاگا نہیں تھا اور نہ ہی غزوۂ بدر کے موقع پر پیچھے رہ گیا تھا۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف بھی غزوۂ اُحد کے روز فرار کرنے والوں میں شامل تھا البتہ عثمان کا فرار کرنا اور تین روز کے بعد واپس آنا شہرت پا گیا تھا کہ لوگوں کی زبان پر جاری تھا اور دیگر فرار کرنے والوں سے زیادہ یہ بات پھیل گئی تھی۔

اور جس گھڑی عثمان نے عبداللہ بن مسعود کو کوفہ سے بھگا دیا تھا اور وہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور اس وقت عثمان مسجد میں خطبہ دے رہے تھے اور یہ عثمان کی خلافت کا زمانہ تھا جب عثمان نے انھیں دیکھا تو کہا: تمھارے پاس برائی سے مملو رینگنے والا جانور آ گیا ہے جو اپنے کھانے کی طرف چل کر جاتا ہے اسے بچا کر رکھتا ہے اور فضلے کے ذریعے نکال دیتا ہے۔

تو ابن مسعود نے اُس سے کہا تھا میں ایسا نہیں ہوں میں غزوۂ بدر اور بیعت رضوان کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔(۱)

یعنی وہ عثمان کے سامنے اس بات کا اظہار کر رہا ہے کیوں کہ وہ اِن دونوں موقعوں پر

(۱): تاریخ یعقوبی ۲: ۱۷۰۔ وشرح النہج ۳: ۴۳

غائب تھے۔

مزید برآں یہ ہے کہ عثمان کا رویّہ ان کی بیوی رقیّہ کے ساتھ اچھا نہیں تھا بلکہ بہت بُرا تھا اور انھیں ان کی بیماری کی وجہ سے زیادہ فکر بھی نہیں تھی بلکہ معاملہ بالعکس تھا اور یہی ان کی وفات کا سبب بنا تھا یہاں تک جس شب میں رقیہ کا انتقال ہوا تھا وہ اپنی کنیز کے ساتھ سوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں رُقَیَّہ کی قبر میں اترنے سے روک دیا تھا۔

اور انھوں نے کہا: طلحہ کے پیچھے رہ جانے کے بارے میں جو خلیفہ ابوبکر کے ابن عم تھے اور سعید بن زید کے تخلّف کے بارے میں جو عمر بن الخطّاب کے فرزند عم تھے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو روانہ کیا تھا کہ وہ قافلے کی خبر سے انھیں مطلع کریں وہ دونوں نبی اکرمؐ کے بدر کی جانب روانہ ہوجانے کے بعد آئے۔

جب وہ دونوں نبی اکرمؐ کی جانب روانہ ہونے کے لیے نکلے تو انھوں نے نبی اکرمؐ کو بدر سے واپس آتے ہوئے دیکھا۔ نبی اکرمؐ نے مالِ غنیمت میں سے ان دونوں کا حصّہ مقرر فرمایا۔

لیکن کیا یہ بات عقل میں آتی ہے؟ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلحہ اور سعید بن زید کو اس مُہم کے لیے روانہ کریں، جب کہ وہ دونوں ابوسفیان کے جانے پہچانے لوگ تھے اور تمام قبیلوں کے لوگ ان دونوں سے آشنا تھے، کہ یہ دونوں قافلے والوں کی جاسوسی کریں۔ اس لیے کہ بدیہی امر ہے کہ معلومات فراہم کرنے کے لیے اور اطّلاعات مہیّا کرنے کے لیے انھیں معین کرنا چاہیے تھا جو ابوسفیان اور دیگر قافلے والوں کے لیے غیر مانوس ہوں تاکہ وہ آسانی سے اس مہم کی جملہ معلومات اور اطّلاعات اس انداز میں فراہم کردیں کہ یہ بات کاروان والوں کو پتا نہ چلے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملہ کو نہیں سمجھا اور اس معاملے کی جاسوسی کے لیے طلحہ اور سعید بن زید کو روانہ کردیا جس میں وہ دونوں ناکام رہے۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ نبی اکرمؐ نے انھیں ابھی ابھی روانہ کیا تھا، کہ وہ معرکہ کے اختتام اور قافلے کی روانگی اور محفوظ رہ جانے کے بعد تشریف لائے۔

یہ بھی اضافہ فرمالیجئے کہ بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ یہ دونوں تجارت کی غرض سے

شام کی جانب گئے ہوئے تھے اور اس وقت واپس آئے جب نبی اکرمؐ غزوۂ بدر سے مراجعت فرما چکے تھے۔ اور نبی اکرمؐ نے ان دونوں کی واپسی کے بعد غزوۂ بدر کے مال غنیمت میں ان کا حصّہ مقرر فرمایا۔ جس طرح کچھ مؤرخین نے اس امتیاز کی نفی کی ہے بلکہ انھوں نے یہ بات صرف حضرت عثمانؓ کے لیے ثابت کی ہے جس طرح انھوں نے کہا: ''آنحضرتؐ نے غزوۂ بدر کے موقع پر صرف حضرت عثمانؓ کے لیے سہم مقرر فرمایا اور ان کے علاوہ جو دیگر افراد اس غزوہ سے غائب رہے تھے ان کے لیے کوئی حصّہ مالِ غنیمت میں سے مقرر نہیں فرمایا تھا۔ اس کی روایت کی ہے ابوداؤد نے ابن عمرو سے خطّابی نے کہا کہ یہ حضرت عثمان کے لیے مخصوص تھا اس لیے کہ وہ رسول اکرمؐ کی صاحبزادی کی تیمار داری کررہے تھے۔(۱)

مسلمانوں کی بدر کی جانب روانگی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۂ منورہ سے ۸ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۶۲۴ء کو روانہ ہوئے اور مدینۂ منورہ میں ابولبابہ اور عمرو بن امّ مکتوم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور اس غزوہ کا پرچم امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سُپرد کیا اور اُن کی روانگی کی یہ صورت تھی:

۱:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اطّلاع فراہم کرنے والی جماعت پہلے روانہ کی تھی جو مرکب تھی: بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباء جُہَنِیُ سے تاکہ تجارتی قافلے کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔

۲:۔ لشکر جو دو فوجی دستوں پر مشتمل تھا۔ مہاجرین کا دستہ اور انصار کا دستہ۔

۳:۔ سب سے آخر میں اور لشکر کے پچھلے حصّے پر قیس بن ابی صعصعہ کو مقرر کیا تھا۔(۲)

---

(۱): السیرۃ الحلبیہ ۲:۱۸۵

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲:۲۶۴

مَسِیْرُ الْاِقْتِرَاب: (۱) قریب آنے یا وعدہ پورا ہونے کا سفر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینۂ منورہ سے بدر کا جو راستہ اختیار کیا وہ مدینہ کا پہاڑی راستہ تھا پھر عقیق سے گزرے، پھر ذی الحُلَیْفَہ اِس کے بعد ذات الجیش پھر تُربان سے گزر رہوا پھر مَلَل گئے پھر اس کے بعد مَرَینین سے غمیس الحمام روانہ ہوئے پھر یمام کی چٹانوں سے گزرے پھر سیالہ گئے پھر فجّ الروحاء اور اس کے بعد شَنُوکَہ سے ان کا گزر رہوا اور یہ سیدھا راستہ ہے۔ جب وہ عرق الضّبیہ پہنچے تو ان کی ملاقات ایک دیہاتی بدّو شخص سے ہوئی اس سے قریش کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس سے کچھ پتا نہ چلا تو مسلمانوں نے اس سے کہا کہ تم اللہ کے رسولؐ کو سلام کرو۔ اس نے کہا کہ کیا تمھارے درمیان رسول اللہؐ ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ اس نے آنحضرتؐ کو سلام کیا، پھر کہا کہ اگر آپ اللہ کے رسولؐ ہیں تو مجھے بتلایئے کہ میرے اس ناقے کے شکم میں کیا ہے؟ سلمہ بن سلامہ بن وقش (۲) نے اس سے کہا کہ تم رسول اللہؐ سے سوال نہ کرو میرے پاس آؤ میں تمھیں بتلاتا ہوں کہ اس کے شکم میں کیا ہے؟ تم نے اس سے جفتی کی ہے لہٰذا اس ناقے کے بطن میں تمھارا بچّہ ہے (سخلہ ہے) سخلہ بکری کے بچے کو کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے کہا ذرا رکو آرام سے، تم نے اس شخص سے فحش بات کی ہے؟ اور آپ نے سلمہ سے رُخ پھیر لیا۔

اور رسول اللہؐ بئر روحا (روحا کے کنویں) پر اُترے پھر آپ نے وہاں سے کوچ کیا اور رواپسی کے مقام پر آ گئے اور آپ نے مکّہ کا راستہ اپنے بائیں جانب چھوڑ دیا اور آپ دائیں جانب نازیہ پر روانہ ہوئے اور آپ بدر کا قصد کیے ہوئے تھے۔ آپ اس کے ایک

---

(۱): مسیرۃ الاقتراب: دارالحکومت سے ہدف تک متحرک ہونا لہٰذا مسلمانوں نے دارالحکومت مدینہ سے بدر کی طرف جو پیش قدمی کی اسے مسیرۃ الاقتراب کہتے ہیں۔

(۲): یہ حکمران ٹولے کے مقربین میں سے تھا جنھوں نے وحی و نبوت و امامت کے گھر پر حملہ کیا تھا۔ (معالم المدرستین ۱:۱۲۶)

حصّے تک پہنچے پھر جب آپ صفراء کے قریب پہنچے تو آپ نے پہلے بدر کی جانب ایک مخبر ٹولے کو روانہ کیا پھر آپ نے وہاں سے کوچ کیا اور صفراء تک پہنچ گئے۔ یہ ایک قریہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے جسے آپ نے اپنے بائیں جانب چھوڑ دیا اور دائیں جانب روانہ ہوئے، ایک وادی کی طرف جسے ''ذَفران'' کہا جاتا تھا۔ وہاں پر آپ کو اطّلاع ملی کہ قریش اپنے قافلے کی مدد کرنے کے لیے مکّہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا جنگ کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قریش کے امر سے مطّلع ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسولؐ اللہ کہ یہ لوگ قریش اور اُن کے خود پسند لوگ ہیں، یہ کفر کے بعد ایمان نہیں لائے اور جب سے انھیں طاقت میسّر آئی ہے انھوں نے کبھی شکست نہیں کھائی ہے یہ لوگ جنگ کی خاطر اس صورت سے کبھی نہیں نکلے (آخری جملے میں نبیؐ سے مخاطب ہوئے)۔ رسول اللہؐ نے اُن سے فرمایا: بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے پھر فرمایا: مجھے مشورہ دو تو عمر بن الخطّاب کھڑے ہوئے اور انھوں نے بھی ابوبکر جیسی ہی باتیں کیں۔ نبی اکرمؐ نے انھیں بھی بیٹھنے کے لیے کہا اور وہ بیٹھ گئے۔(۱)

---

(۱): سابقہ کلام کو واقدی، حلبی اور زینی دحلان نے صرف عمر بن الخطّاب سے منسوب کیا ہے اور ابوبکر کے بارے میں یہ کہا کہ انھوں نے اچھی بات کی تھی جب کہ کچھ مؤرخین نے شیخین (ابوبکر و عمر) کے قول کو نقل نہیں کیا البتہ یہ کہا ''قالا فاحسنا'' ان دونوں نے اچھی بات کہی اگر ان کی گفتگو میں کچھ خیر ہوتی تو وہ ذکر کرتے اور اگر ان کی فضیلت کا اظہار ہو رہا ہوتا تو اسے بیان کرتے بلکہ ہمیں تو اس امر کا یقین ہے کہ کلام متقدم سے بزدلی، رسوائی اور شکست کی بو آتی ہے یہی ان دونوں کا کلام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور حضرت عمر بن الخطّاب کے کلام کو زینی دحلان نے سیرۃ نبویہ و آثار محمدیہ میں ذکر کیا ہے ۱: ۲۷۳۔ واقدی کے اپنے مغازی میں ۱: ۴۸، ۴۹۔ امتاع الاسماع مقریزی ۱: ۷۴، ۷۵۔ شرح النہج ۱۴: ۱۱۲۔ صحیح مسلم ۳: ۱۴۰۴۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے گفتگو کی تو رسولؐ نے منہ پھیر لیا اور جب حضرت عمرؓ نے بات کی تو رسولؐ نے منہ موڑ لیا۔

پھراس کے بعد مقداد بن عمرو البہرانی کھڑے ہوئے انھوں نے کہا یارسول اللہؐ: آپ وہ کیجئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو بتلا دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم آپ سے ہرگز وہ نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ.(۱)

آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور دونوں اس سے قتال کریں ہم تو بس یہیں بیٹھے ہیں۔

البتہ ہم یہ کہیں گے آپ تشریف لے جائیے آپ کا رب آپ کے ساتھ ہو اور آپ ان سے قتال کیجئے ہم آپ دونوں کے ساتھ قتال میں شرکت کریں گے۔ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ یمن یا اس سے دور دراز علاقے تک جائیں گے ہم اس وقت بھی آپ کے ساتھ مل کر جدال کریں گے یہاں تک کہ آپ وہاں تک رسائی حاصل کرلیں۔

یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور اور منوّر ہو گیا اور آنحضرتؐ نے اس کے لیے دُعا فرمائی اور اس امر سے بے حد مسرور ہوئے۔

سید جعفر مرتضیٰ عاملی فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کو مقدادؓ کی گفتگو سن کر خوشی میسّر آئی اور اُنھیں دُعا دینا اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ ان دونوں اصحاب (ابوبکر وعمر) کی گفتگو اس سے مطابقت نہیں رکھتی تھی، نبی اکرمؐ مشورے سے جو ہدف حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور بلاشبہ مقداد کا مشورہ درست صحیح اور مبنی بر عقل تھا اور ان اہداف کا حامل تھا جنھیں رسول اللہؐ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ نبی اکرمؐ کو اسی بات کی توقع تھی اور ان کا مقصد یہاں تک پہنچنا اور اس کا حاصل کرنا تھا اسی وجہ سے مقدادؓ نبی اکرمؐ کی تعریف وتوصیف اور اُن کی دُعاؤں کے حق دار بنے۔(۲)

---

(۱): المائدہ: ۲۴

(۲): الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ۳: ۱۷۷

رسول اکرمؐ نے انصار کی جانب توجّہ مبذول کی:

پھر فرمایا: اے لوگو! تم مجھے مشورہ دو۔ آپ ان الفاظ سے انصار سے خطاب فرما رہے تھے اس لیے کہ وہ لشکر کے غالب آجانے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، اس لیے کہ جب انھوں نے عقبہ (گھاٹی) میں آنحضرتؐ کی بیعت کی تھی یہ کہا تھا: ''یارسولؐ اللہ ہم آپ کی ضمانت سے اس وقت تک بری ہیں جب تک آپ ہمارے علاقے تک نہیں آجاتے جب آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں گے تو اس کے بعد ذمّہ داری لیتے ہیں کہ ہم آپ کا دفاع کریں گے جس طرح ہم اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہؐ کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں انصار یہ نہ سمجھ رہے ہوں کہ ہم پر تو آنحضرتؐ کی نصرت اسی وقت لازم ہے جب کوئی دشمن مدینہ منورہ آ کر ان پر حملہ آور ہو جائے۔(۱)

جب انصار نے یہ محسوس کیا کہ رسول اکرمؐ ان کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ آپ کیا ہم سے مخاطب ہیں اور ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: بے شک

تو سعد بن معاذ نے فرمایا: یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں ہم آپ پر ایمان لائے، ہم نے آپ کی تصدیق کی اور اس امر پر ہم نے عہد و پیمان کیا کہ ہم آپ کا ہر حکم تسلیم کریں گے۔ یارسولؐ اللہ آپ نے جس کام کا ارادہ کیا ہے اسے انجام دیجیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمارے سامنے اس سمندر کو رکھیں گے تو ہم آپ کے ساتھ اس میں بھی گھس جانے کے لیے تیار ہوں گے۔ ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور ہم اس بات کو ناپسند نہیں کریں گے کہ ہمارا دشمن ہم سے کل ملاقات کرے، بے شک ہم جنگ وجدال میں ڈٹ جانے والے لوگ ہیں اور مڈبھیڑ کے وقت سخت ہیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ ہم سے ایسا کچھ عمل انجام دلا دے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ خداوند عالم کی برکت کے

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲:۲۶۷

سہارے ہمارے ساتھ روانہ ہو جایئے۔

نبی اکرمؐ یہ جواب سن کر شادمان ہو گئے اور انھیں روانگی کا حکم دیا اور انھیں مطّلع فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو میں سے ایک گروہ کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا پھر فرمایا: خدا کی قسم میں اب قوم کی مڈبھیڑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ بدر کے ایک نزدیکی راستے پر پڑاؤ ڈال دیا۔

مشرکین کی قوّت کے بارے میں معلومات فراہم کرنا اور ان کا محل وقوع

مسلمانوں کا لشکر جب بدر کے قریب پہنچ گیا تو اس کے بعد آنحضرتؐ سوار ہوئے اور اُن کے ساتھ اصحاب میں سے ایک شخص تھا۔ ابن ہشام نے کہا کہ وہ ابوبکر تھے۔ یہاں تک کہ وہ عرب کے ایک شخص کے پاس رک کر اس سے، قریش کے بارے میں، محمدؐ اور اُن کے اصحاب کے بارے میں جو بھی اطّلاعات اس تک پہنچی ہیں اس سے دریافت کیں۔ اس نے ان دونوں سے کہا میں تمھیں نہیں جانتا، جب تک تم دونوں اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟ نبی اکرمؐ نے اس سے کہا کہ اگر تم ان کے بارے میں بتاؤ گے تو ہم بتا دیں گے کہ ہم کون ہیں؟ اس نے کہا اس کے بدلے یہ ہوگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔

تو شیخ نے کہا: مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب فلاں دن روانہ ہوئے ہیں اگر بتانے والے نے سچ کہا ہے تو انھیں فلاں مقام پر ہونا چاہیے یعنی جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش فلاں روز روانہ ہوئے ہیں۔ تو مجھے جو اطلاع ملی ہے اگر درست ہے تو قریش کو فلاں جگہ پر ہونا چاہیے یعنی وہ جگہ جہاں پر قریش تھے۔(۱)

اور اس گفتگو سے آنحضرتؐ کو پتا چل گیا کہ قریش ان سے کافی قریب ہیں۔

پھر شیخ کے سوال کے جواب میں کہا: ''نحن من ماء''۔ ہمارا تعلق پانی سے ہے۔

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲: ۲۶۷، ۲۶۸

اور وہ وہاں سے روانہ ہو گئے اور شیخ حیرت میں پڑ گیا کہ پانی سے کیا مراد ہے، کیا اس کا تعلق عراق کے پانی سے ہے؟ اور اسی طرح رسول اللہؐ نے اسے اپنی اصلیت اور حقیقت کے بارے میں نہیں بتلایا تا کہ قریش کو مسلمانوں کے محلّ وقوع کا علم نہ ہو۔ اور جس وقت نبی اکرمؐ اپنے اصحاب کے پاس واپس آئے تو آپ حضرت علی علیہ السلام کی قیادت میں ایک مُخبر ٹولی بھیجی اور اُن کے ساتھ زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص اور کچھ دیگر مسلمانوں کو روانہ کیا تا کہ وہ قریش کی طاقت اور ان کی رہائش کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔(۱)

یہ فوجی ٹولہ بدر کے کنویں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے قریش کے دو غلام گرفتار کر لیے اور انھیں لے کر رسول اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں سے رسول اللہؐ نے گفتگو کی اور ان کی باتوں سے پتا چلا کہ قریش اس ٹیلے کے پیچھے ہیں ''بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی'' وادی کے دور محاذ پر، پھر آنحضرتؐ نے اُن سے ان کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا تو ان دونوں نے جواب دیا کہ وہ بہت زیادہ ہیں اور صحیح تعداد سے آگاہ نہیں کیا تو آنحضرتؐ نے سوال کیا کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ نحر کرتے ہیں تو دونوں نے جواب دیا کہ کبھی ایک دن میں نو اونٹ اور کبھی دس اونٹ نحر کرتے ہیں تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اُن کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔ پھر آنحضرتؐ کو ان غلاموں کی زبانی پتا چلا کہ اشراف قریش سب کے سب اس لشکر میں موجود ہیں تو آپ نے اصحاب سے کہا :

هٰذِهِ مَكَّةُ قَدْ اَلْقَتْ اِلَيْكُمْ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا.

یہ مکّہ ہے جس نے مکّہ کے جگر پاروں کو تمھاری طرف ڈال دیا ہے۔

مشرکین کی بدر تک رسائی:

مشرکین بدر کے کنوؤں تک پہنچ کر وادی کے دور محاذ پر اتر پڑے (وادی کے اس طرف جو مکّہ سے متصل ہے) جس طرف پانی تھا اور ان کے پڑاؤ کی جگہ سخت تھی اور مسلمان ''اَلْعُدْوَةُ الدُّنْیَا''، نشیبی وادی، وادی کا وہ حصّہ جو مدینہ کی جانب تھا جہاں پر پانی

---

(۱): السیرة النبویہ لزینہ دحلان ۱: ۳۷۴۔ الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۵

نہ تھا اور جہاں پر زمین نرم تھی جس پر پاؤں جمتے نہ تھے۔تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بارش برسادی جس نے زمین کو تر کر دیا تا کہ اس پر قدم جم سکیں اور یہ قول ربّ العزت ہے:

اِذۡ یُغَشِّیۡکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنۡہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیۡکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَہِّرَکُمۡ بِہٖ وَیُذۡہِبَ عَنۡکُمۡ رِجۡزَ الشَّیۡطٰنِ وَلِیَرۡبِطَ عَلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَیُثَبِّتَ بِہِ الۡاَقۡدَامَ.(۱)

وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے اپنی جانب سے اطمینان دلانے کے لیے تم پر نیند طاری کر دی اور وہی تمھارے لیے آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ تمھیں اس کے ذریعے پاکیزہ بنائے اور شیطان کی گندگی کو تم سے دور کر دے اور تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمھیں ثابت قدم بنائے۔

جہاں تک مشرکین کے جائے قیام کا تعلّق تھا تو وہ بارش کی وجہ سے کیچڑ میں تبدیل ہو گیا اور فوجی اعتبار سے نا درست تھا مزید برآں انھیں شدید ڈر بھی تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا یہاں تک کہ سنا گیا کہ منبہ بن الحجاج جو مشرکین میں سے ایک قائد تھا وہ ڈرا سہا یہ کہہ رہا تھا۔(۲)

لَمۡ یَتۡرُکِ الۡجُوۡعُ لَنَا مَبِیۡتاً لَا بُدَّ اَنۡ نَمُوۡتَ اَوۡ نُمِیۡتَا

بھوک نے ہمیں رات بسر کرنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔بس اب تو یہ لازم ہو گیا ہے کہ ہم مر جائیں یا ہمیں مار دیا جائے۔

مقابلہ کا آغاز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صبح کی تو اپنے لشکر کو لڑائی کے لیے منظّم اور مرتّب کیا اور اس کا پرچم علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس تھا اور جب نبی اکرمؐ نے مشرکین کو دیکھا تو فرمایا:

---

(۱): سورۃ الانفال:۱۱

(۲): شرح النہج للمعتزلی ۱۴:۱۱۷

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ قُرَیْشٌ قَدْ اَقْبَلَتْ بِخُیَلَاۗئِہَا وَ فَخْرِھَا تُحَادُّكَ وَ تُكَذِّبُ رَسُوْلَكَ اَللّٰھُمَّ فَنَصْرُكَ الَّذِیْ وَعَدْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ اَحِنْھُمُ الْغَدَاةَ.

اے اللہ یہ قریش اپنے شہسواروں کو لے کر نہایت فخر کے ساتھ آئے ہیں تجھے غضب ناک کر رہے ہیں اور تیرے رسول کو جھٹلا رہے ہیں۔ یا اللہ وہ نصرت درکار ہے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ یا اللہ آج کے دن انھیں ذلیل ورسوا کر دے۔

پھر رسول اللہ ﷺ جنگ کے لیے آمادہ ہوئے، پھر اپنے اصحاب کو صفوں میں مرتب کرنے لگے یہاں تک کہ آپ نے صف بندی کر دی اور اُن کے ہاتھ میں ایک تیر تھا جس کے ذریعہ وہ اپنے اصحاب کو ہموار کر رہے تھے جب کہ وہ انھیں بہادری دلا رہے تھے اور قتال میں صبر کرنے پر ابھار رہے تھے۔ پھر آپ نے انھیں تین حصّوں میں بانٹ دیا۔ ایک گروہ آگے آگے تھا جنھوں نے نیزے اٹھا رکھے تھے اور ایک گروہ درمیان میں تھا اور وہ تیر انداز تھے اور تیسرا گروہ پیچھے تھا جو تلواروں سے حملہ کرنے والے لوگ تھے پھر آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ ان تلواروں کو اُس وقت تک نہ اٹھائیں جب تک آنحضرت ﷺ انھیں اِس بات کا حکم نہ دیں اور ان لوگوں سے فرمایا کہ اگر قوم تمھیں گھیر لے تو تم انھیں تیروں کے ذریعے خود سے دور کرو۔

جہاں تک مشرکین کا تعلّق ہے تو وہ معرکہ کارزار میں خوف زدہ، مرعوب ہوکر داخل ہوئے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد اور ان کی تیاری زیادہ ہے۔ مگر وہ کسی خاص قیادت کے بغیر تھے اور ان کا کوئی نگہ بان نہ تھا۔ وہ قتال کو فرداً فرداً جاری کرنا چاہتے تھے جماعت کی صورت میں نہیں۔ جب انھوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو انھوں نے عمیر بن وھب جمحی کو مسلمانوں کے لشکر کی جانب روانہ کیا تاکہ وہ ان کی تعداد اور اُن کی تیاری کا اندازہ لگائے پھر وہ وادی میں مسلمانوں کے پیچھے سے گزرا یہاں تک کہ اس کو اطمینان ہوگیا کہ مسلمانوں کو کسی قسم کی مدد حاصل نہیں ہے۔ پھر وہ مشرکین کی طرف واپس آیا اور اس نے کہا تین سو افراد سے زیادہ یا کم تعداد ہوگی میں نے ان کی کوئی مدد اور نہ ہی کمیں گاہ دیکھی

ہے لیکن اے قریش کے لوگو! میں نے بلاؤں کو دیکھا ہے جو موت کو اٹھائے ہوئے ہیں اور مدینے کے پانی لانے والے جانور خون آلود موت کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ وہ ایسی قوم ہے جن کے پاس نہ کوئی رکاوٹ ہے اور نہ ہی پناہ گاہ سوائے ان کی تلواروں کے۔ خدا کی قسم میں نہیں دیکھتا ہوں مگر یہ کہ اگر اُن کا ایک شخص قتل کیا جائے گا تو تم میں سے بھی ایک شخص مقتول ہوگا اگر تمھاری جانب سے ان کے کافی لوگ مارے جائیں گے تو پھر اس کے بعد زندگی بہت دشوار ہو جائے گی لہٰذا اپنی رائے پر نظر ثانی کر لو۔(۱)

ابو جہل نے اسے دشنام دیا اور مسلمانوں کی کم تعداد کو دیکھ کر کہا: یہ تو ایک آدمی کی خوراک ہیں، اگر ہم ان کی طرف اپنے غلاموں کو بھیجیں گے تو وہ انھیں اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر لے آئیں گے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف یہ پیغام بھیجا: اے قریش کے لوگو! میں اس امر کو ناپسند کرتا ہوں کہ جنگ میں پہل کروں تم مجھے عربوں سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ، پس اگر میں سچّا ہوں تو تم میری نگاہوں میں عظمت کی بلندی پر ہو گے اور اگر میں جھوٹا ثابت ہوا تو عرب کے بدّ و میرے معاملے کے لیے کافی ہوں گے۔

جب عتبہ بن ربیعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیش کش سنی تو قریش کے لشکر کو لے کر واپس جانے کا ارادہ کیا تو ابو جہل نے اس پر بزدلی اور خوف کا الزام لگایا کہ وہ بنو عبد المطلب کی تلواروں سے ڈر گیا ہے۔ جب عتبہ تک ابو جہل کی یہ بات پہنچی تو اس نے کہا: وہ نالائق اور احمق عن قریب جان لے گا کہ بزدل اور خوف زدہ میں ہوں یا وہ ہے؟ (۲)

پھر وہ خود اور اس کا بھائی شیبہ اور اُس کا بیٹا ولید بن عتبہ جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور انھوں نے مسلمانوں سے لڑنے کی خواہش کی، ان کے مقابلے میں انصار کے تین افراد نکلے تو انھوں نے انصار سے کہا تم لوگ واپس چلے جاؤ ہم نے تمھارا قصد نہیں کیا ہے۔ پھر ان

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲: ۲۷۴

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲: ۲۷۵، ۲۷۶

میں سے ایک منادی نے ندا کی: اے محمدؐ آپ ہماری قوم کے وہ لوگ روانہ کریں جو ہمارے ہمسر ہوں، تو آنحضرتؐ نے ان کے مقابلے میں حمزہ بن عبدالمطلب اور اپنے بھائی علی بن ابی طالبؑ اور عبیدہ بن الحارث بن المطلب کو برآمد کیا اس لیے کہ ان سب کا تعلق آنحضرتؐ کے اہل سے تھا آنحضرتؐ غیر کے مقابلے میں خطرات کے موقع پر ان ہستیوں کو ترجیح دے رہے تھے اس لیے کہ یہ سب افراد شجاعت اور دلاوری میں ضرب المثل تھے۔ جب ان ہستیوں نے مشرکین سے اپنا تعارف کرایا تو جنگ کا آغاز ہوگیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ولید بن عتبہ کو قتل کر ڈالا، لیکن حمزہ اور شیبہ دونوں ایک دوسرے کی گردنوں سے لپٹ گئے، جب ان دونوں کے ہاتھوں میں تلواریں کُند ہوگئیں اور ٹوٹ گئیں تو مسلمانوں نے کہا: اے علیؑ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ کتّا کس طرح آپ کے چچا کو بھنبھوڑ رہا ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے اس پر حملہ کیا اور فرمایا: چچا جان آپ اپنا سر جھکائیں (اس لیے کہ حضرت حمزہؓ طویل القامۃ تھے) تو انھوں نے اپنا سر شیبہ کے سینے میں ڈال دیا تو اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے سر پر وار کیا اور اسے دو ٹکڑوں میں بانٹ دیا پھر وہ عتبہ کی طرف آئے پھر اُسے بھی موت سے ہم کنار کر دیا جب کہ اس نے عبیدہ بن الحارث کا پاؤں کاٹ دیا تھا۔ اس طرح امیر المومنین علیہ السلام تینوں کے قتل میں شریک ہوئے۔

اور جو اس طرف رہنمائی کرتا ہے وہ یہ قول ہے:

ا:۔ ابن ابی الحدید نے کہا یہ روایت موافق ہے امیر المومنین علیہ السلام کے قول سے جو آپ نے معاویہ کو خط میں تحریر فرمایا تھا:

وَ عِنْدِی السَّیْفُ الَّذِیْ اَعْضَضْتُ بِهِ اَخَاكَ وَ خَالَكَ وَ جَدَّكَ یَوْمَ بَدْرٍ.

اور میرے پاس وہی تلوار ہے جس سے میں نے غزوۂ بدر کے موقع پر تیرے بھائی (حنظلہ) اور تیرے ماموں (ولید) اور تیرے نانا (عتبہ) کے سر قلم کیے ہیں۔

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

قَدۡ عَرَفۡتَ مَوَاضِعَ نِصَالِهَا فِيۡ اَخِيۡكَ وَ خَالِكَ وَ جَدِّكَ وَ مَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ.(۱)

تم نے اپنے بھائی اپنے ماموں اور اپنے نانا کے بارے میں تلوار کی دھار اور نیزے کے بھالے کی جگہ کو جان لیا ہوگا اور یہ ظلم کرنے والوں سے کبھی دور نہیں ہوتا۔

۲:۔امام عالی مقام علیہ السلام نے دوسرا خط معاویہ کے نام لکھا جس میں تحریر فرمایا:

فَاَنَا اَبُوۡ حَسَنٍ قَاتِلُ جَدِّكَ وَ اَخِيۡكَ وَ خَالِكَ شَدۡخاً يَوۡمَ بَدۡرٍ وَ ذٰلِكَ السَّيۡفُ مَعِي وَ بِذٰلِكَ الۡقَلۡبِ اَلۡقَى عَدُوِّى مَا اسۡتَبۡدَلۡتُ دِيناً وَ لَا اسۡتَحۡدَثۡتُ نَبِيّاً وَ اِنِّي لَعَلَى الۡمِنۡهَاجِ الَّذِى تَرَكۡتُمُوۡهُ طَائِعِيۡنَ وَ دَخَلۡتُمۡ فِيۡهِ مُكۡرَهِيۡنَ.(۲)

میں (کوئی اور نہیں) وہی ابوالحسن ہوں کہ جس نے تمھارے نانا تمھارے ماموں اور تمھارے بھائی کے پرخچے اڑا کر بدر کے دن مارا تھا۔ وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اسی جگرے کے ساتھ اب بھی دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں، نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے اور نہ ہی کوئی نیا نبی بنایا ہے اور میں بلاشبہ اسی شاہ راہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا تھا اور پھر مجبوری کے عالم میں داخل ہوئے تھے۔

۳:۔حسّان بن ثابت نے عمرو بن عبدوُد عامری کی کیفیتِ قتل کے بارے میں کہا ہے:

وَ لَقَدۡ رَاَيۡتَ غَدَاةَ بَدۡرٍ عُصۡبَةً ضَرَبُوۡكَ ضَرۡباً غَيۡرَ ضَرۡبِ الۡمُحۡضَرِ

تم نے بدر کی صبح ایسی جماعت کو دیکھا ہوگا جنھوں نے تمھیں ایسی ضربت لگائی جو ضربت ہراول دستے کی ضرب کے علاوہ ہوتی ہے۔

---

(۱): بحارالانوار ۱۹: ۳۳۵۔ شرح النھج ۱۴: ۱۳۱

(۲): نہج البلاغہ: مکتوب ۱۰

بنی عامر کے کسی شخص نے اس کا جواب دیا ہے:

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ لَمْ تَقْتُلُوْنَنَا وَلَكِنْ بِسَيْفِ الْهَاشِمِيِّيْنَ فَافْخَرُوا

خانۂ خدا کی قسم تم نے جھوٹ کہا تم نے ہمیں قتل نہیں کیا لیکن ہاشمیوں کی تلوار سے اس بات پر فخر کرو۔

بِسَيْفِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ اَحْمَدَ فِي الْوَغٰى بِكَفِّ عَلِيٍّ نِلْتُمْ ذَاكَ فَاقْصُرُوْا

عبداللہ کے فرزندِ ارجمند احمدؐ کی تلوار میدانِ کارزار میں علیؑ کے ہاتھ میں لوگوں کو زخم کاری لگا رہی ہے اس جانب توجّہ مبذول کرو اور اسی پر اکتفا کرو۔

وَلَمْ تَقْتُلُوا عَمْرَو بْنَ وُدٍّ وَلَا ابْنَهُ وَ لٰكِنَّهُ الْكُفْوُ الْهِزَبْرُ الْغَضَنْفَر

عمرو بن عبدود اور اس کے بیٹے کو تم نے قتل نہیں کیا البتہ اسے قتل کرنے والا اس کا ہمسر میدانِ شجاعت کا شیر ببر ہے۔

عَلِيٌّ الَّذِي فِي الْفَخْرِ طَالَ ثَنَاؤُهُ فَلَا تُكْثِرُوا الدَّعْوٰى عَلَيْهِ فَتَفْجُرُوْا

علیؑ وہ ہیں کہ فخر ومباہات کے موقع پر ان کی تعریف وتوصیف نہایت طویل ہے لہٰذا تم ان کے خلاف کوئی زیادہ دعویٰ نہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے رسوا ہو جاؤ گے۔

بِبَدْرٍ خَرَجْتُمْ لِلْبِرَازِ فَرَدَّكُمْ شُيُوْخُ قُرَيْشٍ جَهْرَةً وَ تَاَخَّرُوْا

غزوۂ بدر کے موقع پر تم جنگ وجدال کے لیے نکلے تھے تمھیں قریش کے سرداروں نے علانیہ پلٹا دیا اور خود پیچھے ہٹ گئے۔

فَلَمَّا أَتَاهُمْ حَمْزَةُ وَ عُبَيْدَةُ وَ جَاءَ عَلِيٌّ بِالْمُهَنَّدِ يَخْطِر

پھر جب ان کی جانب حمزہ اور عبیدہ گئے اور علیؑ ھندی تلوار لے کر آگے بڑھے۔

فَقَالُوا نَعَمْ اَكْفَاءُ صِدْقٍ فَاَقْبَلُوا اِلَيْهِمْ سِرَاعاً اِذْ بَغَوْا وَ تَجَبَّرُوا

تو اُن (مشرکین) نے کہا ہاں اب حقیقی اور صحیح کفو مقابل میں آئے ہیں وہ انھیں دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھے جب کہ انھوں نے ظلم ڈھایا تھا اور وہ اکڑ رہے تھے۔

فَجَالَ عَلِيٌّ جَوْلَةً هَاشِمِيَّةً فَدَمَّرَهُمْ لَمَّا عَتَوْا وَ تَكَبَّرُوا

تو پھر علیؑ نے ہاشمی شجاعت کا منظر دکھایا اور جب ان لوگوں نے سرکشی اور تکبّر سے کام لیا تو انھیں نیست ونابود کر دیا۔(۱)

۴:۔کتاب ''المقنع''میں ھند بنت عتبہ کا یہ قول وارد ہوا ہے:

مَا کَانَ عَنۡ عُتۡبَةَ لِیۡ مِنۡ صَبۡرٍ   اَبِیۡ وَ عَمِّیۡ وَ شَقِیۡقُ بِکۡرِیۡ

مجھے عتبہ کے قتل کیے جانے کے بعد صبر نہیں آرہا ہے جو میرے والد تھے اور میرے چچا اور میرے حقیقی بھائی کے قتل کی وجہ سے میرا صبر رخصت ہو گیا ہے۔

اَخِی الَّذِیۡ کَانَ کَضَوۡءِ الۡبَدۡرِ   بِهِمۡ کَسَرۡتَ یَاعَلِیُّ ظَهۡرِیۡ

میرا بھائی جو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا اے علیؑ تم نے ان سب کو قتل کر کے میری کمر شکستہ کر دی۔(۲)

۵:۔سید حمیری امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ لَهٗ بِبَدۡرٍ وَقۡعَةٌ مَشۡهُوۡرَةٌ   کَانَتۡ عَلٰی اَهۡلِ الشَّقَاءِ دِمَارًا

اور اُن (علیؑ) کے لیے بدر کے مقام پر لڑائی کی مڈبھیڑ مشہور ہے جو بد بخت لوگوں کے لیے ہلاکت وتباہی کا باعث تھا۔

فَاَذَاقَ شَیۡبَةَ وَ الۡوَلِیۡدَ مَنِیَّةً   اِذۡ صَبَّحَاهُ جَحۡفَلًا جَرَّاراً

شیبہ اور ولید نے اس غزوہ میں موت کا ذائقہ چکھا جب ان کا واسطہ پڑا ایسے لشکر سے جو بہادر، شیر دل اور مسلّح تھا۔(۳)

وَ اَذَاقَ عُتۡبَةَ مِثۡلُهَا اَهۡوٰی لَهَا   عَضۡباً صَقِیۡلًا مُرۡهِفًا بَتَّارًا

اور عتبہ نے بھی اسی جیسا مزا چکھا جب وہ اس جانب مائل ہوا، تیز تلوار کے ساتھ جو صاف ستھری تھی، پتلے دھار والی تھی اور شمشیر برّاں تھی

(۱): الارشاد ۵۶۔بحار الانوار ۱۹: ۲۹۱۔المناقب ابن شہر آشوب ۳: ۱۱۹

(۲): بحار الانوار ۱۹: ۲۹۲۔المناقب ابن شہر آشوب ۳: ۱۲۱

(۳): المناقب لابن شہر آشوب ۳: ۱۲۲

عبیدہ بن الحارث کی شہادت:

تینوں شہسواروں یعنی عتبہ، شیبہ اور ولید کو قتل کرنے کے بعد حضرت حمزہ اور امام علی علیہ السلام عبیدہ بن الحارث کو لے کر پیغمبر اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عبیدہ بن الحارث نے آنکھوں میں آنسو لا کر گریہ کناں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

یَارَسُوْلَ اللهِ اَلَسْتُ شَهِيْداً؟ کیا میں درجۂ شہادت پر فائز نہیں ہوا۔

تو آنحضرتؐ نے فرمایا: بے شک تم درجۂ شہادت پر فائز ہو۔ عبیدہ نے کہا: اگر آپ کے چچا زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ میں اس قول کا زیادہ اہل ہوں جو انھوں نے فرمایا تھا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے کون سے چچا سے تمھاری مراد ہے۔ فرمایا: ابو طالبؑ، جیسا کہ انھوں نے فرمایا:

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ نُبْزِيْ مُحَمَّداً وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهُ وَ نُنَاضِلِ
وَ نُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ وَ نَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَ الْحَلَائِلِ

اور بیت اللہ کی قسم تم نے غلط سمجھا اور جھوٹ کہا ہے کہ حضرت محمدؐ کو ہم سے زبردستی چھینا جا سکتا ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک ہم محمدؐ کے سامنے نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتے ہوئے اپنی جانیں اُن پر نچھاور نہ کر دیں ہمارے جیتے جی ایسا نہیں ہوسکتا۔ اور تم لوگوں نے یہ غلط سمجھ رکھا ہے کہ ہم محمدؐ کو تمھارے حوالے کر دیں گے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک ہم لوگ ان کا دفاع کرتے ہوئے ان کے اردگرد لڑتے لڑتے گرا نہ دیئے جائیں اور اپنے ہوش وحواس نہ کھو بیٹھیں یہاں تک کہ ہم اپنے بیٹوں اور اپنی بیویوں کو بھی بھول جائیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اُن کا لختِ جگر جنگ جُو شیر کی طرح اللہ اور اس کے رسولؐ کے حضور یعنی امیر المومنین علیؑ اور اس کا دوسرا فرزند ارجمند سرزمین حبشہ میں راہِ خدا میں مصروف جہاد ہے یعنی جعفر طیار علیہ السلام۔

عبیدہ بن الحارث نے کہا: یارسول اللہؐ اس عالم میں آپ مجھ سے خفا ہو رہے ہیں؟

تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میں تم پر ناراض نہیں ہو رہا ہوں لیکن چوں کہ تم نے میرے عم محترم ابو طالبؑ کا ذکر کیا لہٰذا اس وجہ سے میں مبتلائے غم ہو گیا۔(۱)

دشمن کا خون بہانا:

عتبہ، شیبہ اور ولید کا مقتول ہو جانا دشمن کے لیے ایک ضرب کاری تھی اس وجہ سے ان کی صفوں میں کمزوری اور ضعف آہستہ آہستہ سرایت کرنے لگا۔ لیکن ابو جہل نے لشکر کو اس حالت سے باہر نکالنے کے لیے شجاعت دلاتے ہوئے یہ کہا:

لَا تَعْجَلُوا وَ لَا تَبْطَرُوا كَمَا بَطِرَ اَبْنَاءُ رَبِيْعَةَ، عَلَيْكُمْ بِاَهْلِ يَثْرِبَ فَاجْزُرُوهُمْ جَزْراً وَ عَلَيْكُمْ بِقُرَيْشٍ فَخُذُوهُمْ اَخْذاً حَتّٰى نُدْخِلَهُمْ مَكَّةَ فَنُعَرِّفَهُمْ ضَلَالَتَهُمُ الَّتِي هُمْ عَلَيْهَا.

جلدی نہ کرو اور اس طرح آپے سے باہر نہ ہو جاؤ جس طرح ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ ہو گئے۔ تم کو چاہیے کہ باشندگانِ مدینہ کو اپنی گرفت میں لے لو اور انھیں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالو اور تم کو چاہیے کہ قریش پر حملہ کرو انھیں اپنی گرفت میں لے لو یہاں تک کہ ہم انھیں مکّہ لے جائیں اور انھیں جتلا دیں کہ وہ کس گم راہی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

اس کے بعد مشرکین نے مسلمانوں کے مقامات جنگ پر حملہ کر دیا، مگر مسلمانوں کی صفیں اپنی جگہ پر ڈٹی رہیں اور ان کے بھالے مشرکین کو نشانہ بناتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہؐ نے اُن سے فرمایا: تم اس وقت تک حملہ نہ کرو جب تک میں تمھیں اس کا حکم نہ دوں اور اگر قوم تمھیں چاروں طرف سے گھیر لے تو تم اُنھیں تیروں کے ذریعے خود سے دور کر دو۔ اس طرح قریش کے پیدل دستے پر مسلمانوں کے تیر مسلسل بارش کی طرح برسنے لگے۔ پھر رسول اللہؐ اپنے اصحاب کو شجاعت دلانے لگے اور انھیں قتال پر ابھارنا شروع کر دیا اور فرمایا:

وَ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يُقَاتِلُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ فِيْ جُمْلَةٍ فَيُقْتَلَ

---

(۱): بحار الانوار ۱۹: ۲۵۴، ۲۵۵

صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ.

جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے اس کی قسم کہ آج کے دن جو بھی ان مشرکین سے قتال کرے گا اور بھوکا پیاسا اللہ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے پیچھے ہٹے بغیر قتل کر دیا جائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے جنت میں داخل کر دے گا۔

یہ سن کر عمیر بن حمام نے کہا (اس وقت اس کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں اور وہ انھیں کھا رہا تھا):

بَخٍّ بَخٍّ فَمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا اَنْ يَقْتُلَنِيْ هٰؤُلَاءِ.

واہ واہ سبحان اللہ بس میرے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔(۱)

پھر اس نے کھجوروں کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور اپنی تلوار اٹھالی اور قوم سے جنگ کرنے میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ اس نے جام شہادت نوش کرلیا۔ رضوان اللہ علیہ

اور عوف بن حارث نے کہا اور وہ عفراء کا فرزند ہے۔ یا رسول اللہؐ رب کو اس کے بندے کی کون سے بات خوش کرتی ہے، تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو اپنے ہاتھ کو دشمن کے خون سے رنگین کر لے۔ تو اس نے اپنی زرہ اتار کر پھینک دی پھر اپنی تلوار اٹھالی، مشرکین سے قتال کیا یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہو گیا۔(۲)

پھر اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے کہا: کہ مجھے مٹھی بھر کنکریاں دو تو مولا علی علیہ السلام نے انھیں مٹھی بھر کنکریاں دے دیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کنکریوں کو قوم کے چہروں پر پھینک دیا تو کوئی فرد ایسا نہ بچا تھا کہ اس کی آنکھیں کنکریوں سے بھر نہ گئی ہوں۔ پھر مسلمانوں نے میدان کی جانب تیزی سے قدم بڑھائے جن میں آگے آگے امیر المومنین علیہ السلام، حضرت حمزہؓ اور مسلمانوں کے دوسرے بہادر تھے اور مسلمانوں کی صفوں نے

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲:۲۷۹

(۲): تاریخ طبری ۲:۳۳

آہستہ آہستہ مشرکین کی ان شکست خوردہ جماعت کی جانب قریب ہونا شروع کیا جن کے سر براہ مارے گئے تھے اور موجود نہ تھے یہاں تک کہ ان کی قوتیں بکھر گئی تھیں۔ اور ایسے عالم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوتوں کو حکم صادر فرمایا: ''شُدُّوْا'' دشمن پر دھاوا بول دو۔ مشرک قوّتیں بکھر گئیں اور شکست خوردگی اور بے چارگی ان کی صفوں میں ظاہر ہوگئی تھی ان میں سے ستّر افراد کو تہہ تیغ کیا گیا اور ستّر افراد ہی قیدی بنائے گئے اور مسلمانوں میں سے صرف چودہ افراد نے جام شہادت نوش کیا۔

امام علی علیہ السلام غزوۂ بدر والوں کی پسندیدہ شخصیت:

علّامہ مجلسیؒ نے فرمایا: کہ امّت کا اجماع ہے اور کتاب وسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مخلوقات خدا میں اس کی پسندیدہ اور منتخب ہستیاں ہیں۔ اور مخلوقات میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو متقین ہیں اس لیے کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ.(۱)

اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ مکرّم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

اور متقین میں سے زیادہ پسندیدہ مجاہدین ہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

فَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً. (۲)

اللہ نے اُن مجاہدین کو جو اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں بیٹھنے والوں پر برتری عطا کی ہے۔

اور مجاہدین میں سے زیادہ پسندیدہ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو جہاد میں سبقت لے جانے والے ہیں، جیسا کہ فرمایا ہے:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ.(۳)

(۱): سورۂ الحجرات: ۱۳

(۲): سورۂ النساء: ۹۵

(۳): سورۂ الحدید: ۱۰

تم میں سے جو لوگ فتح مکّہ کے بعد خرچ اور جہاد کریں وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح مکّہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے۔

اور مجاہدین سابقین میں سے وہ زیادہ پسندیدہ ہے جو اکثر اوقات جہاد میں گزارتا ہے۔ اور امت کا اس بات پر اجماع ہے غزوۂ بدر میں جن اصحاب نے حصّہ لیا وہ سابقین میں شامل ہیں۔

اور غزوۂ بدر والوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ قرآن مجید کی آیتیں متواتر سب کی سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ ان آیتوں نے رہنمائی کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علیؑ اس امّت کے سب سے بہترین اور پسندیدہ شخص ہیں۔(۱)

غزوۂ بدر میں ستّر افراد قتل کیے گئے جن میں سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان میں سے نصف یعنی ۳۵ افراد کو قتل کیا تھا اور دوسرے نصف میں دوسروں کے ساتھ شریک تھے۔ شیخ مفیدؒ نے ان ۳۶ افراد کے نام تحریر کیے ہیں جنھیں مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے تہہ تیغ کیا تھا اور انھیں شمار کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ۳۶ افراد ہیں جنھیں علیؑ نے قتل کیا تھا باقی مقتولین کے بارے میں اختلاف ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ان کے قتل میں بھی شریک ہوئے تھے۔(۲)

ابن اسحاق نے کہا کہ بدر کے اکثر مقتولین کو حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا تھا۔(۳)

اور واقدی نے یہ لکھا ہے کہ مقتولین کی تعداد ۲۲ تھی جن میں سے ۱۸ کو حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور چار کو مختلف لوگوں نے۔(۴)

---

(۱): بحار الانوار ۴۱: ۵۹۔ المناقب ابن شہر آشوب ۱: ۳۴۰

(۲): الارشاد ۳۹، ۴۰

(۳): بحار الانوار ۱۹: ۲۹۱۔ المناقب ابن شہر آشوب ۳: ۱۲۰

(۴): المغازی ۱: ۱۴۷۔ ۱۵۲

طبرسی نے اعلام الوریٰ میں فرمایا:

اِنَّہُ اَتٰی عَلٰی شَطْرِ الْمَقْتُوْلِیْنَ مِنْھُمْ وَ کَانُوا سَبْعِیْنَ.(۱)

کہ وہ جب ان کے مقتولین کی جانب آئے تو وہ لوگ تعداد میں ستّر تھے۔

اور حضرت علی علیہ السلام کی دلاوری اور شجاعت کے باعث کفّار نے غزوۂ بدر کے موقع پر ان کا نام ''اَلْمَوْتُ الْاَحْمَر ''یعنی سرخ موت رکھ دیا تھا۔

اور کہا گیا ہے کہ کوئی قریشی جب بھی امیر المومنین علیہ السلام کو فوجی دستے میں دیکھتا تو ان کے ڈر سے وصیّت کر دیتا اور جب ان کی جانب ایک شخص نے دیکھا کہ وہ لشکر کو شق کرتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں تو کہا: مجھے یہ محسوس ہوا کہ جس طرف علیؑ ہیں ملک الموت اسی طرف موجود ہے۔(۲)

زمخشری نے فائق میں کہا ہے: کہ سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ میں نے علیؑ کو دیکھا کہ وہ غزوۂ بدر کے موقع پر فرما رہے تھے:

بَازِلُ عَامَیْنِ حَدِیْثُ سِنِّی سَنَحْنَحُ اللَّیْلِ کَاَنِّی جِنِّی
لِمِثْلِ ھَذَا وَلَدَتْنِی اُمِّی.(۳)

باوجود کم سنی کے دو سال میں نے اس طرح گزارے اور میرے دو سال اس طرح گزر گئے کہ میں راتوں کو جاگتا رہا گویا کہ میرا تعلق جنوں سے ہو۔ اسی جیسے کام کے لیے میری ماں نے مجھے جنم دیا تھا۔

مرزبانی نے ''کتاب اشعار الملوک والخلفاء'' میں کہا:

اَنَّ عَلِیًّا اَشْجَعُ الْعَرَبِ حَمَلَ یَوْمَ بَدْرٍ وَزَعْزَعَ الْکَتِیْبَۃَ وَھُوَ یَقُوْلُ
لَنْ یَأْکُلُوا التَّمْرَ بِظَھْرِ مَکَّۃَ مِنْ بَعْدِھَا حَتّٰی تَکُوْنَ الرَّکَّۃُ

(۱): مجمع البیان ۳:۸۱۷ و اعلام الوریٰ طبرسی ۱:۳۷۶

(۲): کشف الیقین، علّامہ حلّی

(۳): بحار الانوار ۱۹:۲۹۱

کہ بے شک علیؑ عرب کے شجاع ترین فرد تھے انھوں نے غزوۂ بدر میں حملہ کیا اور لشکر کو دگرگوں کر دیا اور وہ فرما رہے تھے اس غزوہ کے بعد وہ مکّہ سے باہر کھجور نہ کھا سکیں گے یہاں تک کہ وہ کمزور وناتواں ہو جائیں گے۔(۱)

حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہونے والے کچھ مقتولین کے نام

اور گمراہوں کے سرداروں اور شرک کے ستونوں میں سے جن لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا ہے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

عتبہ، شیبہ: ربیعہ کے فرزند

ولید بن عتبہ: ھندہ کا بھائی اور معاویہ کا ماموولید شجاع، جری اور شہ سوار اور بے دھڑک حملہ کرنے والا دلیر تھا۔ لوگ اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔

عاص بن سعید بن العاص: یہ ہولناک، باعظمت بہادر تھا بڑے بڑے سورما اس سے ڈرتے تھے۔ یہ وہی ہے کہ عمر بن الخطّاب جس سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔

طُعَیمہ بن عدی بن نوفل۔ نوفل بن خویلد (ابن العدویہ) یہ شخص مشرکین میں ایسا تھا جو رسول اللہؐ سے سخت دشمنی رکھتا تھا اور قریش اسے آگے بڑھاتے تھے، اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کی اطاعت کرتے تھے۔ جب رسول اللہؐ کو پتا چلا کہ وہ بدر میں موجود ہے تو آنحضرتؐ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا طلب کی کہ وہ اس کے معاملے پر کافی ہو جائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِی نَوْفَلَ بْنَ خُوَیْلِدٍ.

یا اللہ تو مجھے نوفل بن خویلد کے شر سے بچا لے۔

زمعہ بن الاسود، عمیر بن عثمان بن کعب، طلحہ بن عبید اللہ کا چچا، عثمان اور مالک، عبید اللہ کے بیٹے، طلحہ بن عبید اللہ کے دو بھائی، حنظلہ بن ابی سفیان، ابوقیس بن الولید بن المغیرہ، خالد بن ولید کا بھائی، قیس بن الفاکہ بن المغیرۃ، حذیفہ بن ابی حذیفہ بن المغیرۃ، منبّہ بن

(۱): بحار الانوار ۱۹:۲۹۱

الحجاج السَّهمِی اوراس کا بیٹا عاص بن مُنَبَّہ اوراس کے علاوہ دیگر مشرکین۔(۱)

غنیمتیں اور قیدی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے مال غنیمت کو جمع کیا اور جو لوگ اس معرکہ میں شریک ہوئے تھے اُن مسلمانوں میں اُسے برابر برابر تقسیم کر دیا اور انھیں بھی عطا فرمایا جنھوں نے مدد کر کے بچنے کی سبیل مہیّا کی اور تعاون کیا تھا۔اور ان لوگوں کا حصّہ بھی مال غنیمت میں رکھا جو آنحضرتؐ کے حکم پر مدینہ میں رہ گئے تھے، جیسے ابولبابہ، عمرو بن ام مکتوم وغیرہ اور جن لوگوں نے بغیر کسی عذر کے تخلّف کیا (شریک نہ ہوئے) اور رسولؐ کے حکم کے بغیر رُک گئے انھیں مال غنیمت میں سے حصّہ نہ ملا۔

جہاں تک قیدیوں کا تعلّق ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں دو افراد کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے شدید ترین دشمن تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں جنگ کا مجرم قرار دیا تھا وہ کوئی معمولی قیدی نہ تھے۔اور ان میں سے عتبہ بن ابی معیط تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا: اے علیؑ آگے بڑھو اور اس کی گردن اڑا دو۔تو عتبہ نے کہا: اے محمدؐ بچوں کے لیے کون ہوگا؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''آتش جہنم''۔تو اسی وجہ سے اس کی اولاد کو صِبْیَۃُ النَّار کہا گیا انھیں بچوں میں سے ولید فاسق بھی ہے جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا:

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا۔(۲)

اے صاحبان ایمان! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

یہ وہی ہے جو بعد میں کوفہ میں عثمان کی جانب سے والی مقرر ہوا اس نے شراب پی کر نشہ کے عالم میں نماز کی رکعتیں بڑھا دیں اور اس کے ناقابل ذکر اور باعث شرم وننگ وعار

---

(۱): الارشاد: ۴۰

(۲): الحجرات: ۶

ایسے کام ہیں جن کا تذکرہ بڑے بڑے مؤرخین نے کیا ہے۔

اور دوسرا قیدی نضر بن الحارث تھا جسے امیر المومنین علیہ السلام نے آنحضرتؐ کے حکم سے قتل کردیا۔(۱)

دیگر قیدیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں تقسیم کردیا، یہ فرماتے ہوئے:

اِسۡتَوۡصُوۡا بِالۡاُسۡرىٰ خَيۡراً. قیدیوں سے اچھا سلوک کرنا۔

ان قیدیوں میں جو صاحبانِ ثروت تھے ان سے مال بطور فدیہ وصول کر کے آزاد کردیا اور جو قیدی مفلوک الحال تھے انھیں کسی مقابل چیز کے بدلے آزاد کیا۔ ان میں جو صاحبانِ علم تھے انھیں مکلّف بنایا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو آزادی کے بدلے پڑھنا اور لکھنا سکھائیں اور یہ عمل عکاسی وغمّازی کرتا ہے کہ دین اسلام کا نظریہ درس وتدریس کے بارے میں کیا ہے اور مسلمانوں کو کس طرح حصول علم کی دعوت دی گئی ہے۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح یابی کے اسباب:

ا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معرکۂ بدر میں مسلمانوں کے قائد عام تھے۔ وہ مشکل مقامات اور مضبوط غیر معمولی فوجی کی حیثیت سے نادر شجاعت کی مثال تھے۔ انھوں نے اس معرکہ میں صف بندی کا وہ نظام متعارف کرایا جو اس وقت جزیرۂ عرب میں متداول نہ تھا۔ اس نظام نے مسلمانوں کے مقامات کو ایسی تقویت بخشی اور صفوں میں ایسی یگانگت رہی کہ دشمن انھیں منتشر نہ کرسکا۔ مزید برآں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کو دوسرے اصحاب کے مساوی سمجھتے تھے اور خود کو کسی دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر کے قریبی راستے سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ ستر ۷۰ اونٹ تھے جنھیں آپ نے صحابہ کے درمیان تقسیم فرمادیا تھا اور ان کے حصّے میں جو اونٹ آیا تھا اس میں علی بن ابی طالبؑ اور مرثد بن ابی مرثد تھے جو یکے بعد دیگرے ایک اونٹ پر سفر کررہے تھے۔ آپ وہ تمام امور انجام

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲:۲۹۸۔ السیرۃ النبویہ لزینی دَحلان ۱:۴۰۵

دے رہے تھے جو ہر فوجی انجام دیتا ہے۔ اونٹ میں جو آپ کے شریک تھے انھوں نے کہا ہم آپ کی اجازت سے پیدل چلیں گے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور نہ ہی میں اجر میں تم دونوں سے زیادہ بے نیاز ہوں۔(۱)

جس طرح وہ خود بنفس نفیس شدّت قتال کے وقت معرکے میں بھرپور حصّہ لیتے تھے اور خود درآتے تھے۔

مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ تلوار سونتے ہوئے دشمنوں کا سامنا کر رہے ہیں اور شجاعوں کی سرداراورشہ سواروں کے دلیر امیر المومنین علیہ السلام کی گواہی ہمارے مدّعا کی بہترین دلیل ہے، آپ فرماتے تھے:

اِنَّا كُنَّا اِذَا اشْتَدَّ الْخَطْبُ وَ احْمَرَّتِ الْحَدَقُ اِتَّقَيْنَا بِرَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَمَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَقْرَبَ اِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ. وَلَقَدْ رَاَيْتَنِيْ يَوْمَ بَدْرٍ وَ نَحْنُ نَلُوْذُ بِرَسُوْلِ اللهِ وَهُوَ اَقْرَبُنَا اِلَى الْعَدُوِّ.(۲)

جب معاملہ زیادہ سنگین ہوتا تھا اور آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں تو ہم رسول اللہؐ کی پناہ تلاش کرتے تھے ان سے زیادہ کوئی اور دشمن سے زیادہ قریب نہیں ہوتا تھا۔ اور تم نے مجھے دیکھا تھا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ ڈھونڈ رہے تھے اور وہ ہم سے زیادہ دشمنوں کے قریب تھے۔

۲۔ بلندترین مقاصد: مسلمان جن بلندترین مقاصد اور حقائق کی وجہ سے ممتاز تھے اس کا سبب وہ قیادت تھی جو ان کے لیے اعلیٰ مثال کی حامل تھی اور ان کے وہ اہداف اور اغراض و مقاصد تھے جن کے لیے وہ محوِ قتال تھے اور ان کا وہ گہرا اور عمیق ایمان تھا جو ان اہداف و مقاصد کے حصول کا باعث تھا۔

مزید برآں معرکۂ کارزار میں مسلمانوں کے مدّعا اور مقاصد میں جو اضافہ ہوا وہ

---

(۱): نھایۃ الادب ۱۶:۱۷

(۲): سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۶۸۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت کا نتیجہ تھا۔اسی طرح اگلی صفوں میں ان کا موجود ہونا قتال کے لیے معنوی تقویت کا حامل تھا جس طرح شجاع اور بہادر شہ سواروں کا وجود مسلمانوں کی معنوی تقویت کے لیے بڑے نمایاں اثرات رکھتا ہے۔عتبہ، شیبہ اور ولید اور ان کے بعد قتل ہوجانے والے مشرکین اور دیگر گمراہوں کے سرداروں کے قتل ہوجانے نے مشرکین کے دلوں میں جس قدر خوف اور گھبراہٹ پیدا کردی تھی اسی وجہ سے انھیں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح مسلمانوں کے دلوں میں عزیمت اور قدرت کو داخل کردیا جب کہ وہ دشمنوں کی تیاری اور لشکری تعداد کی وجہ سے خوف زدہ تھے جیسا کہ قرآن مجید نے اس امر کی وضاحت کی ہے:

وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ.(۱)

اور تمھاری خواہش تھی کہ تمھیں کمزور گروہ مل جائے۔

اس لیے کہ وہ قریش کا سامنا نہیں کرنا چاہ رہے تھے۔لیکن علی علیہ السلام کی تلوار نے گمراہوں کے سروں اور قریش کے شیاطین کفر کو کیفرِ کردار تک پہنچایا اور اُن کے سروں کو کاٹ کر رکھ دیا اور اس طرح مسلمانوں کے لیے کامیابی کی راہ ہموار کی۔اور ایسا کیسے نہ ہوتا یہ علیؑ ہی تو تھے جنھوں نے ۳۵ مشرکین کو تہہ تیغ کیا تھا اور دیگر ۳۵ کے قتل میں شریک تھے جب کہ ہم کوئی ایسی آزمائش یا قتال نہیں دیکھتے جس میں دیگر صحابہ کا ذکر کیا جائے جیسے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، ابوعبیدہ الجراحؓ، زبیرؓ، طلحہؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ۔

ابوبکرؓ اور عریش (چھول داری):

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا جہاد اور ان کی بہادری اور شجاعت کسی سے مخفی نہیں ہے۔ پہاڑ ان کی شجاعت کے نغمے الاپ رہے ہیں۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم سب کی زبان پر ان کی شجاعت کی داستان ہے۔ بلکہ دنیائے انسانیت کا یہی ترانہ بن گیا ہے نسلاً بعد نسل جو وردِ زبان ہے اور ہر بہادر اور سردارِ قوم کی یہ تمنّا ہے کہ وہ ان کی شجاعت سے تشبیہ دے، لہٰذا

(۱): سورہ الانفال: ۷

انھوں نے تلواروں پر ان کی تصویر بنا رکھی ہے اور انھیں کے نام سے تفاول کرتے ہیں اس لیے کہ علیؑ کا نام مدد اور غلبہ کی علامت ہے۔ اس لیے کہ ان کی بہادری اور دلاوری ان کی کارکردگی اور اُن کا جہاد حق کو ثابت کرنے اور باطل کو مٹانے کے لیے تھا۔ یہ امر واضح، روشن اور ظاہر و باھر ہے اس کے ظاہر کرنے کے لیے کسی مشقّت اور زحمت کی ضرورت نہیں یا کسی قسم کی معذرت تخلیق کرنے کی حاجت نہیں اور نہ ہی اسے ثابت کرنے کے لیے کسی قسم کے جھوٹ کو سہارا بنانے کی ضرورت ہے اور اس کے برعکس دیگر صحابۂ کرام کے لیے سیرت نویسوں اور مؤرخین نے نہایت جاں فشانی دکھائی، جنھوں نے خود کو بنوامیہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا تاکہ وہ ان کی بہادری کی داستانیں گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اس کے لیے مختلف عذر گھڑیں، جھوٹی داستانیں تخلیق کریں اور موضوع احادیث وضع کرلیں جو ان کی تعریف و توصیف میں رَطبُ اللِّسَان ہوں۔

اور ایسی ہی من گھڑت داستانوں میں عریش بنانے کا قصّہ بھی ہے کہ غزوۂ بدر کبریٰ میں نبی اکرمؐ کے لیے عریش بنایا گیا تاکہ اس میں نبی اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ مقیم ہوں اس لیے کہ اس غزوہ میں حضرت ابوبکرؓ کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔

اور جب کہا گیا حضرت ابوبکرؓ کہاں تھے اور جنگ میں ان کی شرکت کے کہیں آثار نہیں ملتے؟ تو جواب یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی اکرمؐ کے ساتھ عریش میں تھے۔ لیکن بدر کے بارے میں سوال ہے کہ کھجور کی شاخیں کہاں سے آئیں کہ انھوں نے وہاں پر رسول اللہؐ کے لیے عریش بنایا جس کے بارے میں وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بنایا گیا تھا۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں: ان کے پاس کہاں اور کس جگہ سے کھجور کی شاخیں مہیّا ہوئی تھیں کہ اس سرزمین پر وہ عریش بناتے اور وہ زمین یعنی بدر کی زمین کھجوروں کی زمین نہیں ہے اور جن کے پاس کھجور کے تنے ہوں جن کا ہتھیار کے طور پر استعمال ہونا بہت آسان ہے۔(۱)

---

(۱): شرح النہج ۱۴: ۱۸

پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ عریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت کے لیے رہائش گاہ تھی یا ابوبکرؓ کی قیادت کے لیے اور ظاہری اعتبار سے تو جو عریش تھا۔ان کے خیال میں ،تو وہ ابوبکرؓ کی قیادت کے لیے تھا،حسبِ ذیل دلائل کے اعتبار سے اور جیسا کہ ان سے منقول ہے:

انھوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوۂ بدر کے موقع پر دیکھا گیا کہ مشرکین کے پیچھے پیچھے تلوار سونتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت فرما رہے تھے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ. (۱)

عن قریب اس جتّھے کو شکست دی جائے گی اور سب پیٹھ پھرا کر بھاگتے نظر آئیں گے۔

اور اس میں سے یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ غزوۂ بدر میں بنفس نفیس شریک ہوئے اور شدید قتال کیا۔(۲)

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے آپ فرماتے تھے: کہ جب غزوۂ بدر ہوئی ہم نے مشرکین سے بچنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ حاصل کی ،وہ طاقت وقوّت میں سب سے زیادہ سخت تھے۔اس وقت ان سے زیادہ کوئی اور مشرکین سے زیادہ نزدیک نہ تھا۔

اور یہ مشہور حدیث ہے، بڑے بڑے مؤرخین نے جسے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین سے قتال کر رہے تھے اور انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو تنہا عریش میں چھوڑ دیا تھا اس لیے کہ اُن کی زندگی رسول اکرمؐ کی زندگی سے زیادہ اہم تھی۔اس لیے کہ نبی اکرمؐ نے انصار کی ایک جماعت کو سعد بن معاذ کی قیادت میں عریش کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا۔اور کچھ نے اس میں اور اضافہ کیا ہے کہ امام علی علیہ السلام بھی محافظین میں سے تھے۔(۳)

اس لیے کہ حضرت ابوبکرؓ کی حفاظت دین اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت تھی۔

---

(۱): طبری ۲: ۳۳۔سورۃ قمر: ۴۵

(۲): سیرت حلبیہ ۲: ۱۲۳۔۱۶۷

(۳): البدایہ والنہایہ ۳: ۲۷۱۔السیرۃ الحلبیہ ۲: ق۱۵۶۔۱۶۱

حضرت ابوبکرؓ کی شجاعت:

اوران لوگوں نے یقین کرلیا کہ حضرت ابوبکرؓ شجاع ترین انسان تھے۔جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ انھوں نے کسی سے شجاع ترین انسان کے بارے میں دریافت کیا؟ ان سے کہا گیا کہ آپ ہیں! تو حضرت علی علیہ السلام نے یہ جواب قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ تمام انسانوں میں سب سے بڑے شجاع حضرت ابوبکرؓ ہیں۔اس لیے کہ جب غزوۂ بدر واقع ہوئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عریش بنایا تو ہم نے کہا کہ اس میں رسول اللہؐ کے ساتھ کون ہوگا؟ کہ کہیں مشرکین میں سے کوئی اُن تک پہنچ نہ جائے۔خدا کی قسم ہم میں سے کوئی بھی قریب نہیں ہوا سوائے ابوبکرؓ کے، وہ تلوار کھینچ کر رسول اللہؐ کے سرہانے پہنچ گئے۔سوائے اُن کے کوئی رسول اللہؐ کی طرف مائل نہیں ہوا لہٰذا وہ تمام انسانوں میں سب سے بڑے شجاع ہیں۔(۱)

اور ابوہریرہ سے مروی ہے: انھوں نے کہا بدر کے موقع پر فرشتوں نے بشارت دی اور فرمایا کیا تم صدیق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عریش میں نہیں دیکھ رہے ہو؟(۲)

فرشتوں نے حضرت ابوبکرؓ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عریش میں موجود ہونے کی بشارت تو دے دی لیکن یہ بشارت نہ دی کہ کس طرح علیؑ، حمزہؑ اور عبیدہ مشرکین کے سورماؤں عتبہ، شیبہ اور ولید سے مصروف جنگ ہوئے اور یہ بھی بشارت نہ دی کہ امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھوں کفر کے کن کن پیشواؤں کی صفائی ہوئی، بس انھوں نے خوشخبری سنائی تو یہی کہ کس طرح حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کے ساتھ عریش تشریف فرما تھے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عریش میں بیٹھ جانا بہت بڑی شجاعت ہے کہ جسے حضرت علیؑ نے بھی شجاعت شمار کیا اور اُن کے خیال کے مطابق علیؑ کا فرمانا حضرت ابوبکرؓ کو شجاع ترین انسان ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔لیکن (اگر ہم عریش کا وجود تسلیم کر بھی لیں) تو

(۱): تاریخ الخلفاء، سیوطی ۳۶

(۲): تاریخ الخلفاء، سیوطی ۳۶

حضرت ابوبکرؓ کا رسولؐ کی حفاظت پر مامور ہونا درست نہیں ہے۔

ا۔انھوں نے کہا کہ سعد بن معاذ نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ عریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی۔(۱)

اور جب نبی اکرمؐ اور ابوبکرؓ عریش میں تھے اور انصار ان دونوں کی حفاظت کر رہے تھے تو پھر بھلا مشرکین رسول اللہؐ تک کیسے پہنچے کہ جب ان میں سے کسی نے رسول اللہؐ پر حملہ کرنے کے لیے تلوار نکالی تو ابوبکرؓ اس کی طرف تلوار سے حملہ آور ہوئے،جس طرح کچھ نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ لشکر کے میمنہ پر مامور تھے یا غزوۂ بدر کے دن میمنہ میں تھے۔(۲)

اور یہ کہ وہ معرکہ میں شریک ہوئے تھے کہ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے کہا:

يَا اَبَتِ لَقَدْ اَهْدَفْتَ لِيْ يَوْمَ بَدْرٍ مِرَارًا فَصَدَفْتُ عَنْكَ.(۳)

اے بابا جان آپ غزوۂ بدر کے موقع پر بار بار میرے نشانے پر آئے لیکن میں آپ سے منحرف ہو گیا۔

اور اس کے علاوہ دیگر روایات ہیں جو تاکیداً بتاتی ہیں کہ وہ جنگ میں شریک تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ کس روایت کی تصدیق کی جائے۔ان روایات کی جن میں انھوں نے عریش میں نبی اکرمؐ کی حفاظت کی تھی اور فرشتوں نے بشارت دی تھی کہ جس کی وجہ سے وہ ''اشجع الناس''،تمام لوگوں میں شجاع ترین قرار پائے یا وہ روایات جن سے میدانِ کارزار میں ان کا موجود ہونا ثابت ہے۔اور جب عریش بنانے والی تمام روایتیں جھوٹی ہیں اور صحیح نہیں ہیں،تو پھر ہمارے لیے صرف یہ بات رہ گئی ہے کہ ہم کہیں کہ وہ صرف مسلمانوں کے لشکر میں شامل تھے اور ان سے جنگ میں کوئی مشقت برداشت کرنا اور نہ ہی جدال میں حصّہ لینا ثابت ہے بلکہ اس کے برعکس ان کے ایسے مواقف ہیں جو رہنمائی کرتے ہیں کہ وہ

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲:۱۸۰

(۲): مغازی الواقدی ۱:۵۸۔والبدایہ والنہایہ ۳:۲۷۵

(۳): تاریخ الخلفاء از سیوطی:۳۶

خوف زدہ تھے اور جب انھوں نے مشرکین کے لشکر کے بارے میں سنا تو ان کا مدد سے ہاتھ کھینچ لینا اور ان کی بے چینی اور اضطراب واضح تھا۔ کیا انھوں نے مسلمانوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ نہیں کہا تھا؟

اِنَّهَا قُرَيْشٌ وَ خِيَلَاؤُهَا، مَا آمَنَتْ مُنْذُ كَفَرَتْ، وَمَا ذَلَّتْ مُنْذُ عَزَّتْ.

یہ قریش کے لوگ اور اُن کے مغرور افراد ہیں انھوں نے جب سے کفر اختیار کیا کبھی ایمان قبول نہیں کیا اور جب سے غالب ہوئے ہیں کبھی شکست سے دوچار نہیں ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ جنگ کرنے کی خاطر نہیں آئے تھے۔

کیا یہ موقف مدد سے ہاتھ کھینچ لینے والا اور پسپائی پسند نہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے یہ بات سن کر روگردانی کی اور انھیں بیٹھ رہنے کا مشورہ دیا۔

اور آخر میں ہم اِسکافی کا قول ابوبکرؓ اور ان کی شجاعت کے بارے میں نقل کر رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ غزوۂ بدر بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام غزوات کے بارے میں وہ فرماتے ہیں، کہ حضرت ابوبکرؓ نے کسی بھی غزوہ میں حصّہ نہ لیا، نہ تو انھوں نے نیام سے تلوار نکالی اور نہ ہی کسی کا خون بہایا۔ بس وہ نبی اکرمؐ کے ایک پیروکار تھے نہ مشہور تھے نہ معروف اور نہ ہی طالب تھے اور نہ ہی مطلوب۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

---

(۱): شرح النہج ۱۳: ۲۸۱

سریّہ عمیر بن عدی
عصماء بنت مروان کو قتل کرنے کے لیے

تاریخ: ۲۵/رمضان المبارک ۲ھ، ۶۲۴ء

ہدف: عصماء بنت مروان الخطمیہ کا قتل

سبب: وہ اسلام پر عیب لگاتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیّت پہنچاتی تھی اور اپنے اشعار کے ذریعے لوگوں کو ابھارتی تھی اور انصار کی ہجو کرتی تھی اس لیے کہ وہ رسول اللہؐ کی پیروی کیا کرتے تھے۔

نتائج: عصماء بنت مروان کا قتل ہونا اور بنی خطمہ میں اسلام کی اشاعت۔

سریّہ کا واقعہ:

عمیر بن عدی نے ان اشعار کو سنا جنھیں عصماء بنت مروان نے رسول اللہؐ کی ہجو اور مسلمانوں کی ہجو میں کہا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی اکرمؐ بدر کے مقام پر تھے اور عمیر کی آنکھیں کمزور تھیں انھوں نے نذر مانی کے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو بدر سے صحیح سالم لوٹا دیا تو وہ عصماء کو قتل کر دیں گے۔ جس شب میں رسول اللہؐ بدر سے واپس لوٹے تو عمیر عصماء کی طرف گئے تو انھوں نے اُسے اپنے بچّوں کے درمیان سویا ہوا پایا۔ درآنحالیکہ وہ اپنے چھوٹے بچّے کو دودھ پلا رہی تھی۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے اسے ٹٹولا تو یہ محسوس کیا کہ اس کا بچّہ اس کے پستان پر ہے۔ اس نے بچّے کو اس سے جدا کیا، پھر اسے قتل کر ڈالا۔ پھر وہ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو نبی اکرمؐ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے مروان کی بیٹی کو قتل کر دیا؟ عمیر نے جواب دیا ہاں۔ کیا میرے ذمّے اس وجہ سے کچھ لازم آتا ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں، دو بکریاں آپس

میں نہیں ٹکرائیں گی۔ پھر رسول اللہ ؐ نے لوگوں کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس شخص کو دیکھے جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی نصرت میں مشغول رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ عمیر بن عدی کو دیکھے تو عمر بن الخطّاب نے کہا: یہ اندھا ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت میں شب خون مارا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَهْ یَا عُمَرَ فَإِنَّهُ بَصِیْرٌ.

اے عمر ذرا رکو یہ صاحب بصیرت ہے پھر رسول اللہ ؐ نے اس کا نام عُمَیْرُ الْبَصِیْر دیکھنے والا، بصیرت والا عمیر رکھا۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

---

(۱): طبقات ابن سعد ۲: ۸۲۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۶۶۔ تاریخ الخمیس ۱: ۴۰۷

سَرِیّۂ سَالِم بن عُمَیر العُمَرِیْ
ابو عفک یہودی کو قتل کرنے کے لیے (۱)

تاریخ: شوّال ۲ ھ ، ۶۲۴ء

سبب: وہ مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور لوگوں کو ان کی ضد میں ابھارتا تھا۔ سالم بن عمیر نے نذر مانی کہ یا تو وہ اسے قتل کریں گے یا اس کے سامنے مرجائیں گے۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے وہ اس کی طرف موسم گرما کی ایک شب میں گئے تو اسے گھر کے صحن میں سوتا ہوا پایا تو اسے قتل کر دیا۔

نتائج: ابو عفک یہودی کا قتل

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): دیاربکری نے ذکر کیا ہے کہ یہ سریّہ غزوۂ قرقرۃ الکدر کے بعد ہوا ہے۔ ایسا ہی سیرۃ مغلطای میں ہے اور کچھ مؤرخین نے اسے سریّہ عمیر بن عدی سے پہلے کہا ہے اور ذکر کیا ہے کہ عصماء کے قتل کا سبب وہ ابو عفک کے قتل سے اکتاہٹ تھی۔ تاریخ الخمیس ۱: ۴۰۷

غَزْوَۂ بَنِیْ قَیْنُقَاع

مسلمانوں کی تعداد: مسلمانوں کا وہ بڑا حصّہ جو ہتھیار اٹھا سکتا تھا۔

یہودیوں کی تعداد: چار سو کھلے سر اور تین سو زرہ پہنے ہوئے۔

تاریخ: بروز شنبہ ۱۵؍ شوال المکرّم ۲ ؁ھ، ۶۲۴ ؁ء

اسباب: ا۔ کسی ذریعے سے تجسّس کرنا کہ قریش کے صالح افراد کون ہیں؟ اور اُن سے عداوت ظاہر کرنا تاکہ مسلمانوں کو پتا چل جائے۔ بالخصوص غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد جب کہ یہودیوں نے اپنا حسد ظاہر کیا اور ظلم و زیادتی کا اظہار کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیے ہوئے معاہدے کو توڑ دیا تو نبی اکرمؐ نے انھیں اپنے علاقے میں جمع کیا اور اُن سے کہا:

اے یہودیو! تم اللہ سے اس بات سے ڈرو جس پر قریش کو سزا ملی اور اسلام قبول کرلو۔ یہ بات تو تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نبیّ مرسل ہوں، تم یہ بات اپنی کتابوں میں بھی دیکھتے ہو اور تم نے اللہ سے معاہدہ بھی کر رکھا ہے۔

اس بات کا جواب دینے کے بجائے انھوں نے بڑی جرأت و بے باکی کے ساتھ یہ کہا:

يَا مُحَمَّدُ لَا يَغُرَّنَّكَ اَنَّكَ لَقِيتَ قَوماً اَغْمَاراً لَا عِلْمَ لَهُمْ بِالْحَرْبِ فَاَصَبْتَ مِنْهُمْ فُرْصَةً، اَنَّا وَاللهِ لَئِنْ حَارَبْنَاكَ لَتَعْلَمَنَّ اِنَّا نَحْنُ النَّاسُ. (۱)

اے محمدؐ تمھیں یہ بات دھوکے میں نہ رکھے تمھاری مڈبھیڑ اس قوم کے ساتھ ہوئی تھی جنھیں جنگ و جدال کا کوئی علم نہ تھا۔ تم نے موقع پا کر انھیں جا لیا، ہم لوگ وہ ہیں کہ اگر تم نے ہمارے ساتھ جنگ کی تو تمھیں پتا چل جائے گا کہ ہم کیسے لوگ ہیں؟

---

(۱): سیرۃ ابن ہشام ۳: ۵۰

ب۔ براہ راست اسباب: ایک یہودی سنار کے پاس ایک یہودی مسلمان عورت کے درپے ہوا، عورت نے فریاد بلند کی تو ایک مسلمان نے حملہ کر دیا اور یہودی سنار کو قتل کر ڈالا۔ یہودیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اپنے قلعوں میں پناہ لے لی۔(۱)

ہدف: بَنُو قَینُقَاع کے خلاف فیصلہ کرنا کیوں کہ وہ لوگ یہودیوں میں سب سے زیادہ شجاع تھے۔ اور مدینۂ منورہ کو ان جیسے افراد سے پاک کرنا تا کہ مسلمانوں کو امن وامان کے ساتھ رہنا نصیب ہو۔

رسول اللہؐ کے جانشین: ابولبابہ (بشیر بن عبدالمنذر)

رسول اللہؐ کا پرچم: امیر المومنین علیہ السلام کے پاس تھا۔

حصار کی مدّت: ۱۵ راتیں

نازل ہونے والی آیتیں:

۱:۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ. قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ.(۲)

(اے رسول) آپ کافروں کو بتلادیں کہ اے کافرو! تم مسلمانوں کے مقابلے میں شکست خوردہ رہو گے اور جہنّم میں اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

بے شک تمھارے سمجھنے کے لیے ان دو مخالف گروہوں میں جو (غزوۂ بدر کے موقع پر) ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے رسول کی صداقت کی ایک بہت بڑی نشانی موجود ہے کہ ایک گروہ راہِ خدا میں مصروف جہاد تھا اور دوسرا کافروں کا گروہ تھا جو مسلمانوں کو اپنے سے دگنا دیکھ رہا تھا۔ اللہ اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے صاحبان

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی وحلان ۲: ۳

(۲): سورہ آل عمران: ۱۲، ۱۳

بصیرت کے لیے اس واقعے میں عبرت موجود ہے۔

۲:۔ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ.[1]

اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو جس طرح انھوں نے عہد شکنی کی ہے آپ بھی ان سے عہد و پیمان باقی نہ رکھیں۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نتائج: جب بنُو قَینُقاع کے یہودی اپنی گمراہی میں حد سے گزر گئے تو رسول اللہؐ ان کی طرف تشریف لے گئے اور پندرہ راتیں انھیں ان کے قلعوں میں محصور کر دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، لہٰذا وہ مصالحت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ انھوں نے رسول اللہؐ سے التماس کی کہ انھیں نکلنے کا موقع فراہم کریں اور انھیں مدینہ سے جلا وطن کر دیں اور ان کی خواتین اور ان کی اولاد ان کے حوالے کر دیں اور ان کے اموال اور ہتھیار وہ خود لے لیں۔ رسول اللہؐ نے یہ بات منظور کر لی اور اُن لوگوں سے ایسا ہی سلوک کیا اور ان یہودیوں کے اموال اور اسلحے پر قبضہ کر کے اس میں سے خمس نکال کر اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور مدینے سے جلا وطن کر کے انھیں شام کی بستیوں کی جانب روانہ کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ ابھی ان پر ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ سب ہلاک ہو گئے اور اس طرح مسلمانوں نے اس رتلِ خامس (جو ان کے درمیان زندگی گزار رہا تھا اور ان کی خبریں اور حرکات و سکنات کو مشرکین مکّہ تک پہنچا رہا تھا) سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): سورہ انفال:۵۸

غَزْوَہٴ سَوِیق (۱)

مسلمانوں کی تعداد: دوسو جنگ جو

مشرکین کی تعداد: قریش کے دوسو جنگ جُو ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں۔(۲)

تاریخ: بروز یک شنبہ (اتوار) ۵/ذی الحجہ ۲ ہجری، ۶۲۴ء

سبب: ابوسفیان نے نذر مانی تھی کہ وہ عورتوں اور خوشبو کو ہاتھ نہ لگائے گا جب تک مدینہ میں جنگ کر کے بدر کے مشرکین مقتولین کا بدلہ نہ لے لے۔

ہدف: مشرکین کی افواج کو پسپا کرنا جنھوں نے مدینہ پر چڑھائی کی۔

خلیفہٴ رسولؐ مدینہٴ منورہ میں: ابولبابہ (بشیر بن عبد المنذر)

پرچم بردار: امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام

مدینہٴ منورہ سے غیبت: پانچ دن

نتائج:

ابوسفیان اپنی افواج کو لے کر رات کے وقت بنونضیر کے گھروں تک پہنچ سکا جو مدینہٴ منورہ کے اطراف میں واقع ہیں۔ اور وہ سلام بن مشکم یہودی کے پاس آ کر اترا، جب کہ حی بن اخطب نے اس کا استقبال کرنے سے منع کر دیا تھا، سلام بن مشکم سے اس نے مسلمانوں کے حالات دریافت کیے اور اس سے ایسے کامیابی کے راستے سیکھے جس سے مسلمانوں کو اذیت پہنچائی جا سکے اور اس کے بعد وہ انھیں اچانک آ دبوچے۔ مدینہٴ منورہ

---

(۱): ابن ہشام نے غَزْوَۂ سَوِیق کو غَزْوَہٴ بنی قَیْنُقَاع سے پہلے لکھا ہے اور ایسا ہی اکتفا میں ہے۔ سیرت ابن ہشام ۳: ۴۷ و تاریخ الخمیس ۱: ۴۱۱

(۲): نهایة الارب ۱۷: ۷۰

کے قریب عریض کے مقام پر ابوسفیان حملہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ انھوں نے دو افراد کو قتل کیا اور وہاں پر دو گھروں کو جلا ڈالا۔ پھر اس کے بعد ابوسفیان اپنی افواج کے ساتھ مسلمانوں سے خوف زدہ ہو کے بھاگ کر چلا گیا۔ جب نبی اکرمؐ نے یہ بات سنی تو اس کی تلاش میں روانہ ہوئے یہاں تک ''قرقرۃ الکدر'' کے مقام پر پہنچے اور دیکھا کہ ابوسفیان اور اس کا لشکر فرار کا اہتمام کر رہے ہیں اور وہ ستّو کی تھیلیاں گراتے جاتے تھے تا کہ اُنھیں بھاگنے میں آسانی ہو اور اُن کو نجات مل جائے۔ مسلمانوں نے ستّو کی وہ تھیلیاں اٹھالیں۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو ''غزوۃ السویق'' کہا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ دنوں کے بعد مدینۂ منورہ واپس لوٹ آئے۔

❁❁❁❁☆❁❁❁❁

غَزْ وَہِ قَرْ قَرَ ۃُ الکُدر

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّۂ)

اور یہ غَزْ وَہ بَنِیْ سُلَیم ہے۔

مسلمان: دوسو جنگ جو

مشرکین: بَنِیْ سُلَیم اور غطفان

مقام: قَرْ قَرَ ۃُ الکدر اور یہ بنوسلیم کی جائے پیدائش ہے اس کے اور مدینہ کے مابین آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔

تاریخ: ۱۵/محرم الحرام ۳ سنہ ھ، ۶۲۴ سنہ ء

پرچم بردار: امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام

غیبت: پندرہ راتیں

مدینۂ منورہ میں خلیفہ: ابن اُمّ مکتوم (۱)

سبب: بنی سُلیم اور غطفان کا اجتماع مدینۂ منورہ پر اچانک حملہ کرنے کے لیے۔

ہدف: بنوسلیم اور غطفان کے مقابلے کے خلاف فیصلہ کرنا اور ان کے گھروں میں انھیں زخمی کرنا اور ان کی حرکت کو شل (منجمد) کر دینا اور مدینۂ منورہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے ان پر اچانک حملہ کر دینا۔

نتائج: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اجتماع کے بارے میں سنا تو اپنا لشکر لے کر ان کی جانب روانہ ہوئے یہاں تک کہ قرقرۃ الکدر تک پہنچ گئے تو وہاں پر انھوں نے سوائے کچھ چرواہوں کے کسی اور کو نہیں پایا اور ان میں ایک یسار نامی لڑکا بھی تھا۔

---

(۱): اور ابن ہشام کے نزدیک سباع بن عُرفطہ انصاری یا ابن مکتوم تھے۔ ۳:۴۶

نبی اکرمؐ نے حکم دیا کہ وہاں پر جتنے اونٹ ہیں انھیں جمع کیا جائے اور ان کی تعداد پچاس تھی نبی اکرمؐ اور ان کے لشکر نے قرقرۃ الکدر میں تین دن قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ کیا تا کہ مسلمانوں کی قوت کا اظہار ہو اور اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے سے بچیں اور نبی اکرمؐ نے یسار نامی بچے کو جب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے رہا کر دیا۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): نھایۃ الارب ۱۷: ۲۷

سریّہ برائے قتل کعب بن الاُشرَف

مسلمان: پانچ۔ابی نائلہ سلکان بن سلامہ بن وقش کی قیادت میں جو کعب بن الاشرف کا رضاعی بھائی تھا۔

ہدف: کعب بن الاشرف یہودی کا قتل

سبب: مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو ابھارنا، غزوۂ بدر کے مشرکین مقتولین کا مرثیہ پڑھنا اور اسلام اور مسلمانوں پر طعن وتشنیع کرنا بلکہ اس سے زیادہ گمراہی میں اصرار کرنا اور مسلم خواتین کے بارے میں ان کی جوانی اور حسن کے تذکرے کرکے انھیں اذیتیں دینا۔

تاریخ: ۱۴ربیع الاوّل ۳ سنہ ھجری، ۶۲۴ سنہ ء۔(۱)

نتائج: کعب ابن الاشرف کو پوشیدہ طور سے بغیر بتائے قتل کردینا۔

اس کے پوشیدہ اور اچانک قتل کی کیفیت:

جب کعب بن الاشرف اپنی گمراہی میں حد سے گزر گیا اور مسلمانوں کی مخالفت میں لوگوں کو ابھارنے لگا تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِكْفِنِيْ اِبْنَ الْاَشْرَفِ بِمَا شِئْتَ.

یا اللہ تو جس طرح چاہتا ہے ابن الاشرف پر مجھ کو مسلّط کردے۔تو حضورؐ نے ایک گروہ متعین فرمایا جن کا تعلق انصار سے تھا تاکہ وہ اسے قتل کردیں اور رسول اللہؐ نے انھیں اجازت مرحمت فرمائی کہ اس کے ساتھ حیلہ بہانا کریں اور جو کچھ ان پر ظاہر ہوا وہ اسے

(۱): دیار بکری نے کہا سورۃ الحشر میں جو آیت ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ اس کا قتل غَزْوَۂ اُحُد کے بعد ہوا۔تاریخ الخمیس ۱: ۴۱۳

بتائیں۔(۱)

ابو نائلہ اس کے پاس گئے جو کعب کے رضاعی بھائی تھے، وہ اس سے گفتگو کرنے لگے اور رسول اللہؐ کی آمد کے بعد معاشی اعتبار سے جس صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہے اس گھٹن کا اظہار کیا اور اس نے کعب سے کہا کہ اس شخص یعنی نبی اکرمؐ کا مدینۂ منورہ میں آنا مصیبتوں میں سے ہم پر ایک مصیبت ہے۔ ہم نے عرب کو دشمن بنا لیا، ہم سے راستے منقطع ہو گئے یہاں تک کہ عیال کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور مشقت برداشت کرنی پڑی۔ ہم ان سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ اور میرے ساتھ میری قوم کے کچھ افراد ہیں جو میری جیسی رائے رکھتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ آ کر تم سے گیہوں اور کھجوریں خریدیں اور ہم تمھارے پاس وہ کچھ گروی رکھ دیں جس میں تمھیں اعتماد ہو اور جسے پورا کیا جا سکے۔ کعب نے کہا کیا تم اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو گے؟ تو اس نے کہا کہ اپنی عورتوں کو تمھارے پاس کیسے گروی رکھ سکتے ہیں جب کہ تم مدینہ کے باشندوں میں سب سے بڑھ کر جوان اور بغیر نکاح کے عورتوں کو رکھتے ہو۔ تو اس نے کہا: کیا تم اپنے بیٹوں کو گروی رکھو گے؟ اس نے کہا کیا تمھارا ارادہ ہمیں رسوا کرنے کا ہے اور یہ ہمارے بیٹوں کے لیے باعث ننگ و عار ہے؟ البتہ ہم تمھارے پاس اپنے ہتھیار گروی رکھ دیں گے تم جانتے ہو کہ ہمیں ہتھیار کی کتنی ضرورت ہے۔ کعب نے کہا: بے شک اس دائرے میں وفا کی بُو آتی ہے۔ ابو نائلہ نے ہتھیار پیش کر دیا اور یہ اس لیے تھا کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو تو یہ اسلحہ اُسے اجنبی نہ لگے۔

چاندنی راتوں میں سے ایک رات تھی جب ابو نائلہ اپنے چار رفقاء کے ساتھ کعب بن الاشرف کے قلعے تک گیا جب کہ وہ نیا نیا اپنی دلہن کے پاس تھا۔ ابو نائلہ نے اسے پکارا، وہ قلعہ سے اُتر کر آنے لگا جب کہ اس کی دلہن نے یہ کہہ کر اسے متنبہ کیا:

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی وحلان ۲: ۱۴

اِنِّیْ اَسْمَعُ صَوْتًا کَاَنَّہٗ یَقْطُرُ مِنْہُ الدَّمُ.

میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون کا قطرہ ٹپک رہا ہے۔تم ایک جنگ جو شخص ہواور جنگ جو ایسے وقت میں نہیں جایا کرتے۔اس نے دلہن کے خدشات کی فکر نہ کی اور اس سے کہا کہ ابو نائلہ اگر اسے سوتا ہوا دیکھ لے تو اسے جگائے گا نہیں۔اور وہ ان کے ساتھ اتر گیا۔ابو نائلہ نے اس کے سر کو پکڑ کر سونگھا اور اس کی خوش بو سونگھ کر حیرانی میں پڑ گیا اور اس نے بار بار یہ عمل دہرایا یہاں تک کہ کعب مطمئن ہو گیا اور آخری مرتبہ ابو نائلہ نے اپنا ہاتھ کعب کے بالوں پر رکھا پھر اس کی کنپٹی کو پکڑا اور کہا اللہ کے دشمن کو مارو،اس کے رفقاء نے اپنی تلواروں سے اسے مارا، یہاں تک کہ وہ مر گیا، وہ صبح ہونے تک وہیں رہے،کعب پر جو گذری اس سے تمام یہودی خوف زدہ ہو گئے، مدینہ کا ہر یہودی خود اپنے بارے میں خوف زدہ تھا۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۶۰

سریہ مُحَیِّصہ بن مسعود
ابن سنینہ کو قتل کرنے کے لیے (۱)

تاریخ: ۳ سنہ ھجری، ۶۲۴ سنہ ء

سبب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول جو آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا؟

مَنۡ ظَفِرۡتُمۡ بِهٖ مِنۡ رِجَالِ یَهُوۡدَ فَاقۡتُلُوۡهُ.

تم یہودی مردوں میں سے جن پر ظفریاب ہوجاؤ انھیں قتل کرڈالو۔(۲)

نتائج:

جب مُحَیِّصہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول سنا تو ابن سنینہ یہودی پر حملہ کیا جو ایک تاجر تھا اور اُسے قتل کرڈالا تو اِس کے بھائی حُوَیّصہ بن مسعود نے اس سے کہا جو اس وقت مسلمان نہ تھا بعد میں اسلام لایا: اے اللہ کے دشمن تم نے اس یہودی کو قتل کرڈالا، تمھارے شکم میں اس کے مال کی چربی چمٹ گئی ہے تو مُحَیِّصہ نے اس سے کہا مجھے اسے قتل کرنے کا حکم اس ہستی نے دیا تھا کہ اگر وہ تمھیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تمھیں بھی قتل کردیتا۔ حُوَیّصہ اپنے بھائی کی اس بات سے بہت حیران ہوا اور اس سے کہا: بخدا اگر محمدؐ میرے قتل کرنے کا حکم تمھیں دیتے تو کیا تم مجھے قتل کردیتے۔ مُحَیّصہ نے جواب دیا ہاں خدا کی قسم اگر نبی اکرمؐ مجھے تمھاری گردن قلم کرنے کا حکم دیتے تو میں اسے اڑادیتا تو پھر اُس نے کہا کہ دین نے تمھیں اس منزل پر پہنچادیا ہے یہ تعجب خیز ہے پھر حویّصہ نے اسلام قبول کرلیا۔

---

(۱): سیرۃ نبویہ ابن ہشام ۳: ۶۲۔ تاریخ الخمیس ۱: ۴۱۴

(۲): سیرۃ نبویہ لابن ہشام ۳: ۶۲

مُحیّصہ نے اس بارے میں کہا ہے:(۱)

يَلُوْمُ ابْنُ اُمِّی لَوْ اُمِرْتُ بِقَتْلِهٖ	مجھے میرا بھائی ملامت کرتا ہے کہ اگر مجھے اس کے قتل کا حکم دیا جاتا
لَطَبَّقْتُ دِفْرَاهُ بِاَبْيَضَ قَاضِبِ	تو میں اس کی بدبودار دنیا کو تیز دھار والی سفید تلوار سے ڈھانپ دیتا
حُسَامٍ كَلَوْنِ الْمِلْحِ اُخْلِصَ صَقْلُهٗ	تلوار کی چمک ایسی خالص تھی جیسے نمک کا رنگ ہوتا ہے
مَتٰی مَا اُصَوِّبْهُ فَلَيْسَ بِكَاذِبِ	جب میں اسے نشانے پر لگاتا ہوں تو جھوٹ نہیں بولتی
وَمَا سَرَّنِیْ اَنِّیْ قَتَلْتُكَ طَائِعًا	اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے تمھیں اطاعت گزاری میں قتل کیا ہے
وَاَنَّ لَنَا مَا بَيْنَ بُصْرٰی وَمَاْرِبِ	اور اس کے صلے میں ہمارے لیے بصریٰ سے مارب تک علاقہ ہے

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): سیرۃ النبویہ ابن ہشام ۳: ۶۲۔ تاریخ الخمیس ۱: ۴۱۴

غزوۂ غطفان (۱)

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّہ)

اور یہ غزوۂ (ذو اَمرّ) ہے اور یہ دَوْ رِیَّۂ قِتَال ہے۔

مسلمان: چارسو پچاس ۴۵۰ جنگ جُو

مشرکین: بنوثعلبہ اور مُحارب ان کا رہنما دعثور بن الحارث تھا اور کچھ نے اس کا نام غورث بن الحارث بتلایا ہے۔

تاریخ: ربیع الاوّل ۳ سنہ ھجری، ۶۲۴ سنہ ء

مقام: ذو اَمرّ نخیل کے علاقہ میں

سبب: بنوثعلبہ اور محارب ذی امرّ میں اکٹھے ہوئے تاکہ مدینۂ منورہ پر حملہ کردیں۔

ہدف: بنی ثعلبہ اور محارب کے خلاف فیصلہ کردینا قبل اس کے کہ وہ مدینۂ منورہ پر حملہ آور ہوں۔

رسول اللہؐ کے جانشین: عثمانؓ بن عفّان

غیبت: گیارہ راتیں

پرچم بردار: امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام

نتائج:

بنی ثعلبہ اور محارب کا پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف راہِ فرار اختیار کرنا جب انھوں نے سُنا کہ مسلمان اُن کی جانب آرہے ہیں۔ مسلمانوں نے کچھ روز وہاں قیام کرنے کے بعد واپسی کی، کسی مکروفریب میں مبتلا ہوئے بغیر۔

---

(۱): نھایۃ الارب ۱۷: ۷۷۔ تاریخ الخمیس ۱: ۴۱۴۔ سیرۃ النبویہ ۳: ۴۹

غَزْوَۂ بُحْرَان (۱)

یہ غزوۂ بنو سُلیم الثانیہ: یعنی بنو سلیم کا دوسرا غزوہ ہے۔

مسلمان: تین سو ۳۰۰ جنگ جُو

مشرکین: بنو سُلَیم

سبب: بنو سُلَیم کا اجتماع بُحْرَان کے مقام پر تا کہ مدینہ میں جنگ ہو۔

مقام: بُحْرَان جو فرع کے علاقہ میں ہے اور فرع اور مدینۂ منورہ کے درمیان آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔

تاریخ: ٦/جمادی الاولیٰ ۳ سنہ ھجری، ٦٢٤ سنہ ء

خلیفۂ رسولؐ: ابن امّ مکتوم

غیبت: دس راتیں

پرچم بردار: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

نتائج:

جب بنو سلیم نے سنا کہ رسول اکرمؐ ان کی جانب روانہ ہو چکے ہیں تو وہ متفرق ہو گئے اور رسول اکرمؐ بغیر کسی قتال کے بحران میں کچھ روز قیام کرنے کے بعد مدینۂ منورہ واپس آ گئے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): نھایۃ الارب ١٧: ٩ ـ٧ ـ تاریخ الخمیس ١: ٤١٦ ـ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ٢: ٣٥

سریّۂ زَید بن حَارِثہ
قَرُدَہ کی جانب (۱)

مسلمان: دَوْ رِیَّۂِ قِتَال (جنگی دستہ) سو جنگ جوؤں کی قوت کے ساتھ

مشرکین: قریش کا تجارتی قافلہ صفوان بن امیّہ بن خلف جُمَحیُ کی قیادت میں

ہدف: قریش کو مکّے کے راستے سے استفادہ کرنے سے محروم کرنا۔ انھوں نے اپنے تجارتی قافلے کو عراق روانہ کیا جب مکّے کے راستے سے وہ شام جانے سے محروم ہو گئے اور تجارتی سفر کے لیے شام کی طرف روانہ نہ ہو سکے۔

مقام: اَلقردہ نجد کی زمین سے جو ربذہ اور غمرہ کے درمیان ذَاتِ عِرُق کے علاقے میں واقع ہے۔

تاریخ: جمادی الثانیہ کا چاند نمودار ہو چکا تھا، ۳ سنہ ھجری، ۶۲۴ سنہ ء

سریّہ کے واقعات:

مکّہ معظّمہ کے راستے سے جو تجارتی قافلہ شام روانہ ہوتا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اسے منقطع کر دیا تو قریش کی اقتصادیات اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ صفوان بن امیّہ نے قریش سے کہا کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب نے ہماری تجارت گاہوں سے ہمیں دور کر دیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم ان کے (رفقاء) اصحاب کے ساتھ کیا کریں جو ساحل سے جدا نہیں ہو رہے اور ساحل کے لوگوں نے ان سے مصالحت کر رکھی ہے اور ان کے عمومی لوگ حضرت محمدؐ کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہم کہاں سے اپنا تجارتی قافلہ لے جائیں اگر ہم گھروں میں بیٹھے رہے تو ہم اصل پونجی کھا کر ختم کر دیں گے وہ ہمیشہ رہنے

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۳۶۔ نھایۃ الارب ۱۷:۸۰۔ تاریخ الخمیس ۱:۴۱۶

والی تو نہیں ہے اور ہماری زندگی کا انحصار موسم گرما میں مکہ سے شام تک تجارتی سفر پر ہے اور موسم سرما میں حبشہ کی جانب تجارتی سفر پر موقوف ہے۔

اسود بن عبدالمطلب نے اس سے کہا کہ ساحل پر کتراتے ہوئے عراق کا راستا اختیار کرلو پھر اس نے فرات بن حیّان کی جانب رہنمائی کی تا کہ وہ اس سفر میں ان کا راہنما بن جائے اور صفوان نے چاندی اور دیگر سامان تجارت اکٹھا کیا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔

اور جب نبی اکرمؐ نے قافلے کی بابت سنا تو زید بن حارثہ کو سو افراد کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ اس سفر میں رکاوٹ ڈال دیں تو زید نے ان سے ملاقات کی ایک پانی کے پاس جسے قردہ کہا جاتا تھا۔ مشرکین ڈر کے مارے بھاگ گئے اور مسلمانوں نے قافلے کو جالیا اور اس کے راہنما کو گرفتار کرلیا جس کا نام فرات بن حیّان تھا جو مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گیا۔

یہ زید بن حارثہ کا پہلا سریہ تھا جس میں وہ تشریف لے گئے تھے۔

ان سَرَایَا اور غَزَوَات کے مقاصد

ا۔ یہودیوں سے چھٹکارا:

جو مسلمانوں کے امن وامان کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گئے تھے اور مسلمانوں کے قوانین اور ان کے دارالخلافہ مدینۂ منورہ کو اپنا ہدف بنا رہے تھے۔ ایسے عالم میں مدینۂ منورہ کو ان یہودیوں سے پاک صاف کرنا لازم ہو گیا تھا تا کہ امن وامان کی فضا قائم ہو جس کا موجود ہونا ہر کامیاب عسکری طاقت کے لیے لازمی ہے تا کہ قتال کے صفحات پر ان قوتوں کو مرتکز کیا جائے اور مضبوط پناہ گاہ بھی درکار تھی تا کہ اضطراری حالات میں وہ قوتیں پناہ حاصل کرسکیں۔ اسی لیے یہودیوں سے مدینہ کو پاک کرنے کا عمل دو مرحلوں میں پورا ہوا۔

پہلا مرحلہ:۔ منظّم طور سے چکمہ دے کر یہودیوں کی قیادت کو ہدف بنایا اور ان کے

صاحبانِ شوکت کو نشانہ بنایا۔ جس طرح کعب بن الاشرف، ابی عفک اور ابن سُنینہ کو ہدف بنایا گیا۔

دوسرا مرحلہ:۔ عمومی جنگ کا مرحلہ جو غزوۂ بَنِیْ قَیْنُقَاع کی صورت میں ظاہر ہوا اور مدینۂ منورہ سے ان کی جلاوطنی۔ اور اس مرحلے میں یہودیوں کے خلاف فیصلہ مکمّل ہوا اور وہ کئی مرحلوں میں ہوا۔ اگر وہ لوگ کسی ایک معرکے میں یکجا ہوتے اور اُن کے خلاف فیصلہ کیا جاتا تو یہ بہت آسان تھا اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے آغاز کیا جو زیادہ ثروت مند اور قوت و طاقت میں زیادہ تھا اور وہ بنی قینقاع تھے تاکہ اس وجہ سے دیگر یہودی قبائل تک بھی خوف و ہراس کے اثرات پہنچ جائیں۔

۲۔ غفلت میں اچانک حملہ کر دینا وسائل دفاع میں سب سے افضل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں پر اچانک حملہ کرنے میں جلدی کرتے تھے۔ جب انھیں یہ پتا چلتا تھا کہ دشمن اپنے گھر کے اندر اکٹھا ہو رہا ہے تو قبل اس کے کہ وہ مدینۂ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے رسول اکرمؐ اس پر حملہ کر دیتے تھے۔ اور اس طرح وہ ان کے جنگی حربوں کو ناکام بنا کر اور اُن کی صفوں کو نفسیاتی شکست سے دوچار کر دیتے تھے اس لیے کہ یہ مثل مشہور ہے:

مَا غُزِیَ قَوْمٌ فِیْ عُقْرِ دَارِهِمْ اِلَّا ذُلُّوا.

جو بھی قوم اپنے گھر کے اندر جنگ کرتی ہے وہ شکست سے دوچار ہوتی ہے۔

جس طرح رسول اکرمؐ اپنی غزوات میں زیادہ تر دشمن کی معنویات کو شکست سے دوچار کرنا اپنا ہدف قرار دیتے تھے بہ نسبت مادی اور بشری قوّتوں کو شکست سے دوچار کرنے کے۔ اس لیے کہ اُن کا ہدف بشریت کو صراط مستقیم کی جانب ہدایت کرنا تھا۔ اور یہی ہدف اپنی تمام جنگوں میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا تھا۔ آپ جیسے ملاحظہ فرما سکتے ہیں جنگ جمل، صفین اور نہروان میں کہ ان کے قتل کیے جانے پر افسوس کرتے تھے اور یہ کہ ان کا کتنا برا ٹھکانا ہے آپ اس بارے میں گریہ فرماتے تھے۔ اور اسی

طرح امام حسین علیہ السلام اپنے دشمنوں پر گریہ کناں تھے اس وجہ سے کہ وہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے سبب واصلِ جہنّم ہوں گے، آپ اُن کی ہدایت نہ فرما سکے کیوں کہ شیطان نے انھیں گم راہ کر دیا تھا۔

۳: قریش پر سخت ترین اقتصادی حِصَار:

مسلمانوں نے شام کی جانب جو تجارتی قافلہ مکہ سے روانہ ہوتا تھا اسے منقطع کر دیا۔ قریش کی اقتصادی زندگی پر اس کے بہت بُرے اثرات مرتب ہوئے۔ اسی وجہ سے قریش نے نجد کے راستے عراق اور شام کا طویل راستہ اختیار کیا تا کہ ان کی تجارت کا خاتمہ نہ ہو جائے، لیکن مسلمانوں نے انھیں ان تجارتی راستوں سے بھی محروم کر دیا۔ زید بن حارثہ کا جو سریّہ قردہ کی جانب تھا وہ قریش کے اس بچے ہوئے تنہا راستے کو مسدود کرنا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ قریش پر مادی، معنوی اور عسکری اثرات ڈالے جائیں جو اس امر کی تمہید بن جائیں کہ وہ سرِ تسلیم خم کر دیں۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

غزوۂ اُحُد

مسلمان: ۷۰۰ جنگ جُو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں

مشرکین: ۳۰۰۰ جنگ جو ابوسفیان یعنی صخر بن حرب بن امیّہ کی قیادت میں جن میں سے سات سو ۷۰۰ زرہ پوش، ۲۰۰ گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور پندرہ عورتیں تھیں جن میں ہند بنت عتبہ، ابوسفیان کی زوجہ اور ریطہ بنت منبہ بن الحجاج عمرو بن العاص کی بیوی اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کی والدہ تھی۔

تاریخ: ۱۵/شوال ۳ سنہ ھ، ۶۲۵ سنہ ء۔(۱)

مسلمانوں کا نعرہ: أمت...أمت تھا

پرچم بردار: امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے

ہدف: مدینہ کا دفاع کرنا اور اس سے مشرکین کو روکنا

شہداء: ستر ۷۰ افراد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے

مشرکین کے مقتولین: بارہ افراد جن میں قریش کے پرچم بردار بھی تھے۔(۲) ان میں گیارہ افراد کا تعلّق بنی عبدالدّار سے تھا جنھیں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا تھا۔

مدینۂ منورہ میں رسول اللہ کے خلیفہ: ابن اُمّ مکتوم تھے

---

(۱): ابن سعد اور واقدی کے نزدیک یہ غزوہ ۷/شوال ۳ ہجری کو ہوا۔ راجع الطبقات الکبریٰ

(۲): اور کہا گیا ہے ۲۳ اور ۲۸ اور اس سے بھی زیادہ اور اکثر مقتولین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کی تلوار سے ہوئے تھے۔ راجع الطبری ۲: ۶۵ و شرح النہج ۱۳: ۲۹۳

نازل ہونے والی آیتیں:

ا:۔سورۂ آل عمران آیت ۱۲۰ سے ۱۷۱ تک

۲:۔سورۂ النساء آیت ۸۸

۳:۔سورۂ الانفال آیت ۳۶

غزوہ کے واقعات:

غزوۂ بدر الکبریٰ کے نتائج قریش کے لیے بہت دشوار اور سخت تھے کیوں کہ اس غزوہ میں اُن کے اشراف اور سردار امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔لہٰذا وہ اس معرکے میں اِن دونوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔قریش سال بھر اس معرکہ کے لیے تیاری کرتے رہے اقتصادی اعتبار سے اور عسکری حیثیت سے۔اس سلسلے میں انھوں نے درج ذیل اقدامات کیے۔

ا:۔تجارتی قافلے کی منفعت کو مہیّا کرنا جس کی وجہ سے بدر کبریٰ کا معرکہ ہوا تھا تا کہ مکّے کا لشکر تیار کیا جائے اور سامانِ سفر مہیّا کیا جائے۔

۲:۔انھوں نے مختلف قبائل کو خطوط روانہ کیے تا کہ نبی اکرمؐ سے جنگ کرنے کے لیے ان سے مدد طلب کریں اور انھوں نے اپنے شعراء اور مقررین کو ہمسایہ قبائل کی جانب روانہ کیا تا کہ ان میں شجاعت کی روح پھونکیں اور اس طرح انھیں جنگ میں شرکت کے لیے آمادہ کریں جیسے ابی عزّہ الجمحی اور مسافع بن عبد مناف اور دیگر افراد۔(۱)

۳:۔انھوں نے اپنے ساتھ عورتوں کو نکالا کہ ان سے حمیّت اور ہمت حاصل کریں تا کہ کوئی شخص فرار کرنے کے بارے میں سوچے تک نہیں۔

قریش کا خروج:

جب قریش نے اپنی صلاحیتوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیا تو اس کے بعد وہ نکلے کاٹنے

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۶۵

والی تلوار، سازو سامان اور سامان حرب وضرب کے ساتھ مختلف قبائل کے لوگ اور جو اُن کے قریب رہتے تھے، جن کا تعلّق بنی کنانہ سے تھا وہ سب کے سب مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ مکّی لشکر مدینہ کے قریب صَمَغہ نامی ایک مقام تک پہنچا، انھوں نے اپنے اونٹ اور اپنے گھوڑے آزاد چھوڑ دیئے کہ وہ وہاں پر انصار کے کھیتوں میں چریں۔ پھر لشکر مقدمۃ الجیش سے آکر مل گیا یہاں تک کہ وہ عقیق تک پہنچ گئے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے۔ اس کے بعد لشکر اُحد پہاڑ کے دامن میں اتر پڑا جو مدینۂ منورہ سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی صفوں کو ترتیب دینا شروع کیا۔ انھوں نے میمنہ پر خالد بن ولید کو رکھا اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھا اور پرچم طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ سوار دستوں کا سردار تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اس لشکر کی اطّلاع پہنچی:

واقدی نے کہا کہ خزاعہ کے کچھ لوگ، جن میں عمرو بن سالم بھی تھا، مکّہ سے روانہ ہوئے اور قریش سے آکر مل گئے جب کہ وہ ذی طویٰ میں اپنی صفوں کو درست کر رہے تھے۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو انھوں نے رسول اللہؐ کو اس امر کی اطّلاع دی اور پھر واپس چلے گئے اور بطن رابغ میں قریش سے جا ملے۔ بعض روایات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب نے ایک مرد غفاری کے ذریعے سے رسول اللہؐ کو خط لکھ کر اس بات سے مطّلع کر دیا تھا کہ قریش میں جوش وخروش پایا جاتا ہے اور وہ روانہ ہو گئے ہیں۔

اس غفاری نے وہ خط لے جا کر حضور اکرمؐ کو دیا، ابی بن کعب نے وہ خط حضورؐ کو پڑھ کر سنایا، نبی اکرمؐ نے اس سے یہ خواہش کی کہ خط کا مضمون پوشیدہ رہے لیکن یہ خبر مدینہ میں پھیل گئی کہ مشرکین مکّہ مکرمہ سے مدینۂ منورہ کے لیے روانہ ہو چکے ہیں، یہودیوں نے اس خبر کو عام کرنے اور خوف وہراس پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔(۱)

---

(۱): مغازی الواقدی ۱: ۲۰۴

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاسوس روانہ کیے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضالہ کے بیٹوں انس اور مونس کو اس مقام سے واقفیت کے لیے روانہ کیا جہاں تک مشرکین کی قوّتیں پہنچ چکی تھیں وہ دونوں قریش کی خبریں لے کر آئے: ''وہ لوگ (عینین) کے پاس خیمہ زن ہوئے ہیں اور یہ ایک پہاڑ ہے سبحہ کے بطن میں وادی کے کنارے جہاں نیزے کی لکڑی ہے جو مدینہ سے متصل ہے اور انھوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ کھیت میں چھوڑ دیے جسے انھوں نے ایسا کر دیا جیسے وہاں کبھی ہریالی نہ رہی ہو''۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے بعد پوشیدہ طور سے عمرو بن جموح کو روانہ کیا تاکہ وہ ان لوگوں کی تعداد اور تیاری کے بارے میں معلومات فراہم کرے اور اس سے فرمایا کہ جب تم واپس لوٹو تو مسلمانوں سے اس کا ذکر نہ کرنا مگر یہ دیکھو کہ وہ لوگ تعداد میں کم ہیں۔(۱)

وہ شخص واپس آیا اور تنہائی میں انھیں اطّلاع دی اور رسول اکرمؐ نے اسے پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ جب نبی اکرمؐ نے مکّی جیش کے بارے میں اطّلاعات حاصل کرلیں تو حکم دیا کہ نہایت شدّت کے ساتھ مدینۂ منورہ کی حفاظت کی جائے۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ مسجد میں رسول اللہؐ کے دروازے پر سوئے جب کہ وہ ہتھیار سجائے ہوئے تھے جس طرح پہرہ دار شہر کے اندرونی راستے پر اس کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں۔

رسول اکرمؐ اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے ہیں:

بروز جمعہ ۱۵/شوّال ۳ھ ہجری مطابق ۲۹/مارچ ۶۲۵ء کو جمع کر کے یہ مشورہ کیا کہ کس طرح دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ آغاز کلام میں نبی اکرمؐ نے اپنی رائے کا اظہار کیا اس خواب کو بیان کرنے کے بعد جو انھوں نے دیکھا تھا آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا:

انی قد رایت.........فی درع حصینه

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۳۷

واللہ میں نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، میں نے دیکھا ہے کہ میں اپنی گائے ذبح کررہا ہوں اور میں نے اپنی تلوار کی دھار پر ایک رخنہ دیکھا ہے اور یہ دیکھا ہے کہ مجھے داخل کردیا گیا ہے مضبوط زرہ میں، تو میں نے اس کی تاویل مدینہ کی ہے اور جہاں تک گائے کا تعلّق ہے تو یہ میرے اصحاب ہیں جنھیں قتل کردیا جائے گا اور میں نے تلوار کی دھار پر جو ایک رخنہ دیکھا ہے وہ میرے اہل بیتؑ کا ایک شخص ہوگا۔ پس اگر تم مناسب سمجھو کہ تم مدینہ میں مقیم رہو اور جب وہ یہاں اتریں تو تم انھیں دعوت دو، پس اگر وہ ٹھہرے رہے تو وہ بری جگہ ٹھہریں گے اور اگر وہ ہم سے ملاقات کریں گے تو ہم ان سے قتال کریں گے۔ مہاجرین وانصار میں جو بڑی عمر کے لوگ تھے ان کی بھی یہی رائے تھی۔(۱)

لیکن جوان مسلمانوں نے اور جنھوں نے غزوۂ بدر میں حصّہ نہیں لیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ دشمن کی طرف خروج کریں اور انھوں نے اس امر پر اصرار کیا اور یہ کہتے ہوئے شہادت کے لیے راغب ہوئے:

اخرج بنا الی عدونا لایرون انا قد جبنا عنهم و ضعفنا.

آپ ہمیں لے کر ہمارے دشمنوں کی طرف نکلیں تا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم بزدل اور کمزور ہو گئے ہیں۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا کہ اکثریت مدینہ سے نکل کر حملہ کرنا چاہتی ہے تو آپ نے ان کی رائے کو تسلیم کرلیا اور خروج کا فیصلہ کیا۔ آپ بیت الشّرف میں داخل ہوئے اور آپ نے لباس جنگ زیب تن کرلیا، اس اثنا میں وہ لوگ شرمندہ ہوئے جنھوں نے رسول اللہؐ کو مدینہ سے خروج کے لیے مجبور کیا تھا پس جب وہ نکل کر ان کی طرف آئے اور آپؐ نے لباس جنگ زیب تن کیا ہوا تھا تا کہ قریش سے جنگ کے لیے توجّہ مبذول کریں تو ان لوگوں نے کہا: یارسول اللہؐ! آپ ٹھہر جائیں جیسا کہ آپ نے ہمیں حکم دیا تھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ جب وہ لباس جنگ زیب تن

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۶۷

کر لے تو اسے اتار دے جب تک اللہ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کر دے لہٰذا اب جو میں تمھیں حکم دے رہا ہوں اس پر عمل کرو اور اللہ کا نام لے کر نکل پڑو۔ تم نے جو صبر سے کام لیا ہے تو نصرت تمھارے لیے مہیّا ہو گی۔

نبی اکرمؐ کا مدینہ سے نکلنا (قریبی راستے کا انتخاب):

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۂ منورہ سے اپنے ہزار صحابیوں کو لے کر نکلے اور مدینۂ منورہ میں ابن امّ مکتوم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور لشکر کے آگے آگے ان کے پرچم بردار اور شہ سوار آگے بڑھ کر حملہ آور ہونے والے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے اور اسلامی لشکر ثَنِيَّۃُ الوداع سے نکلا یہاں تک کہ جب مدینہ واُحُد کے درمیان (شوط) کے مقام تک پہنچے تو عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار لشکر کا ایک تہائی جو منافقین اور اہل شک تھے انھیں لے کر واپس چلا گیا اور اس نے کہا اُن کی اطاعت کی اور میری نافرمانی کی، اے لوگو! ہم نہیں جانتے کہ ہم کب تک اس جگہ اپنی جانوں کو قتل کراتے رہیں گے۔ یہ کہہ کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام، جابر بن عبداللہ الانصاری کے والد گرامی نے یہ کہتے ہوئے ان کا پیچھا کیا: اے قوم کے لوگو! میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں کہ تم اپنی قوم اور اپنے نبی کو اس وقت تنہا نہ چھوڑو جب تمھارا دشمن آ گیا ہے۔ انھوں نے کہا: اگر ہمیں علم ہوتا کہ قتال ہو گا تو ہم تمھارا اتباع کرتے۔ پس جب ان منافقین نے واپس آنے سے انکار کر دیا تو عبداللہ بن عمرو بن حرام نے کہا: اے اللہ کے دشمنو! اللہ تمھیں دور رکھے اللہ اپنے نبیؐ کو تم سے بے پروا کر دے گا۔

پھر رسول اللہؐ نے اپنے راستے کو تبدیل کر دیا اور بنی حارثہ کی پتھریلی سیاہ زمین سے گزرے اور ان کے باغات سے گزر رہوا یہاں تک کہ اسلامی لشکر مربع بن قیصی کے باغ سے گزرا اور یہ شخص ان منافقین میں سے تھا جو حضورؐ کے مخالف تھے۔ جب اس نے لشکر کی آواز سنی تو اس نے ان کے چہروں پر مٹی پھینکنا شروع کر دی اور کہنا شروع کیا اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں اپنے احاطے میں آپ کو آنے کی اجازت نہیں دوں گا اور اس نے اپنے

ہاتھ میں مٹی کا ایک لپ بھرا پھر کہا: اگر میں جانتا کہ یہ آپ کے علاوہ کسی اور تک نہیں پہنچے گی تو میں اس سے آپ کے چہرے کو مارتا۔قوم آگے بڑھی کہ اسے قتل کر دے، رسول اللہؐ نے فرمایا: اسے قتل نہ کرو یہ اُعمیٰ ہے اس کا دل بھی اندھا ہے اور اس کی آنکھوں سے بھی دکھائی نہیں دیتا۔ پھر لشکر چلتا رہا یہاں تک کہ اُحد کی ایک گھاٹی میں پہاڑ کی بلند جگہ پر اتر پڑے۔ آنحضرتؐ نے بار برداری کے اونٹ اور لشکر کو اُحد کی جانب قرار دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی بھی قتال نہ کرے جب تک ہم حکم نہ دیں۔(۱)

اور جب مسلمان روانہ ہو رہے تھے تو نبی اکرمؐ نے یہودیوں کے ہتھیار بند لشکر کو واپس بھیج دیا جو ابن سلول کے حلیف تھے یہ فرماتے ہوئے کہ تم لوگ مشرکین سے مشرکین کے خلاف مدد حاصل نہ کرو۔

قتال کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصوبہ:

ابن سلول اور آنحضرتؐ کے جو یہودی حُلَفاء (عہد و پیمان کرنے والے ساتھی) تھے ان کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف سات سو صحابی بچ رہے تھے جس کے ذریعے اس بڑے لشکر کا سامنا کریں جو تعداد اور تیاری میں ان سے کہیں زیادہ تھے جن میں سینکڑوں شہ سوار تھے جو اپنے بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے آئے تھے اور اُن کے ساتھ عورتیں بھی تھیں جو انھیں قتال پر اُبھار رہی تھیں اور ہمّت بڑھا رہی تھیں جب کہ مسلمان تعداد میں کم تھے اور ان کے پاس سامان جنگ بھی کم تھا اور ابن سلول کا ایک تہائی لشکر لے کر چلے جانے سے بھی ان پر نفسیاتی اور معنوی اثرات مرتب ہوئے تھے اور ان تمام وجوہات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حملہ کا منصوبہ بنایا جو اچانک ہوتا کہ دشمن کو پہلے مرحلۂ خوف میں شکست دی جائے۔ اور اس سلسلے میں انھوں نے درج ذیل منصوبہ بنایا ہم جس کا اجمالی ذکر کر رہے ہیں۔

۱:۔ پچاس تیر اندازوں کو عبد اللہ بن جبیر کی قیادت میں ایک مقام پر متعین فرمایا ایسے

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۶۹

راستے پر جو پہاڑی کے عقب سے حضورؐ کے لشکر کی طرف آتا تھا تاکہ دشمن عقب سے مسلمانوں کے لشکر کی طرف ملتفت ہونے سے محروم ہوجائے۔آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا:

اَحْمُوْا ظُهُوْرَنَا فَإِنْ رَاَيْتُمُوْنَا نُقْتَلُ فَلَا تَنْصُرُوْنَا وَ اِنْ رَاَيْتُمُوْنَا غَنِمْنَا فَلَا تَشْرَكُوْنَا.(۱)

تم ہمارے پشت کی حفاظت وحمایت کرو اگر تم ہمیں قتل ہوتے ہوئے دیکھو تو بھی ہماری نصرت کو نہ آنا اور اگر یہ دیکھو کہ ہم مال غنیمت لوٹ رہے ہیں تو اس میں بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔

پھر آپ نے اپنے شدید ترین احکام جاری فرمائے کہ وہ اس درّے کو ہرگز نہ چھوڑیں خواہ کیسے ہی حالات اور معاملات کیوں نہ ہوں۔

۲:۔آپ نے اپنے اصحاب کو صف میں کھڑا کر کے اِس طرح منظّم کیا کہ اگر کسی سپاہی کا کندھا باہر نکلا ہوا ہوتا تو اسے برابر کردیتے۔

۳:۔جو شہ سوار تھے اور سخت جنگ جُو تھے انھیں صفوں کے آگے رکھا تمہید کے طور پر کہ اگر پہلے مرحلے میں دشمن کی جانب سے سخت حملہ ہوتا ہے اور اس سے شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اور اس طرح قتال کا پہلا مرحلہ پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے۔

۴:۔اپنے اصحاب کو شجاعت دلانا اور قتال میں صبر کرنے کے لیے ابھارنا۔

۵:۔اور پوشیدہ نعرہ (شعار) اَمِت، اَمِت تھا تاکہ قتال کے دوران ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔

معرکہ کا آغاز:

پہلا شخص جس نے جنگ کی آگ کو بھڑکایا وہ ابوعامر عبدعمرو بن صیفی تھا۔وہ مدینہ سے نکل کر مکّہ گیا تھا اور قریش کو ابھار رہا تھا کہ مسلمانوں سے قتال کریں اور اس کے ساتھ اَوس قوم کے پچاس جوان تھے اور اُس نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی تھی تو وہ اُحد کی طرف نکلا

(۱): الطبقات الکبریٰ۱:۳۹

اور وہ قریش کے بارے میں یہ گمان کر رہا تھا کہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو جن کا اوس سے تعلق ہے اور وہ مسلمان ہیں جب وہ انھیں آواز دے گا تو وہ اس کی آواز پر لبیک کہیں گے اور اُس کے ساتھ شامل ہو کر قریش کی مدد کریں گے۔ جب دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی تو ابو عامر نے آواز دی ''یَامَعْشَرَ الْاَوْسِ'' اے اوس کے لوگو! ''اَنَا اَبُوْعَامِر'' میں ابو عامر ہوں۔ انھوں نے اس سے کہا:

فَلَا اَنْعَمَ اللّٰہُ بِكَ عَلَیْنَا یَافَاسِقُ.

اے فاسق اللہ تم پر ہماری جانب سے کوئی بھلائی نہ دے۔

جب اُس نے اُن لوگوں کے مسترد کرنے کو سنا تو کہا کہ میرے بعد میری قوم کو شر نصیب ہوگا پھر دونوں طرف سے پتھروں کی بارش ہوئی یہاں تک کہ وہ اور جو اس کے ساتھ تھے وہ سب راہ فرار اختیار کر گئے۔(۱)

اور ابوسفیان نے انصار کی طرف پیغام بھیجا کہ تم ہمارے اور ہمارے ابن عم (چچا کے بیٹے) کے درمیان سے ہٹ جاؤ ہم تم سے پلٹ کر چلے جائیں گے۔ ہمیں تم سے کسی قسم کے قتال کی حاجت نہیں۔ انھوں نے ایسا جواب دیا جو ابوسفیان کو پسند نہ آیا۔(۲)

یہ ابوسفیان کی طرف سے ایک شیطانی چال تھی تا کہ مسلمانوں کو رسول اللہؐ سے جدا کیا جا سکے اور وہ آسانی سے مسلمانوں کے خلاف قدرت حاصل کر سکے۔

ابودجانہؓ اور نبی اکرمؐ کی تلوار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ یہ تلوار کون لے گا؟ تا کہ اس کا حق ادا کر دے۔ کچھ لوگ کھڑے ہوئے جن میں زبیر بن العوام بھی تھے اور دیگر روایات میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کا بھی نام آتا ہے۔ رسول اللہؐ نے تلوار ان کے سپرد نہ کی یہاں تک کہ ابودجانہ سماک بن خرشہ بنی ساعدہ کے بھائی کھڑے ہوئے اور فرمایا: یا رسول اللہؐ اس کا حق کیا ہے؟

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۱۷

(۲): السیرۃ النبویہ لزینی وحلان ۲:۲۶

تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے ذریعے سے دشمنوں کو مارا جائے یہاں تک کہ یہ تلوار ٹیڑھی ہوجائے، مڑ جائے۔ ابو دجانہ نے کہا: یارسول اللہؐ یہ تلوار میں لے رہا ہوں اور میں اس کا حق ادا کروں گا۔

آنحضرتؐ نے وہ تلوار انھیں عطا فرمادی۔ اور ابو دجانہؓ مرد شجاع تھے، وہ جنگی داؤ و پیچ سے واقف تھے، وہ جب یہ جان لیتے تھے کہ اب جنگ ناگزیر ہے تو سرخ عمامہ پہن کر نکلتے تھے اور لوگوں کو پتا چل جاتا تھا کہ اب وہ قتال کے لیے تیار ہیں۔ جب انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلوار لی اور انھوں نے اپنا عمامہ اپنے سر پر باندھا تو صفوں کے درمیان نہایت اکڑ کر چلنے لگے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہؐ نے فرمایا: یہ چال اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے لیکن اس موقع پر اس کی اجازت ہے۔ زبیر بن العوام بھی ان لوگوں میں سے تھے جو نبی اکرمؐ سے تلوار لینے کے خواہش مند تھے لیکن رسول اللہؐ نے انھیں منع فرمادیا تھا۔ زبیر اس وجہ سے غمگین تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ ابو دجانہؓ کیا کررہے ہیں اور کس طرح کررہے ہیں۔ ابو دجانہؓ جس مشرک کا سامنا کرتے اسے قتل کردیتے اور مشرکین سے ایک شخص ایسا تھا کہ جو کسی زخمی مسلمان کو دیکھتا تو اسے موت سے ہم کنار کردیتا (موت کا کفن پہنا دیتا)۔ زبیر نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ اس مشرک اور ابو دجانہؓ کا آمنا سامنا ہوجائے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دونوں کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ ابو دجانہؓ نے مشرک کو قتل کردیا۔(۱)

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۷۳۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبیر بن العوام جن پر اطلاق ہوتا ہے فارس رسول اللہؐ (رسول اللہ کے شہ سوار) کا وہ خود کے لیے اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ وہ اس معرکے میں مسلمانوں کی قلت اور مشرکین کے لشکر کی کثرت کے باوجود الگ تھلگ رہیں، یا یہ کہ وہ رسول اللہؐ سے ناراض ہوگئے کہ انھیں آنحضرتؐ نے تلوار عطا نہیں فرمائی اس لیے وہ معرکے سے علیحدہ ہوگئے اس لیے کہ وہ سریع الغضب تھے، عمرؓ نے ان کے بارے میں کہا تھا: انہ مومن الرضا کافر الغضب۔ وہ خوش ہوں تو مومن ہیں غضب ناک ہوں تو کافر ہیں۔

عملی قتال کا آغاز:

ابوسفیان نے بنی عبدالدار جو قریش کے پرچم بردار تھے اور علم جنگ اٹھائے ہوئے تھے ان سے کہا: اے بنی عبدالدار تم نے غزوۂ بدر کے موقع پر ہمارے پرچم کو پھینک کر راہ فرار اختیار کیا تھا تو تم نے دیکھ لیا کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ لوگ اپنے پرچموں کی جانب سے آتے ہیں، جب پرچم نہ رہے تو وہ نہیں رہتے یا تو تم ہمارے پرچموں کے لیے مدافعت کرو یا ہمارے اور پرچم کے درمیان سے ہٹ جاؤ ہم اسے دیکھ لیں گے۔ ان لوگوں نے ابوسفیان کی جانب قصد کیا اور وعدہ وعید کیے اور انھوں نے کہا: ہم اپنے پرچم تمھارے سپرد کرتے ہیں۔ تم کل جان لوگے جب ہماری مڈبھیڑ ہوگی کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ اور ابوسفیان یہی چاہتا تھا۔(۱)

اور عورتیں دف بجا رہی تھیں اور لوگوں کو قتال کے لیے ابھار رہی تھیں تو ہند بنت عتبہ معاویہ کی ماں نے کہا:

وَيْهًا بَنِي عَبْدِ الدَّارِ وَيْهًا حُمَاةَ الْأَدْبَارِ
ضَرْبًا بِكُلِّ بَتَّارِ

کیا کہنا بنی عبدالدار کا کیا کہنا بھاگنے والوں کا پیچھا کرنے والوں کا
ایسی ضربت سے جو شمشیر براں ہے

اور اس نے کہا:

اِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِقْ	اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تمھیں گلے لگائیں گے
وَ نَفْرُشْ النَّمَارِقْ	اور ہم زین کے نیچے نرم گدّے بچھا دیں گے
اَوْ تُدْبِرُوا نُفَارِقْ	یا تم پیچھے ہٹ جاؤ گے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گے
فِرَاقُ غَيْرُ وَامِقْ	ایسی جدائی اختیار کریں گے جس میں محبت کا عنصر نہ ہوگا

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۲۷

مَقْتَلُ اَصْحَابُ اللّواء: یعنی پرچم برداروں کا قتل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ہدف بنایا تھا کہ دشمن پر ایسی طاقت ور اور انتہائی موثر ضرب لگائیں کہ اس کی نقل وحرکت منجمد ہو کر رہ جائے اور معرکہ کو انتہا تک پہنچانے میں وہ غالب نہ رہے اور شکست پر مجبور ہو جائے۔ یہ سب اس لیے ہو کہ طرفین کی قوّتیں برابر نہیں ہیں۔ اور رسول اللہ ؐ اس منصوبے میں کامیاب ہو گئے۔ جب آپ نے سخت ترین جنگ جُویوں کو اس کام کے لیے منتخب کیا جن میں سب سے آگے امام علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ رسول اللہ ؐ نے جنھیں حکم دیا تھا کہ مشرکین کے پرچم داروں کی طاقت کو توڑ دیں تو مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔[1] اور یہ کل گیارہ جنگ جُو تھے جن کا تعلق بنی عبدالدار سے تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام بھیجا کہ پرچم کو آگے لے کر آئیں تو حضرت علی علیہ السلام صف کے آگے آ گئے اور اُن کی طرف طلحہ بن ابی طلحہ آگے بڑھا جس نے مشرکین کا پرچم اٹھا رکھا تھا۔[2] اس نے جنگ کے لیے للکارا تو امام علی علیہ السلام نے اس سے جنگ کی اور اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ؐ کو یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی آپ نے بلند آواز میں نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر عثمان بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھایا اسے بھی امام علی علیہ السلام نے تہہ تیغ کر دیا اس کے بعد ابوسعد بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھالیا اسے بھی حضرت علی علیہ السلام نے کیفر کردار کو پہنچایا پھر اس پرچم کو مسافع نے اٹھایا اور اس کے بعد کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے پھر اس کے بھائی جلاس نے پھر ارطاۃ بن شرحبیل نے پھر شریح بن قانط تھے اور آخر میں ان کے ایک غلام نے اسے اٹھایا جس کا نام صواب تھا اس نے جنگ کی اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اسے بھی قتل کر دیا اور اب ان مشرکین کا پرچم زمین پر گر گیا اور مشرکین کو ناقابل یقین شکست دے دی گئی۔ وہ کسی چیز کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے

---

(۱): تاریخ طبری ۲: ۶۵۔ شرح النہج ۱۳: ۲۹۳۔ الارشاد ۷۴۔ بحار الانوار ۲۰: ۵۱۔ تفسیر قمی ۱: ۱۳

(۲): ابن ہشام کے نزدیک پرچم بردار ابوسعد بن ابی طلحہ تھے جنھیں حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا تھا۔ راجع سیرۃ ابن ہشام ۲: ۷۸

اور آگے آگے مولا علیؑ، حضرت حمزہؑ اور ابو دجانہؓ تھے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اُحد کے معرکہ میں اصحابُ اللّواء (صاحبانِ پرچم) نو افراد تھے جن میں اوّل سے آخر تک سب کو حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور قوم کو شکست ہوئی تھی۔ مخزوم نے حد سے تجاوز کیا جنھیں علی علیہ السلام نے اس دن رسوا کر دیا۔(۱)

طبری اور ابن الاثیر اور دیگر مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ وہ علی بن ابی طالبؑ تھے جنھوں نے اصحاب اللّواء (پرچم برداروں) کو قتل کیا تھا۔ یہ روایت رسول اللہؐ کے خادم ابو رافع سے منقول ہے۔(۲)

اصحاب اللّواء (پرچم برداروں) کے قتل ہو جانے کے بعد ایک عورت نے پرچم اٹھالیا اس لیے کہ مشرکین اس سے دور ہو گئے تھے، اور مسلمانوں نے مشرکین کو پیچھے ہٹانا شروع کیا یہاں تک کہ اپنے لشکر سے انھیں دور کر دیا۔

واقدی نے کہا: لوگوں نے کہا، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی اور اُن کے اصحاب کو کسی موقع پر بھی ایسی فتح وکامرانی عطا نہیں فرمائی جیسی اُحد کے معرکے میں عطا ہوئی یہاں تک کہ لوگوں نے رسول اللہؐ کی نافرمانی کی اور معاملے میں جھگڑنے لگے۔ صاحبان پرچم قتل کر دیئے گئے اور مشرکین شکست سے دوچار ہو گئے اور ان کی عورتیں دف بجا بجا کر ان پر لعنت ملامت کر رہی تھیں۔(۳)

حضرت حمزہ بن عبد المطلب علیہ السلام کی شہادت:

پرچم برداروں کے قتل ہو جانے کے بعد جنگ میں شدّت آگئی۔ حضرت حمزہؑ مدافعت کرنے والے شہ سواروں کے مقدّمہ (سب سے آگے) میں تھے تاکہ مشرکین کو ناکارہ بنادیں اور شکست سے دوچار کر دیں کہ جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے انھیں دیکھا،

(۱): بحار الانوار ۲۰: ۸۷

(۲): تاریخ طبری ۲: ۵۱۴

(۳): مغازی الواقدی ۱: ۲۲۹

جبیر بن مطعم نے اپنے غلام وحشی کو آزاد کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حمزہؑ بن عبدالمطلب کو مطعم کے چچا طُعَیمَہ بن عدی کے بدلے میں قتل کر دے جنھیں حضرت حمزہؑ نے بدر الکبریٰ کے معرکے میں قتل کیا تھا۔ حضرت حمزہؑ اپنی تلوار سے جب لوگوں کو ڈرا دھمکا رہے تھے، وحشی کسی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپ گیا اور حضرت حمزہؑ کی گھات میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ وہ اس کے پاس سے گزرے اور جب وہ قریب آئے اس نے اپنے حربے کو حرکت دی، جب وہ اس کے قابو میں آ گیا تو اس نے اسے حضرت حمزہؑ کی طرف پھینک دیا، وہ ان کے شکم کے نچلے حصّے میں لگا اور ان کے دونوں ٹانگوں کے درمیان سے نکل گیا۔ حضرت حمزہ رضوان اللہ علیہ نے وحشی کی طرف اُٹھ کر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ایسا کر نہ سکے اور گر پڑے اور جب ان کی موت واقع ہوگئی تو وحشی آیا اور اس نے اپنا حربہ اٹھایا اور لشکر کی طرف واپس آکر بیٹھ گیا اس لیے کہ اُسے حضرت حمزہؑ کے علاوہ کسی اور سے کوئی سروکار نہ تھا اس نے حضرت حمزہؑ کو اس لیے قتل کیا تھا کہ اسے آزادی مل جائے۔ ہند نے اسے اپنے کپڑے اور اپنے زیورات دیے تھے اور مکّہ پہنچ کر اسے دس دینار دینے کا وعدہ کیا تھا اور دیگر اشیاء.... بھی دینے کا وعدہ کیا تھا جن کا ذکر اس جگہ مناسب نہیں۔

سامنے والے مشرکین کا حملہ:

جب مسلمان تیراندازوں نے دیکھا (جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ پہاڑ میں جن جگہوں پر انھیں متعیّن کیا گیا ہے وہاں کو نہ چھوڑیں خواہ معرکہ کا نتیجہ کچھ بھی ہو) کہ مسلمان کامیابی سے ہم کنار ہو چکے ہیں تو انھوں نے باہمی مشورہ کیا کہ وہ اس جگہ پر باقی رہیں یا سرزمین معرکہ تک جائیں تاکہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر غنیمتوں کے مال جمع کریں۔ لیکن ان کا امیر عبداللہ بن جبیر اپنی جگہ ثابت قدم رہا اور اس نے کہا کہ میں رسولؐ کے حکم کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ دس سے کم تیر انداز باقی رہ گئے، اکثریت نے اپنی اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور مال غنیمت کے حصول کے لیے لوٹ مار میں شریک ہونے چلے گئے۔

خالد بن الولید نے فرصت کو غنیمت جانا کہ مسلمان تیر اندازوں نے اپنی اپنی جگہوں کو چھوڑ دیا تھا اور وہ مشرکین کے لشکر کے میمنہ پر تھا اس نے وہاں پر حملہ کر دیا جہاں تیر اندازوں نے اپنی اپنی جگہوں کو چھوڑا تھا اور عکرمہ بن ابی جہل نے اپنے سواروں کے ساتھ اس کی پیروی کی اور انھوں نے عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور پھر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور شکست خوردہ قریش نے اپنے مردوں کو جنگ کے لیے واپس آتے دیکھا اور حارثیہ نے اس پرچم کو اٹھا لیا جو زمین بوس ہو چکا تھا۔ وہ از سر نو جنگ میں لوٹ آئے پس وہ مشرکین مسلمانوں کے خلاف بھرپور حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہوئے اور انھوں نے یَالِلْعُزّٰی! یَالِهُبَل کا نعرہ لگایا۔ اس اثنا میں خالد بن ولید نے پیچھے سے اپنی توجہات کو اس جانب مرکوز کر دیا اس طرح مسلمان چاروں طرف سے گھر کر رہ گئے اور بالخصوص ان کا ٹھہرنا بے حد خطرناک ہو گیا اور ان کی صفیں اپنی جگہوں پر ثابت قدم نہیں تھیں تاکہ وہ مقابلہ کر سکیں اس لیے کہ وہ مال غنیمت جمع کرنے کے لیے پراگندہ ہو گئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا رابطہ مفقود ہو چکا تھا۔ خالد بن ولید کا حملہ اچانک اور نہایت تیزی کے ساتھ تھا کہ وہ اپنی شناخت کھو بیٹھے اور دشمنوں کے درمیان گم ہو گئے۔ ہر شخص کو یہی فکر دامن گیر تھی کہ کس طرح خود کو بچا لے اور ابنِ قئیمہ نے مصعب بن عمیر کا قصد کیا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت پر مامور تھے۔ ابنِ قئیمہ یہ سمجھا کہ وہی نبی ہیں اور اُس نے اُنھیں قتل کر دیا اور اس نے کہا: قَتَلْتُ مُحَمَّداً۔ میں نے محمدؐ کو قتل کر دیا۔

ان کے ایک ندا دینے والے نے ندا دی: ''اِنَّ مُحَمَّداً قَدْ قُتِلَ'' محمدؐ قتل ہو گئے۔ یہ سن کر مشرکین کی قوّت و طاقت میں اضافہ ہوا اور ان کے حملوں میں دوام و ثبات پیدا ہو گیا اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی، وہ کسی چیز کو مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے۔ صرف امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تھے اور ان کی جانب سے مدافعت کر رہے تھے اور مشرکین کے حملوں سے اُن کو بچا رہے تھے، جن کی تمام تر کوشش یہی تھی کہ نبی اکرمؐ کو قتل کر دیں اور مسلمانوں کی پسپائی جاری رہی یہاں تک کہ وہ پہاڑوں پر

چڑھ گئے جن میں ابوبکرؓ، عمرؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زبیرؓ اور عثمانؓ بھی تھے جو معرکہ سے روانہ ہونے کے تین دن بعد واپس آئے۔(۱)

امیر المومنین علیہ السلام اور مشرکین کے سواروں کا دستہ:

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ لوگ شکست کھا کر رسول اللہؐ کے پاس سے چلے گئے۔ رسولؐ اللہ سخت غضب ناک ہوگئے اور جب وہ غضب ناک ہوتے تھے تو ان کے چہرے اور اُن کی پیشانی سے موتی کی طرح پسینہ گرتا تھا۔ آپ نے دیکھا تو علی علیہ السلام کو اپنے پہلو میں پایا تو فرمایا:

اے علیؑ تم اپنے خاندان والوں کے ساتھ ملحق کیوں نہ ہو گئے۔

تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ أَكُفْرٌ بَعْدَ إِيْمَانٍ ؟ کیا ایمان لانے کے بعد کفر ہوتا ہے؟

إِنَّ لِيْ بِكَ أُسْوَةً ۔ میرے لیے آپ کی شخصیت میں ایک نمونۂ عمل موجود ہے۔

تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

أَمَا لَا فَاكْفِنِيْ هٰؤُلَاءِ ۔ ان لوگوں سے مجھے بچاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام نے حملہ کیا اور اُن میں سے پہلا شخص جس سے مڈبھیڑ ہوئی اسے مار ڈالا۔(۲)

ابن الاثیر نے کامل(۳) میں کہا ہے کہ جس ہستی نے پرچم برداروں کو قتل کیا تھا وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ اسے بیان کیا ہے ابو رافع نے انھوں نے کہا کہ جب صاحبانِ رائیت کو قتل کیا تو رسول اللہؐ نے مشرکین کی ایک جماعت کو دیکھا تو علیؑ سے فرمایا: ان پر حملہ کرو، علیؑ نے حملہ کیا اور انھیں منتشر کر دیا اور ان میں سے کچھ کو قتل کر دیا، پھر پیغمبر اکرمؐ نے دوسری

---

(۱): سرزمین معرکہ سے شکست کے ذکر کا حوالہ ہم بعد میں دیں گے۔

(۲): بحار الانوار ۲:۹۵

(۳): الکامل بن الاثیر ۲:۱۰۹، ۱۱۰

جماعت دیکھی تو علیؑ سے کہا کہ ان پر حملہ کرو، علیؑ نے ان پر حملہ کیا اور انھیں منتشر کیا اور ان میں کچھ کو قتل کر دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

یَارَسُوْلَ اللہِ ھٰذِہِ الْمُوَاسَاۃُ۔ یا رسول اللہؐ اسے مواسات کہتے ہیں؟

تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

اِنَّہٗ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ۔ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔

تو جبرئیلؑ نے کہا: وَ اَنَا مِنْکُمَا۔ اور میں تم دونوں سے ہوں فرمایا تو انھوں نے ایک آواز سنی:

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَار وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِی (۱)

ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں ہے اور علیؑ جیسا کوئی جوان نہیں ہے۔

اور ابن ابی الحدید نے کچھ ثقہ لوگوں سے یہ بات نقل کیا ہے: کہ جب اکثر صحابہ غزوۂ اُحد کے موقع پر رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو مشرکین کے سواروں کے کئی دستے رسول اللہؐ کی جانب آئے۔ بنی کنانہ کے دستے نے رسولؐ اللہ کا قصد کیا، پھر بنی عبد مناۃ بن کنانہ کا دستہ آیا جس میں بنو سفیان بن عویف الاربعہ تھے تو رسول اللہؐ نے فرمایا: اے علیؑ سواروں کے ان دستوں سے میری حفاظت کرو۔ علیؑ نے ان پر حملہ کیا اور وہ تقریباً پچاس شہ سوار تھے اور حضرت علیؑ پا پیادہ تھے۔ حضرت علیؑ مسلسل تلواروں کی ضربیں لگاتے رہے یہاں تک کہ وہ رسولؐ کے قریب سے منتشر ہو گئے، پھر ان کے قریب آ گئے، ایسا کئی بار ہوا یہاں تک کہ بنی سفیان بن عویف الاربعہ اور اس کا پورا قبیلہ جن کے ناموں کا علم نہیں ہے وہ سب کے سب قتل ہو گئے تو اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہؐ سے کہا:

اِنَّ ھٰذِہِ الْمُوَاسَاۃُ۔ اسے مواسات کہتے ہیں؟ ملائکہ کو اس جوان کی مواسات پر تعجب ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کیا چیز رکاوٹ ہے: وَ ھُوَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ۔ وہ تو مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں تو اس وقت جبرئیلؑ نے فرمایا: وَ اَنَا مِنْکُمَا۔ اور میں تم دونوں

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۱۰۶ و تاریخ الطبری ۲:۶۵

سے ہوں۔ اور اس روز آسمان سے ایک آواز سنی گئی لیکن آواز دینے والا شخص دکھائی نہ دیا، وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا:

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَار		وَ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی
کوئی تلوار نہیں ہے بجز ذوالفقار کے		اور کوئی جوان نہیں بجز علیؑ کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا گیا؟ تو فرمایا یہ جبرئیلؑ تھے۔(۱)

ابن ابی الحدید نے کہا: کہ محدّثین کی ایک جماعت نے یہ روایت بیان کی ہے اور مشہور روایات میں سے ہے۔ محمد بن اسحاق کی مغازی کے بعض نسخوں میں مجھے اس سے واقفیت ہوئی ہے اور میں نے اپنے شیخ عبدالوھاب بن سکینہ سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ صحیح حدیث ہے تو میں نے ان سے کہا کہ صحاح نے اسے کیوں نہیں لکھا تو انھوں نے جواب دیا کیا ہر صحیح روایت پر صحاح ستہ کی کتابیں مشتمل ہیں؟ بہت سی ایسی روایات صحیحہ ہیں جنھیں اصحاب صحاح نے چھوڑ دیا اور شامل نہیں کیا۔(۲)

اور جب امیر المومنین علیہ السلام نے ان سواروں کو آنے سے روک دیا پھر ان میں سے کوئی واپس نہیں آیا۔ مسلمانوں کے شکست خوردہ افراد واپس لوٹ کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مشرکین میدانِ کارزار سے متکبرانہ انداز میں واپس ہوئے۔ جب قریش کے گھوڑ سوار بہت زیادہ تھکن سے دوچار ہو گئے تھے اور ان کے تمام حملے جو بعد میں کیے گئے تھے تا کہ وہ نبی اکرمؐ کو قتل کر دیں وہ سب کے سب بے کار ہو گئے تو پھر انھوں نے طے کیا کہ قتال کو ختم کر دیں۔

حضرت علی علیہ السلام کا میدان میں رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنا:

روایات صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام وہ تھے جو تنہا میدانِ قتال میں

---

(۱): شرح النہج للمعتزلی ۱۴: ۲۵۱

(۲): شرح النہج للمعتزلی ۱۴: ۱۰۶، ۱۰۷

ثابت قدم رہے جب معرکہ کا دوسرا دور شروع ہوا۔ آغاز امر میں تمام مسلمان شکست سے دو چار ہو گئے۔ پھر ان میں سے کچھ لوگ معرکہ کارزار میں واپس گئے جب انھوں نے یہ دیکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام تن تنہا رسول اللہؐ کا دفاع کر رہے ہیں اور مشرکین کے لشکر کے لیے رکاوٹ بن گئے ہیں۔ اس بارے میں یہ ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔

ا:۔ زہد بن وھب سے مروی ہے: میں نے عبداللہ بن مسعود سے کہا:

لوگ شکست کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس سوائے علی ابن ابی طالبؑ، ابو دجانہؓ اور سھل بن حنیف کے کوئی نہیں بچا۔ پھر فرمایا: لوگ شکست کھا گئے سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے وہ تنہا رہ گئے اور کچھ لوگ رسول اللہؐ کی طرف واپس آئے جن میں پہلے عاصم بن ثابتؓ، ابو دجانہؓ، سھل بن حنیفؓ اور طلحہ بن عبیداللہؓ تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کہاں تھے؟ تو انھوں نے فرمایا: وہ دونوں ان میں سے تھے جو کنارہ کش ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا کہ حضرت عثمانؓ کہاں تھے؟ فرمایا کہ وہ اس معرکے کے تین دن بعد واپس آئے تو رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا کہ تم تو بہت لمبے چلے گئے۔(۱)

۲:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی چار خصلتیں ہیں۔

وہ عربی و عجمی میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔

علیؑ وہ ہیں کہ ہر معرکے میں نبی اکرمؐ کا پرچم ان کے پاس تھا۔

اور علیؑ ہی وہ ہیں جو مھراس کے دن یعنی غزوۂ اُحد کے موقع پر رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے سوائے اُن کے سب شکست سے دو چار ہو گئے تھے۔

اور یہ علیؑ ہی ہیں جنھوں نے رسول اللہؐ کو غسل و کفن دیا، اور قبر میں اُتارا۔(۲)

۳:۔ قوشجی نے کہا(۳) کہ خالد بن الولید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہؐ پر

---

(۱): بحار الانوار ۲۰: ۸۴

(۲): الارشاد شیخ مفید ۴۳

(۳): نقلاً عن الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم

حملہ کیا اور انھیں تلواروں، نیزوں اور پتھروں سے مارا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو گئے، لوگ انھیں چھوڑ کر چلے گئے سوائے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے۔

۴:۔امام باقر علیہ السلام نے خبر شوریٰ کے بارے میں فرمایا: کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے شوریٰ میں موجود لوگوں سے اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کیا: کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ جب لوگ چلے گئے تھے تو رسول اللہ ؐ کے ساتھ فرشتوں کی معیّت میں میرے علاوہ کوئی اور کھڑا رہا؟ انھوں نے جواب دیا نہیں کوئی نہیں۔(۱)

یہ روایات دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے راہِ فرار اختیار کی تھی سب کے سب چلے گئے تھے سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے، پھر شکست سے دوچار ہو جانے کے بعد مسلمانوں میں سے کچھ لوگ واپس آئے تھے جیسے ابودجانہ ؓ، سھل بن حنیف ؓ اور عاصم بن ثابت ؓ وغیرھم۔

غزوۂ اُحد میں راہِ فرار اختیار کرنے والے:

ہم اس مقام پر ان لوگوں کے فرار کا ذکر کریں گے۔ بعض روایات جن کے ثابت قدم رہنے کو بیان کرتی ہیں۔

ا۔ابوبکر ؓ بن ابی قحافہ التمیمی:

ان کے فرار ہونے کے یہ دلائل ہیں:

الف:۔ واقدی نے کہا اور آٹھ افراد نے موت پر رسول اللہ ؐ کی بیعت کی تھی۔ تین کا تعلق مہاجرین سے تھا: علیؑ، طلحہ اور زبیر اور پانچ افراد انصار میں سے تھے۔ جہاں تک دوسرے مسلمانوں کا تعلق ہے تو انھوں نے راہِ فرار اختیار کی اور رسول اللہ ؐ ان کے آخر میں کھڑے ہو کر انھیں پکار رہے تھے یہاں تک کہ ان میں سے مھراس کے قریب سے آخری حد تک جہاں جانا تھا چلے گئے۔(۲)

ب:۔ اِسکافی نے جاحظ کی تردید کی ہے اپنے اس قول سے۔ لیکن اُن (ابوبکر ؓ) کا

---

(۱): بحارالانوار ۲۰:۶۹

(۲): بحارالانوار ۲۰:۱۳۸۔ شرح النھج ۱۵:۲۰۔ مغازی الواقدی ۱:۲۴۰

ثابت قدم رہنا غزوۂ اُحد کے موقع پر تو اکثر مؤرخین اور سیرت نگار اس کا انکار کرتے ہیں۔(۱)

ج:۔ امیر اسامہ بن منقذ نے کہا: جب حضرت عمرؓ نے دواوین مدّون کیے تو طلحہ بنی تمیم کے کچھ لوگوں کو لے کر آئے تاکہ ان کے وظائف مقرر ہو جائیں اور ایک انصاری پیلے رنگ کا بیمار ایک جوان لے کر آیا تو عمرؓ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ براء بن انس بن النضر ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے لیے چار ہزار کا وظیفہ مقرر فرمایا اور اصحاب طلحہ کے لیے ۶۰۰ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ طلحہ نے اس بات پر اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس کے باپ کو دیکھا تھا جو غزوۂ احد کے موقع پر آیا تھا اور میں نے ابوبکرؓ نے باہمی گفتگو کی کہ رسولؐ اللہ تو قتل کر دیئے گئے تو اس نے کہا اے ابوبکرؓ، اے عمرؓ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ کہ میں آپ دونوں کو بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ اگر رسولؐ اللہ قتل ہو گئے تو کیا ہوا اللہ تو زندہ ہے جسے موت نہیں آتی۔(۲)

د:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ جب غزوۂ اُحد کا ذکر کرتے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

ھ:۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنی شکست کا اعتراف کیا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلا شخص تھا جو غزوۂ اُحد میں لوٹ کر آیا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر قتال کر رہا ہے تو میں نے کہا طلحہ ہو اس لیے کہ جو میں نہ کر سکا، وہ میری قوم کا ایک فرد تو انجام دے رہا ہے اور دوسری نص میں موجود ہے کہ جب غزوۂ اُحد کے موقع پر لوگ رسول اللہؐ سے دور چلے گئے تھے۔ میں پہلا شخص تھا جو رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا۔(۳)

---

(۱): شرح النہج ۱۳: ۲۹۳ اور یہ حدیث بحار الانوار ۲۰: ۱۴۱ میں ہے۔ حیات محمد، محمد حسین ہیکل ۲۶۵

(۲): حیات محمد حسین ہیکل

(۳): الطبقات لابن سعد ۳: ۱۵۵۔ والسیرۃ النبویہ لابن کثیر ۳: ۵۸۔ تاریخ الخمیس للدیار بکری ۱: ۴۳۱۔ دلائل الصدق ۲: ۳۵۹۔ زاد المعاد ابن قیّم الجوزیہ ۳: ۲۰۴

و:۔ اور ابن مسعودؓ کی روایت جسے ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے اس سے رہنمائی ملتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرار اختیار کیا تھا۔

ز:۔ علّامہ مجلسیؒ نے کہا یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت ابوبکرؓ کا ثبات قدم ایسا ہے جس پر اُن کی روایات کا اجماع نہیں ہے۔ اور ان کی روایات شیعوں کی روایات کے ساتھ اس کے نہ ہونے پر یعنی عدمِ ثبات پر متفق ہیں اور یہ ظاہری قرائن سے گھری ہوئی ہیں اس لیے کہ یہ بات مسلّم ہے کہ اگر وہ ثابت قدم رہے تو ضروری و لازمی ہے کہ ان کی جانب سے حرب وضرب یا نیزہ زنی کچھ تو پتا چلے۔

اور اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ نیزہ زنی کرنے والوں میں سے نہ تھے تو پھر زخم کھانے والوں میں کیسے ہو جائیں گے اور جب وہ کسی کو زخم لگانے والوں میں سے نہ تھے تو پھر زخمیوں میں سے کیسے ہو جائیں گے۔

۲۔ عمرؓ بن الخطاب العدوی:

اور جو ان کے فرار ہونے پر دلالت کرتا ہے وہ درج ذیل ہے:

ا:۔ ابن ہشام نے کہا کہ حضرت انس بن النضر، انس بن مالک کے چچا، حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طلحہ بن عبید اللہ بھی مہاجرین و انصار کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے آئے، انھوں نے پوچھا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو، انھوں نے جواب دیا رسولؐ اللہ قتل کر دیئے گئے۔ تو انس بن النضر نے کہا: تم لوگ ان کے بعد جی کے کیا کرو گے تم بھی اسی مقصد کے لیے جان دے دو جس کے لیے رسول اللہؐ نے جان قربان کر دی ہے۔ پھر انس بن النضر نے قوم کا سامنا کیا قتال کیا اور قتل کر دیئے گئے۔ (۱)

اس روایت کو بڑے بڑے مؤرخین اور محدّثین نے نقل کیا ہے۔

۲:۔ واقدی نے بھی حضرت عمرؓ کا ذکر فرار کرنے والوں میں کیا ہے اور اسی طرح ابن

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۸۸۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۵۹۔ تاریخ الخمیس ۱: ۴۳۴۔ تاریخ الطبری ۲:۶۶

مسعود نے بھی حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر فرارین میں کیا ہے۔(۱)

۳:۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراف کیا ہے کہ وہ بھاگنے والوں میں تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ اُحد برپا ہوئی تو ہم شکست کھا گئے تو میں بھاگ گیا یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ گیا، تم مجھے دیکھتے میں ایسے اچھل کود رہا تھا جیسے پہاڑی بکری ہوتی ہے۔(۲)

۴:۔ اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیّہ کے موقع پر شرائط صلح پر جو اعتراض کیا تھا اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَنَسِیْتُمْ یَوْمَ اُحُدٍ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوُوْنَ عَلٰی اَحَدٍ وَ اَنَا اَدْعُوْکُمْ فِیْ اُخْرَاکُمْ.

کیا تم غزوۂ اُحد کو بھول گئے جب تم پہاڑوں پر چڑھے جا رہے تھے اور پیچھے مڑ کر کسی کو نہیں دیکھ رہے تھے اور میں تمھارے آخری حصے میں تمھیں آوازیں دے رہا تھا۔(۳)

۵:۔ روایت کی ہے یحییٰ بن سلمہ بن کُہَیل نے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ غزوۂ اُحد میں کتنے افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے؟ ان میں سے ہر شخص دعوے دار ہے تو انھوں نے فرمایا: صرف دو۔تو میں نے دریافت کیا کہ وہ دونوں کون تھے؟ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ۔(۴)

۶:۔ ابووائل شقیق بن سلمہ سے مروی ہے۔انھوں نے کہا کہ میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ میں نے اُن کی رندھی ہوئی آواز سُنی تو میں نے ان سے کہا: اے عمر خاموش ہو جاؤ۔تو انھوں نے کہا: تم پروائے ہو، کیا تم نہیں دیکھ رہے ہوشیر

---

(۱): مغازی الواقدی ۱: ۲۴۰۔اسی طرح فخر الدین رازی مُنہزمین کا ذکر کیا ہے۔تفسیر کبیر ۹: ۵۰

(۲): الصحیح من السیرۃ النبی الاعظم ۴: ۲۶۴ نقلاً عن للدر المنثور ۲: ۸۸ عن ابن جریر و کنز العمال ۲: ۲۴۲۔دلائل الصدق ۲: ۳۵۸۔حیاۃ الصحابہ ۳: ۴۹۷۔عن الکنز ۱: ۲۳۸۔شرح النہج ۱۵: ۲۲

(۳): بحار الانوار ۲۰: ۱۴۱ اور اسی طرح شرح ابن ابی الحدید ۱۵: ۲۵۔مغازی الواقدی ۲: ۲۰۹

(۴): بحار الانوار ۲۰: ۱۴۲۔شرح النہج ۱۳: ۲۹۳

ببر کوشیر کے فرزند کو جو مشکل مواقع پر تلوار چلاتا ہے۔ وہ دو تلواروں اور پرچم لے کر ہر سرکش اور باغی پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اب جو میں نے متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ علی ابن ابی طالبؑ تھے۔ تو میں نے کہا: اے عمرو وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا: میرے قریب آؤ، میں تم کو حضرت علیؑ کی شجاعت اور بہادری کے بارے میں بتلاتا ہوں۔ ہم نے غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی کہ ہم فرار نہیں کریں گے اور ہم میں سے جو فرار کرے گا وہ گم راہ ہوگا اور ہم میں سے جو قتل کر دیا جائے گا وہ شہید ہوگا اور نبیؐ ہمارے ضامن ہوں گے۔ جب ہم پر حملہ کیا تھا سو سرداروں اور بہادروں نے اور ہر بہادر کے ماتحت سو یا اس سے زیادہ افراد تھے، انھوں نے حملہ کر کے ہمیں بھگا دیا تھا تو اس ہنگام مَیں نے علیؑ کو دیکھا کہ وہ شیر نیستاں کی طرح گرجتے ہوئے آگے بڑھے انھوں نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور ہمارے چہروں کی طرف پھینکی، پھر فرمایا:

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ وَ قُطَّتْ وَ بُطَّتْ وَ لُطَّتْ، اِلٰى اَيْنَ تَفِرُّوْنَ، اِلَى النَّار.

چہرے ناشناسا ہو جائیں اور کٹ جائیں، زخمی ہو جائیں اور پوشیدہ ہو جائیں، تم کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ جہنّم کی جانب! ہم واپس نہیں لوٹے۔

پھر دوبارہ حملہ کیا اور ان کے ہاتھ میں چوڑی تلوار تھی جس سے موت ٹپک رہی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا:

تم نے بیعت کی، پھر بیعت توڑ دی، خدا کی قسم ان لوگوں کو جنھیں قتل کیا جائے تم قتل کے زیادہ حق دار ہو۔ میں نے جب ان کی آنکھوں کی جانب دیکھا گویا کہ وہ زیتون کا عمدہ تیل ہے جو آگ بھڑکا رہی ہیں۔ یا دو پیالے ہیں جو خون سے لبالب ہیں۔ میں نے کہا اس بات میں کوئی شک کہ وہ ہم سب کی طرف آئیں گے۔(۱)

واقدی نے کہا کہ ضرار بن الخطّاب آگے بڑھا۔ اس نے عمرؓ بن الخطاب پر ضربت لگائی۔ جب مسلمان شکست کھانے کے بعد دوبارہ نیزے سے حملہ کر رہے تھے اور اس نے

(۱): بحارالانوار ۲۰: ۵۲، ۵۳

کہا: اے خطّاب کے بیٹے یہ نعمت ہے جس کا شکرادا کیا جانا چاہیے کہ میں تمھیں قتل نہیں کر رہا ہوں۔(۱)

خالد بن ولید نے کہا، جب کہ وہ شام میں گفتگو کر رہے تھے: انھوں نے فرمایا کہ تم نے مجھے دیکھا اور میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا، جس وقت وہ چکّر لگا رہے تھے اور اُحد کی جنگ میں شکست کھا چکے تھے اور ان کے ساتھ کوئی نہ تھا اور میں ایک طاقت ور سواروں کے دستے میں تھا تو عمر کو ان لوگوں میں سے میرے سوا کسی اور نے نہیں پہچانا۔ میں نے اُن سے کنارہ کشی کر لی اور میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں کوئی میرا ساتھی برانگیختہ ہو کر ان کا قصد نہ کر لے۔ جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ گھاٹی کا رُخ کیے ہوئے چلے جا رہے تھے۔(۲)

۳:۔عثمانؓ بن عفّان:

غزوۂ اُحد میں اُن کے فرار کے بارے میں کسی دو آدمی نے کوئی اختلاف نہیں کیا، اس لیے کہ وہ فرار کے تین دن بعد واپس آئے تو رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا: تم بہت دور نکل گئے تھے۔(۳)

خدا کا شکر ہے کہ حضرت عثمانؓ کے فرار ہونے پر مؤرخین کا اجماع ہے۔ ہم بحث و تمحیص کی مشقت اور فرار کے بارے میں گفتگو سے بچ گئے۔ لیکن ان کی زندگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ چوں کہ فرشتے ان سے حیا کرتے تھے وہ تین دن کے بعد واپس آئے لیکن ایسا خوف اور مقابلے میں بزدلی کی وجہ سے نہیں تھا۔

مسلمانوں کا قتال کے لیے واپس آنا:

جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثبات قدم کا مشاہدہ کیا اور یہ دیکھا کہ امیر

(۱): بحار الانوار ۲۰:۵ ۱۳۔ شرح النہج ۱:۴ ۲۷۔ مغازی الواقدی ۱:۲۸۳

(۲): شرح النہج ۱۵:۲۲

(۳): تاریخ طبری ۲:۶۹۔ شرح النہج ۱۵:۲۰، ۲۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی ۹:۵۰

المومنین علیہ السلام ان کے سامنے سے مشرکین کے حملوں کو روک رہے ہیں تو پھر ان میں سے ایک گروہ میدانِ قتال میں واپس آیا اور انھوں نے بہادروں کی طرح قتال کیا اور ان دلیری کے مقامات میں اس طرح سے جنگ کی کہ ان میں کچھ نے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جامِ شہادت نوش کیا اور اس موت کی آغوش میں جانے کے عمل نے قریش پر ایسا اثر چھوڑا کہ حملے کی شدّت میں کمی آ گئی اور آخر کار وہ معرکے سے رک گئے اور ہٹ گئے۔

اور معرکے کے ختم ہو جانے کے بعد ابوسفیان نے پہاڑ پر بلند ہو کر اونچی آواز میں پکار کر کہا: ''اَعۡلُ هُبَل'' ھُبَل کی جے۔ تو امیر المومنین علیہ السلام نے اس کا جواب دیا۔ ''اَللّٰهُ اَعۡلٰى وَ اَجَلُّ'' اللہ بلند و برتر ہے۔ تو ابوسفیان نے کہا: کوشش مبارک ہو، جنگ میں غلبہ کبھی ایک کو ہوتا ہے کبھی دوسرے کو۔ یہ غزوۂ بدر کا بدلہ تھا جو ہم نے لے لیا۔ تو امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہم دونوں برابر نہیں ہیں، ہمارے مقتولین جنّت میں ہیں اور تمھارے مقتولین جہنّم میں۔ پھر ابوسفیان نے سوال کیا: اگر نبیؐ زندہ ہیں؟ تو نبی اکرمؐ نے انھیں حکم دیا کہ ابوسفیان کو جواب نہ دیں۔ لیکن عمرؓ بن الخطّاب نے ابوسفیان کو مطّلع کر دیا کہ نبیؐ زندہ ہیں تو ابوسفیان نے ان سے کہا کہ تم میرے نزدیک ابن قمیّہ سے زیادہ سچّے اور نیک ہو۔(۱)

پھر ابوسفیان نے باہمی وعدہ لیا کہ آیندہ سال بدر میں ملاقات ہوگی تو نبی اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ کہہ دو ہاں یہ ہمارے اور تمھارے درمیان وعدہ رہا۔

جب مشرکین واپس لوٹ گئے تو نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے نشاناتِ قدم پر روانہ کیا اور ان سے کہا: اے علیؑ تم ان کے نقش قدم کا پیچھا کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ اگر انھوں نے گھوڑوں کے گروہ کو علیحدہ کر لیا ہے اور اونٹوں پر سوار ہو گئے ہیں تو وہ مکّہ کا قصد کر رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹوں کو کھینچ رہے ہیں تو پھر وہ مدینہ کا رُخ کیے ہوئے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر انھوں نے ایسا ارادہ کیا ہے تو میں ضرور بالضرور ان کی طرف جاؤں گا پھر ان

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۹۹۔ نھایۃ الارب ۱۷:۹۹

سے مقاتلہ اور مقابلہ کروں گا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: میں ان کے نشاناتِ قدم پر چلا، یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے گھوڑوں کے لشکر کو کنارہ کش کرلیا ہے، اونٹوں پر سوار ہو گئے ہیں اور انھوں نے مکہ کا قصد کرلیا ہے۔(۱)

اُحد کے جہادی مقامات:

۱:۔ اصرم جو عمرو بن ثابت بن وقش ہے وہ اسلام کا مُنکِر تھا۔ جب غزوۂ اُحد واقع ہوا تو وہ مسلمان ہو گیا، اس نے تلوار لی اور اُحد کی جانب روانہ ہوا اور معرکے میں داخل ہو گیا، اس نے قتال کیا یہاں تک کہ زخموں نے اسے نڈھال کر دیا اور وہ زمین پر گر پڑا، کچھ مسلمان اس کے پاس سے گزرے اور اس سے دریافت کیا کہ وہ معرکے میں کیوں آیا تو اس نے انھیں اپنے اسلام کے بارے میں بتایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مر گیا، لوگوں نے اس کا قصّہ رسولؐ اللہ کو بتلایا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

اِنَّهُ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. وہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔(۲)

۲:۔ عمرو بن جموح ایک مردِ اعرج (لنگڑا شخص) تھا، قتال کو اس سے اٹھا لیا گیا تھا، اس کے چار بیٹے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُن کے معرکوں میں شریک تھے۔ جب غزوۂ اُحد واقع ہوا تو اس کے بیٹوں نے اسے معرکے میں جانے سے روک دیا تو اُس نے نبی اکرمؐ سے اِس بات کی شکایت کی جنھوں نے اُسے معرکے میں شرکت کی اجازت مرحمت فرما دی اور اُس کے فرزندوں سے کہا: تمھیں کیا ہو گیا ہے اُسے غزوہ سے شرکت سے نہ روکو ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے شہادت کی سعادت عطا فرمائے۔ وہ رسولؐ اللہ کے ساتھ روانہ ہوا اور غزوۂ اُحد میں درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔(۳)

۳:۔ حُسیل بن جابر اور وہ یمان ابو حذیفہ بن الیمان تھا اور ثابت بن وقش دونوں

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۱۰۰۔ السیرۃ النبویہ زینی دَحلاَن ۲:۵۲

(۲): السیرۃ النبویہ لزینی دَحلاَن ۲:۲۶

(۳): تاریخ طبری ۲:۶۹۔ شرح النہج ۱۵:۲۰،۲۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی ۹:۵۰

بوڑھے تھے۔ وہ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اُحد میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن جب مسلمانوں نے اُحد کی جانب پیش قدمی کی تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کیا ہم اپنی اپنی تلواریں اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملحق نہ ہو جائیں؟ ہوسکتا ہے کہ خداوند عالم ہمیں رسول اللہؐ کی معیّت میں شہادت کے شرف سے نواز دے۔ ان دونوں نے اپنی تلواریں حمائل کیں اور اُحد کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہ معرکے میں شریک ہوئے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔(۱)

۴:۔ جب غزوۂ اُحد برپا ہوئی تو مُخیرق یہودی نے کہا: اے یہودیو! خدا کی قسم یقیناً تم جانتے ہو کہ حضرت محمدؐ کی مدد کرنا تم پر لازم ہے اور یہ اُن کا حق ہے۔ انھوں نے کہا آج تو ہفتہ کا دن ہے۔(۲) تو اس نے کہا تم پر سَبُت کا قانون لاگو نہیں ہوتا، اس نے تلوار اُٹھائی اور خود کو لڑائی کے لیے تیار کیا اور کہا: اگر میں کام آ گیا تو میرا مال محمدؐ کے لیے ہوگا وہ اسے جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ پھر وہ رسول اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ان کی معیت میں دشمنوں سے جنگ کی یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ آنحضرتؐ نے اس کے بارے میں فرمایا: ''مخیرق خیر یھود''. مخیرق یہودیوں میں سب سے بہتر تھا۔

۵:۔ حنظلہ بن ابی العامر الغسیل اور ابوسفیان کی مڈبھیڑ ہوئی۔ جب حنظلہ نے ابوسفیان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو شدّاد بن الاسود نے اسے دیکھ لیا اور وہ شعوب کا بیٹا تھا۔ شدّاد نے ان پر حملہ کیا اور انھیں قتل کر دیا۔ تو حضور سرورِ کائناتؐ نے فرمایا: تمھارا ساتھی یعنی حنظلہ وہ ہے جسے ملائکہ نے غسل دیا ہے۔ اس کی اہلیہ سے دریافت کرو کیا معاملہ ہے۔ تو اس کی بیوی سے اس بارے میں دریافت کیا گیا۔ اس نے کہا کہ حنظلہ نے جب پکارنے والے کی آواز سنی کہ اُحد کی جانب روانہ ہو جاؤ تو وہ سنتے ہی اُحد کی جانب چل پڑا اور وہ

---

(۱): تاریخ طبری ۲:۶۹۔ شرح النھج ۱۵: ۲۰، ۲۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی ۹: ۵۰

(۲): السیرۃ النبویہ ۳: ۹۴

مُجنِب تھا۔(۱)

۶:۔ام عمّارہ الانصاریہ: امّ سعد بنت سعد الربیع نے فرمایا کہ میں امّ عمارہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اُن سے کہا: اے خالہ اپنے بارے میں کچھ بتلایئے۔تو انھوں نے فرمایا: میں دن کے ابتدائی حصّے میں نکلی اور میں یہ دیکھ رہی تھی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں اور میرے پاس مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا۔میں رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور وہ اصحاب کے درمیان تھے اس وقت رسولؐ اللہ کو غلبہ حاصل تھا اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی ،پس جب مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو میں رسول اللہؐ کی جانب بڑھی، میں نے قتال میں حصّہ لیا اور رسولؐ اللہ کو تلوار سے بچانے لگی اور میں نے کمان سے تیر پھینکنے شروع کیے یہاں تک کہ میں زخمی ہوگئی۔(۲)

روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ نے مہاجرین میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بھاگ رہا ہے اور اس نے اپنی ڈھال پس پشت ڈال رکھی ہے۔ نبی اکرمؐ نے اسے آواز دے کر کہا اے ڈھال والے تو اپنی ڈھال پھینک دے اور جہنّم کی راہ لے، تو اس نے ڈھال پھینک دی۔(۳)

۷:۔ سعد بن ربیع انصاری نے قتال کیا یہاں تک کہ زخموں نے انھیں چور کر دیا، وہ زمین پر گر گئے لیکن ابھی ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ جب معرکہ ختم ہوگیا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: کون ہے ایسا جو مجھے آکر بتلائے کہ سعد بن ربیع نے کیا کیا ہے؟ کیا وہ زندہ ہے یا اموات میں شامل ہو چکا ہے؟

انصار میں سے ایک شخص اس کی تلاش میں روانہ ہوا تو اسے زخمی پایا لیکن ابھی اس میں زندگی کی رمق باقی تھی۔اس نے تلقین کی کہ اس کا سلام رسول اللہؐ تک پہنچا دے اور ان

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۷۹

(۲): تاریخ طبری ۲:۶۹۔شرح النہج ۱۵:۲۰،۲۱۔تفسیر کبیر،فخر رازی ۹:۵۰

(۳): تاریخ طبری ۲:۶۹۔شرح النہج ۱۵:۲۰،۲۱۔تفسیر کبیر،فخر رازی ۹:۵۰

سے عرض کرے کہ سعد بن ربیع آپ سے عرض کناں ہے امت سے نبی کو جو جزا ملتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، پھر اس شخص سے کہا کہ وہ اس کا سلام انصار تک پہنچائے اوران سے کہے کہ سعد بن ربیع تم سے ملتمس ہے کہ تمھارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا اگر دشمن تمھارے نبی تک پہنچ گیا اور تم میں سے لوگ زندہ وسلامت ہوں پھر رضوان اللہ علیہ نے شہادت کا جام پی لیا۔(۱)

اور اس مقام پر بہادری اور شجاعت کے ایسے عمدہ مقامات ہیں جنھیں حضرت حمزہ، ابودجانہ اور زیاد بن سکن، عاصم بن ثابت اور عبداللہ بن جحش وغیرھم نے رقم کیا ہے۔ جو درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور وہ لوگ جو سرزمین معرکہ سے فرار کرنے کے بعد واپس لوٹے تو انھوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کو میدانِ قتال میں دیکھا۔

ابوسفیان اوراس کی بیوی کا اسلام کے خلاف کینہ:

۱:۔ حُلیس بن زیاں حبشیوں کے سردار، ابوسفیان کے پاس سے گزرے جب کہ وہ نیزے کے نچلے حصّے سے حمزہؑ کے جبڑے کو ماررہا تھا اور کہہ رہا تھا: چکھو اے نافرمان۔ حلیس نے کہا: اے بنی کنانہ یہ قریش کا سردار ہے۔ وہ اپنے فرزندعم کے ساتھ نفرت کی وجہ سے وہ کررہا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو، تو ابوسفیان نے اُس سے کہا: تجھ پر وائے ہو اسے پوشیدہ رکھنا اس لیے کہ یہ لغزش تھی۔(۲)

۲:۔ ہند بنت عتبہ اس جگہ آئی جہاں حضرت حمزہؑ مقتول پڑے تھے۔ اس نے اُن کا مثلہ کیا یعنی ناک، کان، کاٹے اور عضوتناسل کاٹ لیا پھر اس نے ان کے زیورات بنائے ہاتھوں اور گلے میں پہننے کے لیے اس کے بعد اس نے اپنے پہنے ہوئے زیورات اور ہار وحشی جو حضرت حمزہؑ کا قاتل تھا اسے دے دیئے تھے، دوسری عورتوں نے بھی تمام شہداء کے

---

(۱): تاریخ طبری ۲:۶۹۔شرح النھج ۱۵:۲۰،۲۱۔تفسیر کبیر، فخر رازی ۹:۵۰

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۹۹۔تاریخ الطبری ۲:۱۷

ساتھ یہی سلوک کیا۔ ہند نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ اس نے حضرت حمزہؑ کا شکم چاک کیا اور ان کا جگر نکال کر چبانے لگی لیکن وہ اسے چبا نہ سکی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انھیں معلوم ہوا کہ ہند نے حضرت حمزہؑ کا کلیجہ نکال کر چبانا چاہا، آپؐ نے کہا کہ کیا اس نے اس میں سے کچھ کھالیا تو لوگوں نے بتایا نہیں، تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہنم کے لیے حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرت حمزہؑ کے گوشت میں سے کسی شے کو چکھے۔(۱)

اور امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے کہ حضرت حمزہؑ کے جسم کی کوئی چیز جہنم میں جائے۔(۲)

مسلمانوں کی مدینہ واپسی:

شہداء کو دفن کرنے کے بعد مسلمان مدینۂ منورہ واپس آئے۔ ابن سلول، منافقین، یہودی اور ان کے سردار اس مصیبت پر خوش ہوئے مسلمانوں کو اُحد میں جس کا سامنا کرنا پڑا۔ اور انصار نے اپنے مقتولین پر آنسو بہائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا لیکن حمزہؑ پر کوئی گریہ کرنے والا نہیں ہے؟ تو انصار کی خواتین رسول اللہؐ کے دروازے پر آئیں اور انھوں نے حضرت حمزہؑ کی موت پر گریہ کیا۔ حضور انورؐ نے انھیں دعائیں دیں اور انھیں حکم دیا کہ واپس چلی جائیں۔ پھر آنحضرتؐ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو حضرت سیّدہؑ نے ان کے زخموں کو دھونا شروع کیا اور امیر المومنینؑ پانی ڈال رہے تھے۔ اور جب سیدہؑ نے یہ دیکھا کہ پانی کی وجہ سے خون زیادہ بہہ رہا ہے تو آپ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اسے زخم کا مرہم بنا دیا اس طرح خون بہنا تھم گیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت زہراؑ کو اپنی تلوار ذوالفقار دی اور فرمایا: یہ تلوار لے لو آج اس تلوار نے دوستی کو نبھایا ہے اور آپ نے یہ اشعار پڑھے:(۳)

---

(۱): تاریخ طبری ۲: ۶۹۔ شرح النہج ۱۵: ۲۰، ۲۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی ۹: ۵۰

(۲): تاریخ طبری ۲: ۶۹۔ شرح النہج ۱۵: ۲۰، ۲۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی ۹: ۵۰

(۳): تاریخ طبری ۲: ۶۹۔ شرح النہج ۱۵: ۲۰، ۲۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی ۹: ۵۰

اَفَاطِمُ هَاكِ السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيْمٍ　　فَلَسْتُ بِرِعْدِيْدٍ وَ لَا بِمَلِيْمٍ

اے فاطمہؑ یہ ہے وہ تلوار جو برائیوں سے مبرّا ہے، میں نہ تو بزدل ہوں اور نہ ہی ملامت کرنے والا ہوں۔

لَعَمْرِيْ لَقَدْ اَعْذَرْتُ فِيْ نَصْرِ اَحْمَدَ　　وَ طَاعَةِ رَبٍّ بِالْعِبَادِ عَلِيْمٍ

میری جان کی قسم میں احمد مجتبیٰؐ کی نصرت کرنے میں ہر الزام سے بری ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ کس طرح رب العباد کی اطاعت کی جاتی ہے۔

أَمِيْطِيْ دِمَاءَ الْقَوْمِ عَنْهُ فَاِنَّهُ　　سَقَى آلَ عَبْدِ الدَّارِ كَأْسَ حَمِيْمٍ

اے فاطمہؑ تم اس تلوار سے قوم کے خون کو دور کردو اس لیے کہ اس تلوار نے آل عبدالدّار کو موت کا جام پلایا ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؑ اس تلوار کو لے لو، تمھارے شوہر نے اس کا حق ادا کردیا اور اپنی تلوار سے قریش کے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔(۱)

امیر المومنین علیہ السلام کی آزمائش اور اُحد میں قریش کے سرداروں اور بہادروں کو قتل کرنے کے بارے میں حجاج بن عُلاط سُلَمی نے کہا ہے:

لِلّٰهِ ایّ مُذَبّب عن حزبه　　اعنی ابن فاطمة المعم المخولا

اللہ کی خاطر کون ہے اپنی جماعت اور گروہ کی جانب سے دفاع کرنے والا میری مراد فاطمہ بنت اسد کا فرزند ہے جس کا فیض عام ہے اور جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

جادت يداك له بعاجل طعنة　　تركت طليحة للجبين مُجَدَّلا

اے علیؑ آپ کے دونوں ہاتھوں نے بہت جلدی نیزے کے ذریعے سخاوت کی اور طلیحہ کو پیشانی کے بل خاک وخون میں غلطاں کردیا۔

و شددت شدة باسل فكشفتهم　　بالسّفح إذ يهوون أسفل أسفلا

اے علیؑ آپ نے دشمنوں پر شدّت سے حملہ کیا اور مرنے کے لیے تیار ہو گئے پھر آپ

---

(۱): تاریخ طبری ۲:۶۹۔ شرح النہج ۱۵:۲۰، ۲۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی ۹:۵۰

نے خون بہا کر اسے ظاہر کر دیا جب پست سے پست تر اس کا قصد وارادہ کر رہا تھا۔

وعللت سیفك بالدّماء ولم تكن لتردّه حران حتی ینهلا

اور آپ نے اپنی تلوار کو بار بار خون سے سیراب کیا تا کہ آپ اسے سیراب ہونے کے لیے اسے صحیح مقام پر بھیج دیں۔(۱)

معرکۂ اُحد کامیابی ہے یا شکست؟

محمود شیت نے کہا ایک خطاب میں جو جلسہ منعقد کیا گیا تھا تا کہ معرکۂ اُحد کے نتائج معلوم کریں۔

تمام مؤرخین کا اجماع ہے کہ اُحد کے غزوے میں مشرکین کو مسلمانوں کے مقابلے میں فتح و کامرانی میسّر آئی لیکن عسکری حقائق مؤرخین کے اجماع سے متفق نہیں ہیں۔ مشرکین کے لیے یہ ممکن تھا کہ معرکۂ اُحد میں مسلمانوں کی قوّتوں کو فنا کر کے رکھ دیتے جب کہ انھوں نے چاروں طرف سے ایک ایسی اعلیٰ فوج کے ذریعے گھیر لیا تھا جنھیں مکمّل برتری حاصل تھی مگر اس کے باوجود حضرت محمدؐ نے اپنی نوّے فی صد فوج کو ان قوتوں سے اپنی حکمت عملی سے بچا لیا جنھوں نے چاروں طرف سے انھیں گھیر رکھا تھا۔

مشرکین نے جس طاقت ور فوج کے ساتھ مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا اس کے باوجود مسلمانوں کے مقابلے میں ان کا کمزور پڑ جانا ان کے خوف اور مذلّت کا پتا دیتا ہے۔اس سے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ وہ مسلمانوں سے خوف زدہ تھے۔اور مسلمانوں کا کامیابی کے ساتھ مشرکین کے گھیرے سے نکل جانا اپنی قلیل فوج سے جو سَو کے مقابل میں دس تھی یہ ایک طرح کی نصرت شمار کی جائے گی اور مزید برآں مسلمانوں کی کامیابی کہ معرکۂ اُحد میں مکمّل فنا ہو جانے سے بچ گئے تو وہ معرکہ سے قبل اور اس کے بعد اپنی صفوں میں منافقین کو پہچاننے میں کامیاب ہو گئے جس کی وجہ سے معرکۂ اُحد کے بعد انھیں موقع فراہم ہو گیا کہ وہ اپنی صفوں کو ان منافقین سے پاک کر دیں۔

---

(۱): الارشاد للمفید :۹۴۔امتاع ۱:۱۲۵

پھر فرمایا کہ معرکۂ اُحد کا نتیجہ نصر تعبوی(۱) ہے مشرکین کے لیے مسلمانوں کے خلاف لیکن یہ سَوقی (۲) کمزوری ہے مشرکین کے لیے اور اسے نصر تعبوی شمار نہیں کیا جا سکتا جس کا ذکر فشَل سوقی کے پہلو میں کیا جا سکے۔

پھر فرمایا قریش بھی مسلمانوں پر معنوی اثرات مرتب نہ کر سکے ورنہ مسلمان اس قابل نہ ہوتے کہ قریش کے مسلسل حملوں کے باوجود غزوۂ اُحد کے ایک دن بعد مدینہ سے قریش کو دور کر دیتے نہ یہ کہ قریش کو جرأت ہوتی کہ مدینہ سے دور رہ کر مسلمانوں سے مقابلے کے لیے آئیں۔

ابو حفص کا معرکۂ اُحد میں مقابلہ کرنا:

ضرار بن الخطّاب، خالد بن ولید اور ابو حفص۔ خالد بن الولید اور ضرار بن الخطّاب الفہری اس معرکے میں مسلمانوں سے سب سے زیادہ کینہ اور بغض رکھنے والوں میں سے تھے اور ان دونوں نے زیادہ تر مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ انھوں نے اس امر کی وضاحت بھی کی تھی اور ان کے دل میں اسلام، نبی اسلامؐ اور مسلمانوں کے لیے جو کینہ اور بغض پرورش پا رہا تھا وہ اس کا اظہار بھی کر چکے تھے اور انھیں اس معرکے میں جو کرنا تھا وہ انھوں نے کیا۔ خالد نے حضور سرور کائناتؐ کو قتل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں نے حضرت عمرؓ بن الخطّاب کو کیوں قتل نہیں کیا۔ وہ تو ایسے مغلوب الغضب بہادر تھے کہ انھیں اسلام کے لیے کامیابی تصور کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام کی علانیہ دعوت دی جانے لگی۔ کیا ان کا قتل ان دونوں

---

(۱): **التعبئة**: معرکہ میں فوجی کام یا ایسے کام جو ایک معرکے کے لیے ترجیحی طور پر انجام دیئے جائیں۔

(۲): **السَّوق**: جنگوں سے استفادہ تاکہ جنگی مقاصد حاصل ہو جائیں یا ایسے عسکری امور جو تمام جنگوں پر اثر انداز ہوں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سَوق یعنی جنگ کے نتائج سب کے سب تعبئہ کے درمیان ہیں یعنی ایک معرکے کے نتیجے کی طرح جو مقامی ہو۔

مشرکین کی پیاس کو بجھا نہیں سکتا تھا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خالد حضرت عمرؓ کی زندگی کو کتنی اہمیت دیتے تھے کیا انھوں نے اپنے ساتھی کو جو اُن کے ساتھ محوِ جنگ تھا اُسے حضرت عمرؓ کے بارے میں اطّلاع نہیں دی کہ کہیں وہ انھیں قتل نہ کردے؟ اب اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمرؓ کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ ان کا تعلق قریش سے تھا تو کیا حضرت عمرؓ بن الخطّاب قریش کے ممتاز ترین فرد حضرت حمزہؑ سے زیادہ اہمیّت رکھتے تھے جنھیں قریش نے قتل کردیا اور ان کا مُثلہ کیا گیا یعنی ان کے اعضائے جسمانی کو قطع کیا گیا جیسا کہ مشہور ہے۔

ضرار اور خالد کا حضرت عمرؓ بن الخطّاب کو اُحد کے معرکے میں قتل نہ کرنا دو وجوہات کی وجہ سے ہے تیسری کوئی وجہ نہیں ہے۔

دو وجہیں یہ ہیں:۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا وجود یا ان کا موجود نہ ہونا مسلمانوں کی صفوں میں، مشرکین کے لیے ہرگز کسی بھی نقصان کا باعث نہ ہو لہٰذا ان کا قتل ہوجانا یا قتل نہ ہونا دونوں برابر ہیں اور ان کا مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنا قریش کے لیے کسی نقصان کا باعث اور موجب نہ ہو اور ان کی موت بھی نفع بخش نہ ہو تو اس طرح ان کا موجود ہونا اور معدوم ہونا دونوں برابر ہوجائیں گے۔ یا ہوسکتا ہے کہ خالد بن الولید یہ جانتا ہو کہ حضرت عمرؓ ان لوگوں میں سے ہیں...............۔

غزوۂ حَمرَاءُالاَسَدُ (۱)

مسلمانوں کی تعداد: مسلمانوں کی تعداد جو غزوۂ اُحد میں زخمی ہو گئے تھے اور اُن کی تعداد صرف ستر ۷۰ تھی جو قتال کر سکتے تھے۔

مشرکین کی تعداد: تین ہزار تھی

مقام: حمراء الاسد ایک مقام ہے جو مدینۂ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے راستے کے بائیں طرف جب تم ذُوالحُلَیفَہ جانا چاہو۔

تاریخ: ۱۶/شوّال ۳ سنہ ھ معرکۂ اُحد کے ایک دن بعد ۳۰/مارچ ۶۲۵ سنہ ء

مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین: ابن اُمّ مکتوم

نازل ہونے والی آیتیں: سورۂ آل عمران ۱۷۲ سے ۱۷۵ تک

غیبت: پانچ راتیں

پرچم بردار: امام عالی مقام امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

غزوہ کا سبب کیا تھا؟

معرکۂ اُحد کے دوسرے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طے کیا کہ قریش کا پیچھا کریں تو آپ نے اصحاب کو یہ کہتے ہوئے آواز دی: اللہ کے امر کے لیے پگڑی باندھ لو، دشمنوں کی تلاش میں نکل پڑو یہ دشمن کے لیے کاری زخم ہے اور سننے والوں کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ غزوۂ اُحد کے زخمیوں کے علاوہ کوئی اور نہ نکلے اور وہ کل ستر ۷۰ زخمی تھے۔ وہ لوگ مدینہ سے روانہ ہوئے تا کہ قریش کی قوّتوں کو جو روحاء میں تھیں

---

(۱): الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۲: ۴۸۔ والسیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۱۰۷۔ التنبیہ والاشراف: ۲۱۱

انھیں وہاں سے ہٹا دیا جائے، وہ لوگ وہاں پر ٹھہرے ہوئے تھے اور وہ واپس آ کر مدینۂ منورہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے اس طمع میں کہ ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف فیصلہ ہوجائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حمراء الاسد تک پہنچنا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمراء الاسد تک اپنے سفر کو جاری رکھا اور آپ نے اپنے آگے تین افراد کو روانہ کر دیا تھا جن کا تعلق اسلم سے تھا جو مَقَدَّمَۃُ الْجَیْش کے طور پر تھے یعنی ہراول دستہ تھے۔ ان میں سے دو جب حمراء الاسد تک پہنچے تو مشرکین نے انھیں دیکھا اور قتل کر دیا۔ نبی اکرمؐ نے سفر طے کیا یہاں تک کہ حمراء الاسد پر اتر پڑے اور اُن دونوں مقتولین کو وہاں دفن کیا اور وہاں پر تین دن قیام فرمایا۔ مسلمانوں نے بہت بڑی آگ روشن کی، پانچ سو مقامات پر آگ جلائی۔

ان کے لشکر اور اُن کے آگ کی بات ہر طرف چلی گئی اس طرح ان کے دشمنوں نے خود کو پچھڑا ہوا اور رسوا تصور کیا اور مَعْبَدُ بن اَبِیْ مَعْبَدُ الْخُزَاعِیْ، ابوسفیان کے پاس سے گزرا اور اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے لشکر سے گزر کے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اُس سے مسلمانوں کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے ابوسفیان سے کہا: خدا کی قسم میں نے محمدؐ اور ان کے اصحاب کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ تمھارے خلاف غُصّے سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ علی بن ابی طالب علیہ السلام لوگوں کے آگے آگے مقدمۂ الجیش کے طور پر آگے بڑھ رہے ہیں اور ان کے ساتھ وہ لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں جو پیچھے رہ گئے تھے۔(۱)

ابوسفیان کے دل میں آہستہ آہستہ رعب سرایت کرنے لگا لہٰذا اس نے یہ طے کیا کہ وہ مکّہ مکرمہ کی طرف فوراً روانہ ہوجائے۔ لیکن وہ اس بات سے بھی ڈرا کہ اس کے فرار کرنے کا کیا اثر ہوگا کہ وہ مسلمانوں کا سامنا کیے بغیر واپس لوٹ جائے جس طرح وہ دوسری جانب اس بات سے خوف زدہ ہوا کہ اگر مسلمانوں سے ٹکراؤ ہوا اور اسے شکست ہوگئی تو پھر یہ

---

(۱): بحار الانوار ۲۰:۹۹

قریش کے خلاف آخری فیصلہ ہوگا۔ بالخصوص جب اسے پتا چل گیا تھا کہ امیر المومنینؑ اس کے پیچھے چلے آرہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں وہی تلوار ہے جس نے اس کے لشکر کو بدر و اُحد میں پچھاڑا تھا، اس لیے ابوسفیان نے تدبیر اختیار کرنے کو مناسب جانا تو اس نے عبدالقیس کے سواروں کو طلب کیا جو مدینہ کی جانب روانہ ہورہے تھے کہ وہ نبی اکرمؐ تک یہ پیغام پہچادیں کہ ابوسفیان اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں وہ ان کی طرف اور ان کے اصحاب کی طرف روانہ ہونے کے لیے اکٹھے ہورہے ہیں تاکہ ان کے باقی ماندہ لوگوں کا قلع قمع کردیں۔ اور جب سواروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوسفیان کا پیغام سنایا تو رسول اللہؐ اور ان کے ساتھ مسلمانوں نے کہا: (حَسْبُنَا اللهُ وَ نِعْمَ الْوَ كِيْلُ) ہمارے لیے خدا کافی ہے اور وہ بہترین محافظ ہے۔ وہ لوگ وہاں پر تین روز رہ کر قریش کا انتظار کرتے رہے جب انھیں علم ہوگیا کہ قریش جاچکے ہیں تو وہ مدینہ واپس لوٹ آئے۔

اس غزوہ کے اَہداف (مقاصد):

۱:۔ مسلمانوں کی معنوی تقویت معرکۂ اُحد میں جھنجھوڑے جانے کے بعد۔

۲:۔ مشرکین کو خوف زدہ کرنا اور ڈرانا تاکہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے سوچیں بھی نہیں اور انھیں آگاہ کرنے کے لیے کہ اُحد کے روز وہ جن مصیبتوں سے گزرے ہیں پھر بھی وہ دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کرتے۔

۳:۔ مدینۂ منورہ میں مقیم مسلمانوں کی حیثیت اور غلبہ کو واپس لانا معرکۂ اُحد کے نتیجے نے جس کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

۴:۔ منافقوں اور یہودیوں کے دلوں میں خوف اور رعب ڈالنا جو مدینۂ منورہ میں مقیم تھے اور آنے والے دنوں میں مادّی فائدہ دیکھ رہے تھے اور انھوں نے مسرّت وخوشی کا اظہار کیا تھا جو کچھ مسلمانوں پر اُحد کی جنگ میں گزری تھی۔

۵:۔ اور خوف و رعب ڈالنا ان قبائل کے دلوں میں جو مدینہ کے اردگرد مقیم تھے کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا تصوّر بھی نہ کریں۔

دو قیدیوں کا قتل:

مدینۂ منورہ کی طرف واپسی کے راستے میں مسلمانوں نے قریش کے دو افراد کو قیدی بنالیا جن کے نام معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص تھا جو اپنی ماں عائشہ کی جانب سے عبدالملک بن مروان کا نانا تھا اور دوسرا ابوعزہ اَلجُمحِی۔(۱)

اور ابوعزہ وہ تھا جسے مسلمانوں نے غزوۂ بدر میں قیدی بنایا تھا اس کی پانچ بیٹیوں کی وجہ سے رسول اللہؐ نے اس پر احسان کیا، اور اس سے عہد و پیمان لیا کہ آیندہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے نہیں آئے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کرے گا۔ اس نے عہد شکنی کی، اس نے قبائل کو جمع کیا اور معرکہ اُحد میں شرکت کی پس جب قریش واپس ہوئے اور حمراء الاسد پر پڑاؤ ڈالا تو انھوں نے وہاں سے کوچ کیا اور اسے سوتا ہوا چھوڑ دیا، مسلمانوں نے وہاں پر اسے جالیا اور اسے پکڑ کر نبی اکرمؐ کی خدمت اقدس میں لے کر آئے۔ اس نے نبی اکرمؐ سے یہ خواہش کی کہ وہ دوبارہ اس کی لغزش کو معاف کردیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: خدا کی قسم اس کے بعد تیرے رخسار مکّہ کو دوبارہ نہیں چھوئیں گے، تو کہتا پھرے گا کہ میں نے محمدؐ کو دو مرتبہ دھوکا دیا ہے پھر آنحضرتؐ نے حکم صادر فرمایا کہ اس کی گردن اڑادی جائے اور معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص کو امیرالمومنینؑ نے قتل کیا تھا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۱۱۰

سَرِیّۂ اَبی سَلمہ بن عَبدُ الاَسَدُ
قُطن کی طرف (۱)

اور یہ دوریہ قتال تھا۔

مسلمانوں کی تعداد: ایک سو پچاس جنگ جُو تھے

مشرکین کی تعداد: قبیلۂ بنی اسد طُلَیحہ اور سلمہ خویلد کے دو بیٹوں کی قیادت میں

مقام: قُطن: اور وہ ایک پہاڑ ہے ’’فید‘‘ کے قریب اور وہ نجد میں بنی اسد کے ایک کنویں کا نام تھا

وقت: ماہ محرم سنہ ۴ ھجری، ۶۲۵ء

سبب: بنی اسد قطن کے مقام پر اکٹھے ہوئے تا کہ مدینۂ منورہ پر حملہ آور ہوں

مقصد: بنی اسد کو مدینۂ منورہ کے اطراف میں حملے سے روکنا

سَرِیّہ کی مُدّت: دس دن

سَرِیّہ کا واقعہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ طلیحہ بن خویلد اور اس کا بھائی سلمہ دونوں اپنی قوم میں گئے اور ان میں گئے جوان دونوں کی اطاعت کرتے تھے۔ وہ ان لوگوں کو دعوت دینے لگے کہ مدینۂ منورہ سے جنگ کی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کو بھیجا اور اُن کے ساتھ ایک سو پچاس جنگ جُو تھے جن کا تعلق مہاجرین وانصار سے تھا۔ ان لوگوں میں ابوعبیدۃ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص، اُسید بن حُضیر اور سالم ابوحذیفہ کے غلام وغیرھم تھے۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: روانہ ہوجاؤ یہاں تک کہ بنی اسد کی

---

(۱): الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۲: ۵۰۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۱۲۷۔ تاریخ الخمیس ۱: ۴۵۰

زمین پر اتر پڑو اور اُن پر غارت گری کر دو قبل اس کے کہ ان کی جَمْعِیَّتْ ان سے آ کر مل جائے۔

جس طرح حضور نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ رات کے وقت سفر کریں اور دن کے وقت چھپ جائیں یا یہ کہ ایسا راستہ اختیار کریں جسے لوگ چھوڑ چکے ہوں تا کہ کسی کو ان کے سفر کرنے کی اطّلاع نہ ملے اور نہ ہی وہ ان سے واقف ہو سکے تا کہ بنی اسد کے ظلم و زیادتی کو اس وقت کچل دیا جائے جس کی وہ توقّع بھی نہ کر رہے ہوں لہٰذا ابو سلمہ تیز تیز قُطن کی جانب روانہ ہو گئے۔ اور جب وہاں پہنچے تو انھوں نے ان کے جانوروں اور چوپایوں پر ہلّہ بول دیا اور تین غلاموں کو پکڑ لیا جو چرواہے تھے اور باقی بھاگ گئے اور انھوں نے اپنی قوم کو یہ اطّلاع دے دی کہ ابو سلمہ اور ان کا بڑا لشکر آ گیا ہے، وہ ڈر گئے اور اپنی اپنی منزلوں سے ہر طرف بھاگ گئے۔ پھر ابو سلمہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ لوگ متفرق ہو چکے ہیں۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کو تین حصّوں میں بانٹ دیا۔ ایک گروہ ان کے ساتھ رہا اور دو گروہوں نے دو طرف سے لوٹ مار شروع کر دی اور انھیں مجبور کر دیا کہ وہ کسی کی طلب میں رکاوٹ نہ بنیں اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں اور یہ کہ اسی کے پاس رات گزاریں اور انھیں میں سے ہر گروہ کا ایک قائد بنا دیا۔ وہ سب کے سب اس کے پاس صحیح سالم لوٹ آئے اور انھوں نے کسی سے مڈبھیڑ نہ کی اور جتنا مال و متاع جمع کر سکتے تھے وہ لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ ابو سلمہ اس سریّہ کے کچھ دنوں بعد وفات پا گئے، اس زخم کی وجہ سے جو انھیں غزوۂ اُحد میں لگا تھا اور اس سریّہ سے واپس آنے کے بعد کھل گیا تھا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

سریّہ عبداللہ بن انیس

سفیان بن خالد کو قتل کرنے کے لیے (۱)

تاریخ: ۵ محرم الحرام ۴ سنہ ھ،(۲) ۶۲۵ سنہ ء

مقام: عرنہ اور یہ جگہ عرفہ کے قریب ہے

سبب: سفیان بن خَالِد ھُذَلِی مجمع اکٹھا کر رہا تھا تا کہ مدینۂ منورہ آ کر لڑے

ہدف (مقصد): سفیان بن خالد ھذلی کو اچانک گرفت میں لینا اور اس کی جماعت کو متفرق کر دینا

مدّت سریّہ: ۱۸ راتیں

سَرِیَّہ کا واقعہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطّلاع ملی کہ سفیان بن خالد بن نُبَیْحُ الھذلی جس کا تعلق بنی لحیان سے ہے اس نے لوگوں کی جماعت کو اکٹھا کیا ہے ایک قریہ میں جو وادی عرفہ میں ہے جس کا نام ''عرنہ'' ہے، وہ مدینہ سے جنگ چاہتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف عبداللہ بن انیس کو روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ معاملے کی تحقیق کریں اور اس کی جانب سے جو بیان کیا گیا ہے اگر وہ سچ ہے تو اسے قتل کر دیں۔ عبداللہ بن انیس اپنی تلوار کو حمائل کیے ہوئے اس کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب سفیان کی اُن سے ملاقات ہوئی تو پوچھا تم کون ہو؟ عبداللہ نے جواب دیا عرب کا ایک شخص ہے جس نے تمھارے بارے میں اور اُس

---

(۱): یا خالد بن سفیان جیسا کہ ابن اسحاق اور ابن ہشام کے نزدیک ۴: ۲۶۷

(۲): العرفاء میں ہے کہ یہ سریہ ۵ سنہ ھ میں بنی قریظہ کے بعد ہوا تھا جیسا کہ بعض سیرت نگاروں نے سریّہ الرّجیع کے بعد اسے بتایا ہے۔ راجع تاریخ الخمیس ۱: ۴۵۴

شخص کے بارے میں جس نے جَمْعِیَّتْ اکٹھی کررکھی ہے، سنا ہے۔ اس کی مراد نبی اکرمؐ سے تھی۔ یہ شخص اسی سبب سے تمھارے پاس آیا ہے اور سفیان نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو مدینہ سے جنگ کے لیے اکٹھا کیا تھا۔ عبداللہ بن انیس نے دورانِ سفر اس کے قریب آنے کی کوشش کی اور جب اس پر قابو پالیا تو اس نے تلوار سے حملہ کرکے اسے قتل کردیا اور وہ نبی اکرمؐ کی خدمت اقدس میں واپس آیا اور انھیں اس کے قتل سے مطّلع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایک عصا مرحمت فرمایا اور اس سے کہا کہ جنت میں تم یہ عصا لے کر چلنا، یہ عصا اس کے پاس رہا، جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے اہل وعیال کو یہ وصیت کی کہ اس عصا کو اس کے کفن میں رکھ دیں، انھوں نے ایسا ہی کیا۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): تاریخ طبری ۲:۶۹۔ شرح النہج ۱۵: ۲۰، ۲۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی ۹: ۵۰

سَرِیَّۂ المُنذِر بن عَمرو

بِئرِ مَعُونہ کی طرف (۱)

اوراس کا نام سریۃ القراء بھی ہے۔

مسلمانوں کی تعداد: ۷۰ یا ۴۰ افراد

مشرکین کی تعداد: بنو سُلیم عامر بن الطفیل کی قیادت میں

مقام: بئر معونہ اور وہ پانی ہے بنی سُلیم کے پانیوں میں سے اور وہ بنی عامر اور بنی سُلیم کی زمین کے درمیان میں ہے مَعدن کے قریب

وقت: صفر ۴ھ ۶۲۵ء

ہدف (مقصد): نجد کے شہروں میں اسلام کی دعوت

سَرِیَّہ کا واقعہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عامر بن مالک بن جعفر ابو براء تشریف لائے وہ نیزوں کے کھلاڑی تھے انھوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں دو گھوڑے اور سواری و بار برداری کے قابل دو اونٹ پیش کیئے۔ نبی اکرمؐ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں کسی مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتا اور آنحضرتؐ نے ابو براء پر اسلام پیش کیا، نہ تو وہ اسلام لایا اور نہ ہی اسلام سے دور گیا اور اس نے کہا اے محمدؐ اگر آپ کچھ افراد کو اپنے اصحاب میں سے نجد کی طرف روانہ کریں اور انھیں اپنے امر کی دعوت دیں مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کی بات قبول کرلیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اہل نجد سے ان لوگوں کے

---

(۱): ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ سریہ رجیع کے بعد ہوا ہے۔ راجع السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۱۹۳۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۷۶

بارے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مخالفت نہ کریں تو ابو براء نے کہا میں ان کا پڑوسی ہوں آپ اصحاب کو ان کی جانب روانہ کر دیں تا کہ وہ لوگوں کو آپ کے امر کی جانب دعوت دیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر مردوں کو ان کی طرف روانہ کیا اور مُنذِر بن عَمرو السَّاعِدِیْ کو ان کا امیر بنا دیا۔ وہ لوگ روانہ ہوئے یہاں تک ''بِئرِ مَعُونَہ'' تک پہنچ گئے اور وہاں سے انھوں نے حرام بن ملحان کو خط دے کر روانہ کیا جسے نبی اکرمؐ نے عامر بن الطفیل کے نام روانہ کیا تھا۔ عامر نے خط کو نہیں دیکھا، حرام بن ملحان کو قتل کر دیا۔ بنی عامر نے مسلمانوں کے خلاف مدد طلب کی لیکن انھوں نے انکار کر دیا کہ ابی براء سے کیے گئے عہد کو توڑ دیں۔ سلیم کے قبائل نے انھیں مدد کے لیے پکارا، انھوں نے ان کا جواب دیا اسے قبول کر لیا اور اس کے ساتھ نکل پڑے اور انھوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو انھوں نے اپنی تلواریں اٹھائیں اور ان سے جنگ کی اور آخری فرد بھی ان سے جنگ کرتا رہا، بس ان میں سے صرف کعب بن زید باقی بچا، اسے مقتولین کے درمیان چھوڑ دیا گیا اور ابھی اس میں رمق حیات باقی تھی، وہ زندہ رہا یہاں تک غزوۂ خندق میں قتل کر دیا گیا۔ اور عمرو بن امیہ الضمری کو قیدی بنا لیا گیا پھر اسے عامر بن الطفیل نے رہا کر دیا۔ جب اسے پتا چلا کہ اس کا تعلّق قبیلۂ مُضر سے ہے اور اسے عامر نے یہ سمجھ کر رہا کیا تھا کہ ایک خون بہا اس کی ماں کے ذمّے ہے اور عمرو بن امیہ نے مدینہ واپسی پر راستے میں بنی عامر کے دو افراد کو قتل کر ڈالا جن کے پاس رسول اللہؐ کی جانب سے امان نامہ تھا اور عمرو کو یہ معلوم نہ تھا۔ جب نبی اکرمؐ کو ان دونوں افراد کے قتل کی اطّلاع دی گئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا: بہت برا کیا گیا، ان دونوں کے پاس میری طرف سے امان اور پناہ تھی میں ضرور بالضرور اسے ادا کروں گا لہٰذا آپ نے ان دونوں کی دیت ان کی قوم کی جانب روانہ کر دی۔

جہاں تک ابو براء کا تعلّق ہے تو اس پر عامر بن الطفیل کا پناہ دینا بہت دشوار ہوا اور ربیعہ بن ابی براء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے کہا: کیا میرے

والد سے کی گئی اِس غدّاری کو دھویا جاسکتا ہے کہ میں عامر کو تلوار کی ایک ضربت لگاؤں یا تیر سے ماروں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں ایسا کر سکتے ہو تو پھر وہ واپس ہوا اور اس نے عامر کو ایک ضربت ماری جس سے اس کو زخمی کر دیا۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی وحلان ۲:۷۸

سریّۃ الرّجیع

مسلمانوں کی تعداد: سات افراد(۱)اوران کا امیر مرثد بن ابی مرثد تھا۔ (۲)

مشرکین کی تعداد: بنولحیان ھذیل قبیلے کے افراد

مقام: رجیع اورھذیل کا کنواں ہے ھدہ کے اگلے اوراعلیٰ حصّے میں

وقت: ماہ صفر ۴ھ، ۶۲۵ء

ہدف (مقصد): اسلام کی دعوت

سریہ کے واقعات:

عضل اورقارہ کا ایک گروہ (رھط (۳)) مدینہ آیا اورانھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ اپنے اصحاب کے کچھ لوگ روانہ کردیں تاکہ وہ انھیں دین کی سمجھ بوجھ عطا کریں اورقرآن کی تعلیم دیں اورانھیں شرائع الاسلام سکھائیں۔ نبی اکرمؐ نے ان کے ساتھ سات افراد کوروانہ کیا۔ مرثد بن ابی مرثد، عاصم بن ثابت، عبداللہ بن طارق، خُبَیب بن عدی، زید بن الدثنہ، خالد بن ابی البکیر اور مُعَتّب بن عبید۔ وہ لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ رجیع تک پہنچ گئے اوروہ کنواں ہے ھُذیل کا۔ توان لوگوں نے غداری کی اوران کے خلاف ھذیل سے مدد مانگی۔ وہ لوگ تیزی سے اُن کی نصرت کے لیے آئے اور انھوں نے

---

(۱): اور کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد چھ تھی اورابن سعد کے نزدیک ان کی تعداد دس تھی لیکن انھوں نے صرف سات ناموں کا ذکر کیا ہے ۲: ۵۵

(۲): بعض مصادر میں ان کا امیر عاصم بن ثابت تھا التنبیہ والاشراف: ۲۱۲۔ السیرۃ النبویہ لزینی و حلان ۲: ۰۷

(۳): آدمی کی قوم اورقبیلہ تین سے دس کا گروہ جس میں کوئی عورت نہ ہو۔

مسلمانوں کا احاطہ کرلیا۔ اُن میں سے پانچ افراد کوقتل کر دیا اور دو کو قیدی بنالیا اور وہ خُبَیب بن عدی اور زید بن الدثنہ تھے۔ وہ انھیں لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں انھیں بیچ دیا، قریش نے انھیں خرید لیا اور تنعیم کے مقام پر انھیں قتل کر دیا۔ زید بن الدثنہ کوقتل کرنے سے پہلے ابوسفیان نے اس سے پوچھا کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمھاری جگہ اس وقت محمدؐ ہوں اور ہم انھیں قتل کر دیں اور تمھیں تمھارے اہل وعیال کے پاس بھیج دیں تو زید نے جواب دیا خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ محمدؐ اس وقت جہاں ہیں وہاں تک ایک کانٹا بھی جائے اور انھیں اذیّت پہنچائے اور میں اپنے اہل وعیال کے درمیان بیٹھا رہوں تو ابوسفیان نے کہا: میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی سے اتنی محبت کرتا ہو جس طرح محمدؐ کے اصحاب محمدؐ سے محبت کرتے ہیں۔

غَزْوَہُ بَنِی النُّضَیر

مسلمانوں کی تعداد: مدینہ کے مسلمان

یہودی: قبیلۂ بَنُو نُضَیر کے یہودی

مقام: غَرس اوراس کے آس پاس کا علاقہ

وقت: ربیع الاوّل ۴ سنہ ھ ۶۲۵ سنہء

سبب: بَنُو ال نُضَیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدے کوتوڑ دیا اورانھیں ہلاک کرنے یا اچانک گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا۔

ہدف (مقصد): بَنِیْ نُضَیر کو مدینۂ منورہ سے جلاوطن کرنا اوران سے نجات حاصل کرنا

خلیفہ رسول مدینۂ منورہ میں: ابن اُمّ مکتوم

حصار کی مدّت: پندرہ روز

نازل شدہ آیتیں: سورۃ الحشر

پرچم بردار: امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام

نتائج: محاصرہ کرنے کے بعد بَنُو النُضَیر کو جِلاَ وطن کرنا

غزوہ کا واقعہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنونضیر کے منازل تک اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے تاکہ ان سے کچھ مال بطورقرض حاصل کریں۔ جب آنحضرتؐ ان تک پہنچے تو انھوں نے نبی اکرمؐ کے مطالبے کوحسن وخوبی کے ساتھ مان لیا پھرفوراًہی مَن ہی مَن میں نبی اکرمؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اوران میں سے ایک کے ذمّے یہ کام لگایا جسے عمرو بن جحاش کے نام سے بلایا جاتا تھا۔ کہ وہ اس گھر میں داخل ہو جہاں پر حضرت محمدؐ دیوار سے ٹیک لگائے

بیٹھے ہیں۔ ان پر ایک پتھر گرا کر ان کے چراغ حیات کو گل کر دے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر یہودیوں کے منصوبے کی حقیقت کو واضح کر دیا تو آپ فوراً اٹھے اور تیزی سے مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے اور اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں بتایا۔ وہ یہ سمجھے کہ نبی اکرمؐ اپنے کسی ضروری کام سے واپس چلے گئے ہیں اور وہ مسلسل آپ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے، جب کافی دیر ہو گئی تو وہ اُن کی تلاش میں روانہ ہوئے تو انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو مدینہ سے آ رہا تھا تو اس شخص سے آنحضرتؐ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے انھیں مدینۂ منورہ میں داخل ہوتے دیکھا ہے تو نبی اکرمؐ کے اصحاب اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہؐ! آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہمیں کچھ پتا نہ چلا، تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہودیوں نے غدّاری کا ارادہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بارے میں بتلا دیا تو میں وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ پھر نبی اکرمؐ نے محمد بن مسلمہ کو یہودیوں کی جانب روانہ کیا اور انھوں نے یہودیوں کو پیغمبر کا یہ پیغام سنایا کہ میرے شہر سے نکل جاؤ اب مزید سکونت کی گنجائش نہیں تم نے جو غداری کا ارادہ کرنا تھا وہ کر لیا میں تمھیں دس دن کی مہلت دے رہا ہوں اگر اس کے بعد کوئی دکھائی دیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔(۱)

یہودیوں کے پاس وہاں سے نکل جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ لہٰذا انھوں نے کوچ کی تیّاری شروع کر دی مگر یہ کہ عبداللہ بن اُبَیّ نے ان یہودیوں کو یہ پیغام دیا کہ تم لوگ اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہو اور اپنے علاقوں سے نہ نکلو میرے ساتھ میری قوم کے دو ہزار افراد ہیں ان کے علاوہ عرب کے دیگر باشندے ہیں وہ تمھارے ساتھ قلعوں میں داخل ہوں گے۔ اور اس کے بعد حیی بن اخطب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا ہم اپنے علاقوں سے نہیں نکلنے والے آپ کو جو کرنا ہو کر لیں۔ یہ سن کر نبی اکرمؐ اور تمام مسلمانوں نے

---

(۱): نہایۃ الارب ۱۷: ۱۳۸

نعرۂ تکبیر بلند کیا اللہ اکبر کہا اور آنحضرتؐ نے فرمایا: (حَارَبَتْ يَهُوْد) یہودیوں نے جنگ چھیڑ دی ہے۔ پھر یہودیوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لی اور اپنے راستوں میں پتھر لے کر گئے اور اُن پتھروں سے ایسی ڈھالیں بنائیں اور خندقیں کھود لیں تا کہ وہ اس کے پیچھے جنگ کے دوران اپنی حفاظت کریں اور انھوں نے کھانے پینے کے سامان جمع کر لیے جو حصار میں ان کے لیے ایک سال کے لیے کافی ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنونضیر کے علاقوں کی جانب بڑھے اور امیر المومنینؑ سے فرمایا: اے علیؑ تم بنونضیر کی جانب اقدام کرو۔ حضرت علی علیہ السلام نے پرچم اُٹھایا اور آگے بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا احاطہ کر لیا۔ قریظہ نے انھیں تنہا چھوڑ دیا اور اسی طرح ابن سلول نے بھی اور جیسا کہ ان سے وعدہ کیا تھا وہ ان یہودیوں کی مدد کے لیے نہیں گئے۔ رسول اللہؐ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا اور انھیں جلا دیا۔ انھوں نے پکار کر کہا یا رسول اللہؐ، یا محمدؐ، اے رسول اللہؐ، اے محمدؐ، آپ تو فساد سے روکتے تھے اور جو ایسا کرتا تھا اسے درست نہیں سمجھتے تھے تو پھر کیا ہوا کہ آپ نے درختوں کو کاٹ دیا اور انھیں جلا ڈالا، تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ.(۱)

تم لوگوں نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا جن درختوں کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب خدا کے حکم سے تھا اور اس لیے بھی کہ وہ فاسقین کو رُسوا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خود کو اطاعت کے لیے پیش کر دیا اور مدینہ سے اپنے مال ومتاع کے ساتھ نکلنے کے لیے تیّار ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے اس سے انکار کیا اور ان سے کہا آج میں یہ بات قبول نہیں کروں گا۔ تم مدینہ سے اتنا بار لے جاؤ جتنا تمھارا اونٹ اٹھا سکے سوائے ہتھیار کے، انھوں

(۱): سورۃ الحشر آیت ۵

نے یہ بات مان لی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے تباہ کرنا شروع کیا اور اس کی چوکھٹ تک لے گئے تا کہ مسلمان ان مکانوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ ان میں سے کچھ لوگ خیبر کی طرف گئے اور کچھ شام کی جانب روانہ ہو گئے۔(۱)

اور رسول اللہؐ نے ان کے اموال اور اُن کے ہتھیاروں کو لے لیا۔اس طرح بنونُضیر کی مدینہ سے جلا وطنی مکمّل ہوئی۔ مسلمانوں کو اطمینان نصیب ہوا اور انھیں داخلی دشمن کے خطرے سے نجات مل گئی۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۲۰۱

سریّہ امیرالمومنین علیہ السلام

تا کہ عزور(۱) یہودی اور اِس کے ساتھیوں کو قتل کر دیں

مسلمان: امیرالمومنین علیہ السلام تنہا تشریف لے گئے پھر اس کے بعد رسول اللہؐ نے ان کے ساتھ دس افراد کو بھیجا ان میں ابودجانہ اور سھل بن حنیف تھے۔

یہودی: دس تھے اور اُن کا سردار ''عزور'' تھا۔

ہدف (مقصد): بنی نُضیر کے یہودیوں کے دلوں میں رعب اور خوف ڈالنا۔

نتائج: یہودیوں کے سریّہ کے تمام افراد قتل کر دیئے گئے۔

سریّہ کے واقعات:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کی جانب رُخ کیا تو ان کو محصور کرنے کا ارادہ کیا جیسا کہ ہم پہلے اس جانب اشارہ کر چکے ہیں۔ انھوں نے اپنا خیمہ بنی خطمہ سے دور ہٹ کے لگایا۔ جب رات چھا گئی تو بنی نضیر کے ایک شخص نے ایک تیر پھینکا جو آنحضرتؐ کے خیمے تک پہنچ گیا تو پھر نبی اکرمؐ نے حکم دیا کہ ان کے خیمے کو دامنِ کوہ میں منتقل کر دیں اور مہاجرین و انصار نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو مسلمانوں نے امیرالمومنینؑ کو موجود نہیں پایا۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہم علیؑ کو نہیں دیکھ رہے ہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میں انھیں ایسے کام میں مصروف دیکھ رہا ہوں جس میں تمھارا بھلا ہوگا۔ ابھی کچھ دیر ہوئی تھی کہ وہ اس یہودی کا سر لے آئے جس نے رسول اللہؐ پر تیر پھینکا تھا، اس کا نام 'عزور' تھا۔ اس کا سر نبی اکرمؐ کے سامنے ڈال دیا۔ نبی اکرمؐ نے علیؑ

---

(۱): الامتاع میں ہے کہ اس کا نام عزوک تھا۔ امتاع الاسماع ۱:۱۸۰

سے دریافت کیا، اے ابوالحسن تم نے یہ کام کس طرح انجام دیا؟ تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس خبیث کو جری اور بہادر پایا، تو میں اس کے لیے چھپ گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس پر کچھ ایسا بن آئے کہ وہ رات چھا جانے کے بعد وہ ہماری تلاش میں اچانک نکل آئے۔ وہ تلوار سونت کر نو یہودیوں کے ساتھ برآمد ہوا تو میں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، اس کے تمام ساتھی راہ فرار اختیار کر گئے اور وہ اس کے نزدیک نہیں رکے۔ رسول اللہؐ آپ میرے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیج دیجئے مجھے امید ہے کہ میں ان سب پر کامیابی حاصل کرلوں گا۔ تو رسول اللہؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دس افراد کو روانہ کر دیا جن میں ابودجانہ، سماک بن خرشہ اور سہل بن حنیف وغیرہ تھے انھوں نے ان کو پالیا قبل اس کے کہ وہ قلعہ میں پناہ لے لیں ان سب کو قتل کر دیا اور ان کے سر لے کر رسول اللہؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ نبی اکرمؐ نے حکم دیا کہ ان سروں کو بنی خطمہ کے کچھ کنوؤں میں ڈال دیا جائے۔(۱)

اس عمل سے یہودیوں کے دلوں پر رعب، خوف اور گھبراہٹ چھا گئی اور یہی سبب بنا کہ ان کے قلعے فتح کر لیے گئے۔ اسی بارے میں حسان بن ثابت نے کہا ہے:(۲)

لِلّٰهِ اَیُّ کَرِیهَةٍ اَبْلَیْتُهَا بِبَنِی نُضَیْرٍ وَ النُّفُوسُ تَطَلَّعُ
اَرْدَی رَئِیسَهُمْ وَ آبَ بِتِسْعَةٍ طَوْرًا یَشُلُّهُمْ وَ طَوْرًا یَدْفَعُ

اللہ کی خاطر بہتری مصیبتیں ہیں جنھیں میں نے برداشت کیا بنی نُضَیر سے اور جب کہ نفوس دشمنوں کی حقیقتِ حال سے واقف ہو رہے تھے ان کے سردار کو ہلاک کر دیا اور نو افراد کے ساتھ اس طرح واپس آیا کہ کبھی وہ انھیں تلواروں سے بھگا رہے تھے اور کبھی انھیں ہٹا رہے تھے۔

---

(۱): بحارالانوار ۲۰:۱۷۲، ۱۷۳۔ ارشاد المفید ۴۹۔ کشف الغُمّہ للاربلی ۱:۲۰۱

(۲): الارشاد:۵۰

بنونضیر سے مقابلے کی کیفیت:

بنونضیر یہودیوں کے بڑے قبائل میں سے تھے جو مدینۂ منورہ میں مقیم تھے۔جس طرح وہ مالی اعتبار سے،عزت کے لحاظ سے،شان وشوکت میں اور تکبر وغرور میں اُن سب سے زیادہ تھے اور وہ خود اپنے اندر قوّت وطاقت محسوس کرتے تھے اس لیے کہ مدینہ کے اندر اور مدینہ کے باہران کے بہتر ے حلیف (عہد وپیمان کرنے والا) موجود تھے۔مزید برآں کچھ مسلمان بھی خواہ ان کا تعلق مہاجرین سے ہو یا انصار سے وہ مخفی طور سے ان کے لیے احترام اور اُن کی توقیر ملحوظ رکھتے تھے اور اس سے گنجائش اور موقع فراہم ہوتا ہے منافقین اور سازش کرنے والوں کو جو مسلمانوں کی صفوں میں تھے جو شکوک وشبہات پیدا کررہے تھے،مسلمانوں کی طاقت کے بارے میں یہودیوں سے مقابلہ کرنے کے لیے اوران کے ثبات کو زائل کرنے اور وحدت کو ختم کرنے میں اسی وجہ سے یہودیوں نے مدینۂ منورہ چھوڑنے سے انکار کردیا تھا اور جنگ پر آمادہ ہو گئے تھے۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی صفوں کو تقویت دینے کے لیے اور ان کی وحدت و یگانگت کو قائم رکھنے کے لیے اور یہودیوں اوران کے حلیفوں کے دلوں میں خوف اور رعب قائم کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے۔

ا:۔علانیہ نعرۂ تکبیر بلند کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر بلند کی اوران کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے بھی تکبیر بلند کی۔ جب رسول اللہؐ کو علم ہوا کہ بنونضیر نے عہد شکنی کی ہے تو مسلمان ساری رات تکبیریں بلند کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور یہ اس لیے کیا تاکہ کچھ مسلمانوں کے نفسیاتی خوف اور اضطراب کو دور کیا جائے جو قبائلی حمیت کی آگ کو بھڑکانے کے سبب ان کے دلوں کو متاثر کررہی تھی،اور دوسری جانب یہ مقصد تھا کہ منافقین کو ایسا موقع فراہم نہ ہو سکے کہ وہ اسلامی صفوں کے اندر اپنی آزادی کے لیے کام کرنا شروع کردیں۔

۲:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ بنونضیر کی جانب اقدام کریں۔ یہ امر اور حضرت علیؑ کا اس کام کے لیے منتخب کرنا یہودیوں کی معنویات کو لرزہ بر اندام کرنے کے لیے بے حد مؤثر تھا اور اس وجہ سے بھی کہ ان یہودیوں کو خود اپنے اوپر اعتماد نہ تھا کیوں کہ اب ان کا مسلّح مقابلہ ایسے لشکر سے تھا جس کے قائد اور پرچم بردار امیر المومنینؑ تھے اور ان لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام کی شجاعت کی داستانیں اور ان کے حملوں کے واقعات ان کی بہادری کے قصّے اور بدر واُحد میں ان کے کارناموں کے بارے میں سن رکھا تھا۔ اور جس بات نے یہودیوں کے خوف میں اضافہ کیا اور ان کے دلوں میں رعب کو داخل کیا اور رسول اکرمؐ کے سامنے انھیں سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا وہ حضرت علی علیہ السلام کا ایک عسکری معرکہ تھا جو عزور یہودی کے قتل پر مُنتج ہوا تھا اور اس سریّہ کو تنہا سر کرنا تھا جس نے بنونضیر کی شان وشوکت کی کمر توڑ دی تو پھر انھوں نے قتل کیے جانے اور قید ہوجانے کے خوف سے یہ سوچا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں، جس طرح بہادر فوجی قائد کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ لشکر کی معنوی طاقت کو بڑھاتا ہے اور انھیں مکمّل اعتماد اور بھروسا عطا کرتا ہے تاکہ وہ سامنے آکر دشمن کا مقابلہ کریں۔

۳:۔ رسول اللہؐ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ ان کے کھجوروں کے درخت کاٹ دیے جائیں تاکہ وہ اپنے مادی نقصان کی وجہ سے اس سے بچنے کے لیے جلدی سے ہتھیار ڈال دیں جو دونوں طرف سے عسکری مقابلے کے نتیجے میں واقع ہوگا۔

اور ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اس طرح یہودیوں کے حلیفوں سے ان کا رابطہ منقطع کردیا تاکہ وہ ان یہودیوں کی مساعدت اور انھیں تقویت دینے کے لیے اٹھ نہ سکیں۔ اُس نعرۂ تکبیر کے ذریعے سے جس نے مسلمانوں کی صفوں میں قبائلی بہادری اور شجاعت کی روح پھونک دی تھی اور منافقین اور یہودیوں کے حلیفوں کی فرصت کو ختم کردیا تھا کہ وہ اپنی آزادی کے لیے کوئی اقدام کرسکیں۔ اور ان پر خوف اور گھبراہٹ کو نازل کردیا تھا تو اس طرح یہودیوں نے انھیں تنہا چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہیں

کی۔اور رسول اللہؐ میں یہ استطاعت پیدا ہوگئی کہ وہ یہودیوں کو ایسی شکست فاش سے دوچار کردیں کہ اُس کے بعد وہ اِس قابل نہ رہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ مسلّح مقابلہ کرسکیں اور یہ سب اسی وجہ سے ممکن ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اسلامی لشکر کی قیادت کو سنبھال لیا تھا اور لشکر کے پرچم کو اٹھا رکھا تھا تا کہ ان یہودیوں کو اپنی شجاعت و بسالت کی یاد دلا دیں۔ پھر کھجور کے درختوں کا کاٹنا آتا ہے تا کہ اس طرح ان کی دوسری امیدوں کو منقطع کردیا جائے اور ان کے غرور وسرکشی کے خلاف فیصلہ ہو اور وہ لوگ جھگڑنے اور چیلنج کرنے کے قابل نہ رہیں اور ان کو سوائے ذلّت ورسوائی کے کچھ نہ ملے اس طرح آخرکار انھوں نے سر تسلیم خم کرنے اور ہتھیار ڈالنے ہی کو غنیمت جانا۔

غزوۂ بدر الموعِد

اُحد کے غزوہ کے بعد جس کا وعدہ کیا گیا

اور اس غزوہ کا نام غزوۂ بدرِ صغریٰ، بدر الثالثہ (تیسری بدر) اور بدر الآخرہ بھی ہے۔

مسلمان: ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) جنگ جو

مشرکین: دو ہزار جنگ جو ابوسفیان کی قیادت میں

تاریخ: یکم ذی القعدہ ۴ ھ (۱) ۶۲۶ء

سبب: ابوسفیان کی دھمکی غزوۂ اُحد کے بعد کہ آیندہ سال بدر کے مقام پر جنگ ہوگی۔

رسول اللہؐ کے جانشین مدینۂ منورہ میں: عبداللہ بن رَوَاحہ

پرچم بردار: امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

نازل ہونے والی آیتیں: سورہ نساء آیت ۸۴ و آیت ۱۰۴

غزوہ کے واقعات:

غزوۂ اُحد کے ایک سال گزر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے مقام پر روانہ ہوئے تاکہ وہاں پر قریش سے ملاقات کریں اور یہ اس لیے ہوا جیسا کہ ابوسفیان نے غزوۂ اُحد سے پلٹتے ہوئے کہا تھا:

اِنَّ مَوْعِدَ کُمْ بدر العام المقبل.

کہ آیندہ سال ہم بدر کے مقام پر تم سے ملیں گے۔

---

(۱): ابن اسحاق، دیار بکری اور زینی وحلان کے نزدیک شعبان میں یہ غزوہ ہوا اسی لیے انھوں نے ذات الرّقاع کے بعد اس کا ذکر کیا ہے۔ راجع تاریخ الخمیس ۱: ۴۶۵۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۲۰

اب ہم چلتے ہیں مکّہ کی طرف۔ جب وعدے کا وقت قریب آیا تو ابوسفیان نے نکلنا پسند نہ کیا اور یہ ارادہ کیا مسلمانوں سے مڈبھیڑ نہ کرنے کے لیے کوئی بہانہ تلاش کرے۔ تو اس نے نُعَیم بن مسعود الاشجعی کے آنے کو غنیمت جانا اور اس سے کہا کہ میں نے محمدؐ اور اُن کے اصحاب سے وعدہ کیا تھا کہ ہم بدر کے مقام پر ملاقات کریں گے۔ اور اب وہ وقت آ گیا ہے اور یہ قحط کا سال ہے اور ہریالی کا سال ہمیں راس آتا ہے اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ محمدؐ تو نکل آئیں اور میں نکل کر نہ جاؤں اس طرح وہ ہم پر جری ہو جائیں گے۔ بیس اونٹ تمھیں دیتے ہیں، سہیل بن عمرو جسے تمھارے سپرد کر دے گا تاکہ تم مدینہ جا کر اصحاب محمدؐ کو جنگ نہ کرنے پر اکساؤ۔ نعیم مدینہ آیا اور اس نے زہریلی خبریں پھیلانا شروع کر دیں اور اس نے مسلمانوں کے درمیان یہ شہرت دی کہ ابوسفیان نے بہت بڑا لشکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار کر رکھا ہے اس سے پہلے ایسے لشکر سے واسطہ نہیں پڑا ہوگا۔ اور مسلمانوں کے سامنے بیان کیا کہ اس نے کیا تیاری کی ہے اور کس قسم کے ہتھیار جمع کر رکھے ہیں۔ ان پریشان کن دعووں سے اکثر مسلمان متاثر ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہم مدینہ سے نہیں نکلیں گے اور نہ ہی ابوسفیان کے لشکر کا سامنا کریں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے مسلمانوں کی صفوں سے اس نوعیت کی افواہ کو دور کرنے اور ان کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَخْرُجَنَّ وَاِنْ لَمْ یَخْرُجْ مَعِیَ اَحَدٌ۔ (۱)

جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم میں ضرور بالضرور نکل کر جاؤں گا خواہ کوئی بھی میرے ساتھ جانے کو تیار نہ ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روانہ ہوئے اور پرچم امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا یہاں تک کہ وہ بدر کے مقام پر پہنچ گئے اور وہاں پر آٹھ دن تک ٹھہرے رہے۔ ابوسفیان کے

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۶۰۔ والسیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۹۰

آنے کا انتظار کرتے رہے لیکن وہ نہیں آیا۔اس لیے کہ جب وہ مکّہ سے اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور'' مَرَّ الظَّهْرَانِ '' کے مقام پر پہنچا تو ان سے کہا: اے قریش کے لوگو! تمھارے لیے ہریالی کا موسم ہی مناسب ہوتا ہے جس میں تم درخت ہرا بھرا دیکھتے ہو اور تم دودھ دوہتے ہو اور تمھارا یہ سال خشک سالی کا ہے ہر طرف قحط پڑا ہوا ہے میں تو پلٹ رہا ہوں تم بھی لوٹ جاؤ، قریش واپس چلے گئے اور جب انھیں پتا چلا کہ رسول اللہ ؐان سے جنگ کرنے کے لیے نکل چکے ہیں تو صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا: میں نے اس روز منع کیا تھا کہ تم قوم سے وعدہ نہ کرو۔اب وہ ہم پر جری ہو جائیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ ہم نے وعدہ خلافی کی ہے اور اس غزوہ نے قریش کو ذلّت و شرمندگی اور شکست سے ایسا دوچار کیا جو غزوۂ بدر الکبریٰ سے بھی زیادہ اور رُسَا تھی۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

غزوۂ ذات الرِّقاع (۱)

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّۂ)

اور یہ جنگ کا دستہ تھا نیز اس کا نام غزوۃُ الاَعَاجِیْب اور غزوۂ بنی انمار بھی ہے۔(۲)

مسلمان: مسلمان چار سو اور کہا گیا ہے سات سو اور یہ بھی کہا گیا ہے آٹھ سو تھے

مشرکین: بنو انمار اور بنو ثعلبہ

تاریخ: محرم ۵ سنہ ھجری ۶۲۶ سنہ ء

سبب: بنو انمار اور ثعلبہ کا اکٹھے ہونا تا کہ مدینہ پر حملہ کریں

مدینہ میں جانشین: ابوذر الغفاری اور کہا گیا ہے عثمان بن عفان اور ابن سعد کا یہی خیال ہے۔

پرچم بردار: امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

مدینہ سے غیر حاضری: پندرہ راتیں

مقام: ذات الرِّقاع اور وہ ایک پہاڑ ہے جس میں ایک ایسا ٹکڑا ہے جس کی رنگت سرخ، سیاہ اور سفید ہے جو درخت خرما کے قریب ہے سعد اور شقرہ کے درمیان

نتائج: بدو بھاگ گئے اور جنگ واقع نہیں ہوئی

غزوہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ ایک جماعت غطفاں سے بنی انمار اور بنی

---

(۱): اسے ابن اسحاق نے وارد کیا ہے بنی نضیر کے بعد ۴ سنہ ھ ربیع الثانی میں اور بعض نے کہا ہے کہ جمادی الاولیٰ میں ہوا اور ابو معشر کا یقین ہے کہ یہ غزوہ بنی قریظہ کے بعد ذی القعدہ ۵ سنہ ھ میں ہوا۔ سیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۱۴۔ تاریخ الخمیس ۱: ۴۶۳

(۲): السیرۃ النبویہ لزینی وحلان ۲: ۸۷

ثعلبہ کی اکٹھی ہوئی ہے تا کہ مدینۂ منورہ پر حملہ کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار سو افراد کے ساتھ ان کی جانب روانہ ہوئے تا کہ انھیں دبا دیا جائے قبل اس کے کہ ان کی تیاری مکمّل ہو یہاں تک کہ آپ ذات الرّقاع تک پہنچ گئے اور جب ان بدوؤں کو پتا چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی جانب تشریف لا رہے ہیں تو وہ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور اپنی عورتیں اور مال کو وہیں چھوڑ گئے۔ اس طرح مسلمانوں نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا اور مدینۂ منورہ کی طرف لوٹ آئے اور اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نماز خوف پڑھائی اور نبی اکرمؐ نے جمال بن سُراقہ کو بشارت دینے کے لیے مدینۂ منورہ کی جانب روانہ کیا کہ وہ اہل مدینہ کو بتلا دیں کہ رسول اللہؐ اور تمام مسلمان باسلامت ہیں۔

نبی اکرمؐ کا جابر کے لیے مغفرت طلب کرنا:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۂ منورہ کی طرف واپس آ رہے تھے تو آپ نے جابر بن عبداللہ الانصاری سے ایک اونٹ خریدا۔ پھر جابر سے اس کے والد کے قرض کے بارے میں سوال کیا تو جابر نے آنحضرتؐ کو اس کے بارے میں بتلایا تو نبی اکرمؐ نے جلیل القدر صحابی جابر بن عبداللہ الانصاری کے لیے ۲۵ مرتبہ استغفار کیا یعنی ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ'' کہا۔(۱)

❁❁❁❁☆❁❁❁❁

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۶۲

غَزْوَۂ دُوْمَۃُ الْجَنْدَلْ (۱)

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّۂ)

اور یہ جنگ جُوؤں کا دستہ تھا۔

مسلمان: ایک ہزار جنگ جُو

مشرکین: وہ عرب کے بدّو جو ''دومۃ الجندل'' کے علاقے میں بسیرا کر رہے تھے۔

تاریخ: ۲۵ ربیع الاوّل ۵ ھ ۶۲۶ء

مقام: دومۃ اور یہ شام کے رُخ پر ایک حصہ ہے اس کے اور دمشق کے درمیان پندرہ یا سولہ راتوں کا فاصلہ ہے۔(۲)

پرچم بردار: امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السّلام

سبب: دومہ کے مقام پر عرب کے بدّوؤں کا اکٹھا ہونا، جو بھی ان کے پاس سے گزرتا تھا وہ اس پر ظلم ڈھاتے تھے پھر انھوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

مدینہ منورہ میں رسول اللہؐ کے جانشین: سِبَاع بن عَرْفَطَہ

ہدف (مقصد): وہ عرب کے بدّو جو دومہ میں آ کر بس گئے ہیں اور اسے وطن بنالیا ہے انھیں روکنا کہ وہ مسافروں کو نہ لوٹیں اور اسی طرح مدینہ منورہ پر حملے سے قبل ان کے اجتماع کا فیصلہ کر دینا۔

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۲۴۔التنبیہ والاشراف: ۲۱۴۔تاریخ الخمیس ۱: ۴۶۹

(۲): الطبقات الکبریٰ

غزوہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا چلا کہ دومۃ الجندل میں ایک کثیر جماعت راستہ چلنے والوں کو لوٹ لیتی ہے اور قافلوں پر حملہ کر دیتی ہے اور ان کا مقصد مدینہ سے قربت حاصل کرنا ہے۔تو آنحضرتؐ اُن کی جانب ایک ہزار مسلمانوں کو لے کر روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ ایک راہنما (گائڈ) تھا جس کا تعلق بنی عذرہ سے تھا اور اس کا نام ''مذکور'' تھا۔آنحضرتؐ رات کے وقت سفر کرتے اور دن کے وقت چھپے رہتے یہاں تک کہ وہ دومۃ الجندل تک پہنچ گئے۔وہاں پہنچ کر انھوں نے کسی بدوی کو وہاں نہیں پایا اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے خوف سے بھاگ گئے تھے۔رسول اکرمؐ وہاں پر کچھ روز قیام کرنے کے بعد مدینۂ منورہ واپس تشریف لے آئے اور انھیں کسی مکروفریب کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

❁❁❁❁☆❁❁❁❁

غزوۂ بنی المُصطلَق

اور یہ غزوۃ المُریَسیع ہے۔

مسلمان: تقریباً ایک ہزار جنگ جُو اور تیس گھوڑے

مشرکین: بَنُو المُصطلَق جن کا تعلّق خزاعہ سے تھا اور اُن کا قائد حارث بن ابی ضرار خزاعی تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ جویریہ کا والد تھا۔ اور ان کی تعداد سات سو جنگ جُو تھے۔

تاریخ: ماہ شعبان ۵ سنہ ہجری (۱) ۶۲۷ء

مقام: المُریَسیع اور یہ ایک کنواں ہے اس کے اور ''فرع'' کے درمیان تقریباً ایک دن کا فاصلہ ہے اور فرع و مدینہ کے درمیان ۸ بُرد کا فاصلہ ہے (ایک برد بارہ میل کا ہوتا ہے)۔

سبب: بنی مصطلق کا جمع ہونا مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے۔

خلیفہ رسولؐ مدینہ منوّرہ میں: زید بن حارثہ (۲)

پرچم بردار: امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام

مسلمانوں کا نعرہ: یا منصور اَمِتْ اَمِتْ

جنگ کا دورانیہ (مدّت جنگ): اٹھارہ دن

---

(۱): ابن ہشام اور ابن اسحاق کے نزدیک یہ غزوہ ۶ سنہ ھ میں واقع ہوا اور ایسا ہی اکتفا اور اسد الغابہ میں ہے اور کتاب الوفا میں ہے کہ اکثر سیرت نگاروں نے کہا ہے کہ ۶ سنہ ہجری کو ہوا۔ انھوں نے دیار بکری سے نقل کیا تاریخ الخمیس میں ۱:۴۷۰۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۳۰۲

(۲): ابن ہشام کے نزدیک جانشین ابوذر تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نمیلہ بن عبداللہ اللیثی تھے۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۳۰۲

شہداء کی تعداد: ایک فرد شہید ہوا

مشرکین کے مقتولین کی تعداد: دس افراد

نازل ہونے والی آیتیں: سورۃ ''المنافقون''

غزوہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار جو بنوالمصطلق کا سردار تھا اُس کا خُزاعہ سے تعلّق تھا وہ لوگوں کو ابھار رہا ہے اور مریسیع کے مقام پر افواج کو جمع کر رہا ہے تاکہ مدینہ منورہ پر حملہ کر دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت امر سے واقف ہونے کے لیے بُریدہ بن الحصیب الاسلمی کو روانہ کیا۔ بریدہ ان تک گئے اور ان لوگوں کے درمیان چلے گئے اور ان کے قائد حارث بن ابی ضرار سے گفتگو کی اور حقیقت امر سے واقفیت حاصل کر لی۔ اور انھوں نے کافی معلومات دشمن اور ان کی تعداد کے بارے میں حاصل کر لیں۔ وہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ انھوں نے مشاہدہ کیا اور سنا تھا اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلا دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ابھارا اور متوجہ کیا کہ انھیں دشمنوں سے قتال کرنا ہے۔ پس وہ اپنے ایک ہزار صحابیوں کے ساتھ روانہ ہو گئے اور اس لشکر میں عبداللہ بن اُبی بن سلول اور کچھ اور منافقین بھی شریک تھے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ ''مریسیع'' تک پہنچ گئے۔

کامیابی امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ذریعے ہوئی:

شیخ مفید فرماتے ہیں: بنی المصطلق کے ذریعے امام علی بن ابی طالبؑ کی آزمائش تھی جیسا کہ علماء کے نزدیک مشہور ہے جب بنی عبدالمطلب کے کچھ افراد کو قتل کر دیا گیا تو ان تمام غزوات میں فتح کا سہرا حضرت علیؑ کے سر تھا۔ حضرت علیؑ نے اس جنگ میں قوم کے دو افراد مالک اور اُس کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا۔(۱)

اور بدوؤں نے جب یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو انھوں نے راہ

---

(۱): الارشاد المفید: ۶۲۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۳۰۶

فرار اختیار کرلی اور بنوالمصطلق کو میدانِ کارزار میں تنہا چھوڑ دیا، مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی قیادت میں جو اس غزوہ کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے مشرکین میں سے دس افراد کو قتل کر دیا گیا اور بقیہ افراد کو قیدی بنالیا گیا، ان کے اموال، ان کی عورتوں اور ان کی اولاد سمیت۔ ان قیدیوں میں سے جویریہ بنت الحارث بھی تھی جسے حضرت علیؑ نے قیدی بنایا اور اُسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے معرکہ کے بعد اس کے والد نبی اکرمؐ کے پاس آئے اور کہا:

يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ ابْنَتِيْ لَا تُسْبىٰ لِأَنَّهَا امْرَأَةٌ كَرِيمَةٌ.

میری بیٹی قید نہ کی جائے اس لیے کہ وہ بہت شریف خاتون ہے۔

نبی اکرمؐ نے اس سے کہا جاؤ اور اس کی پسند معلوم کرلو۔ اس نے کہا آپ نے بہت خوبصورت اور اچھی بات کہی ہے۔ جب وہ اپنی بیٹی کے پاس آیا تو اس نے اس سے کہا: اے میری بیٹی مجھے اپنی قوم میں رسوا نہ کرو۔ بیٹی نے جواب دیا میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کا انتخاب کرلیا ہے۔ تو پھر اس کے والد نے اُس سے کہا اللہ کا کام اللہ ہی جانے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے اس لڑکی کو آزاد کر دیا اور اسے اپنی بیوی بنالیا اور اس شادی کا یہ فائدہ ہوا کہ مسلمانوں نے بنومصطلق کے سو افراد کو جو قید میں تھے انھیں رہا کر دیا اور یہی سبب بنا کہ بنی مصطلق کے لوگ مسلمان ہو گئے۔

سورۃ منافقون کا نزول:

روایت کی گئی ہے کہ سورۂ منافقوں کے نزول کا سبب جہجاہ غفاری کا مزاحمت کرنا تھا جو کسی انصاری کے ساتھ عمر بن الخطّاب کا مزدور اور نوکر تھا۔ غفاری نے مہاجرین کو پکارا اور انصاری نے انصار کو آواز دی۔ عبداللہ بن اُبی نے یہ خبر سنی تو اس نے فرصت کو غنیمت جانا کہ وہ اندھے فتنہ کی آگ کو مہاجرین و انصار کے مابین بھڑکا دے اور جب رسول اللہؐ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضرت عمر بن الخطّاب نے اُن سے کہا: آپ عباد بن بشر کو حکم دیں کہ وہ اُسے قتل کر دے (یعنی عبداللہ بن اُبی کو) تو رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا: اے عمر یہ کیسے

ہوگا جب لوگ باتیں بنائیں گے کہ محمدؐ تو اپنے اصحاب کو قتل کردیتے ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی فتنے کے سر اٹھانے سے پہلے وہاں سے کوچ کر گئے کچھ مسلمانوں نے جس کا نقشہ بنایا تھا اور رسول اللہؐ مسلمانوں کے ساتھ پورے دن سفر کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی پھر آپ نے رات بھر سفر کیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی پھر دوسرے دن جا کر سفر اختتام پذیر ہوا یہاں تک کہ انھیں سورج کی اذیت برداشت کرنی پڑی۔جب مسلمان اترے تو اتنے تھکے ہوئے تھے کہ فوراً سو گئے اور نبی اکرمؐ یہی چاہتے تھے تاکہ لوگ اس فتنہ میں مشغول نہ ہوجائیں جس کا ہدف مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا تھا۔(۱)

تو سورۂ منافقون کا نزول ہوا جس سے منافقین کی نیّتوں کا پتا چل گیا اور ان کے اوصاف کھل کر سامنے آ گئے اور ان کی خصوصیات اور اسلام کے لیے ان کے خطرات واضح ہو گئے۔

افک کا واقعہ:

کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ افک کا واقعہ اسی غزوہ میں ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے گمان کیا ہے کہ کچھ مسلمانوں نے حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگائی۔

اور قصّہ کا خلاصہ جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں یہ ہے: کہ رسول اللہؐ غزوات میں اپنی کچھ بیویوں کو ساتھ لے جاتے تھے۔وہ اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ کو ساتھ لے گئے اور سفر کے دوران حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہوگیا اور یہ اس وقت ہوا جب وہ اپنی کسی خاص ضرورت کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔وہ وہاں پر گئیں تاکہ اپنا ہار تلاش کریں لیکن وہاں اُنھیں ہار نہیں ملا اور جب وہ واپس آئیں تو کیا دیکھا کہ قافلہ کوچ کر گیا ہے اور انھیں تنہا چھوڑ دیا ہے۔اتنے میں صفوان بن المعطل آیا اور وہ لشکر کے آخر میں رہا کرتا تھا اس نے حضرت عائشہؓ کو اپنے اونٹ پر سوار کرلیا اور مدینہ لے آیا۔لوگوں نے اس ضمن میں باتیں بنانا شروع کیں اور منافقین نے بات کا بتنگڑ بنا دیا اور قریب تھا کہ

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۳۰۳، ۳۰۴

مسلمانوں میں فتنہ کا بازار گرم ہو جائے بالخصوص اَوس اور خزرج کے دو سعدان کی گالی گلوچ کے بعد یعنی سعد بن معاذ جو اوس کا نمایندہ تھا اور سعد بن عبادہ جو خَزْرَج کا قائد تھا۔ پھر وحی نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حقیقت بتلادی گئی اور ہم درج ذیل میں ان امور کی وضاحت کر رہے ہیں:

۱:۔ بھلا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ اور کریمانہ اخلاق کیسے اس بات کو گوارا کرے گا کہ وہ جنگوں کے دوران اپنی بیویوں کو لے کر جائیں اور دوسرے مسلمان ایسا نہ کریں۔ بالخصوص جب کہ رسول اللہؐ کو ان معرکوں میں بہت سے دشمنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو بدخُلق اور غیر شائستہ ہوتے ہیں، وہ بدترین جرائم کے ارتکاب سے بھی گریز نہیں کرتے بالخصوص اس وقت جب وہ مسلمانوں کو شکست سے دوچار کریں۔ تو پھر بھلا نبیؐ کیسے ایسا کر سکتے ہیں، جو غیرت مند ہیں، کہ وہ اپنی ازواج کو ان اعداء کے سامنے پیش کر دیں جب کہ مسلمانوں کو شکست کھانے کا احتمال ہو جس کا سامنا اُحد اور حُنین میں کرنا پڑا۔

۲:۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرمؐ اپنی عزیز ترین زوجہ کو اور سب سے زیادہ پسندیدہ اور قریب ترین زوجہ کو جو ان کے دل سے زیادہ قریب تھی اور ایمان اور جمال میں سب سے بڑھ کر تھی جو قضائے حاجت کے لیے جانے سے پہلے ان کے ساتھ تھیں ایک ہی خیمے میں دونوں تھے اور نبی اکرمؐ نے کوچ کا حکم صادر فرمایا اور انھیں تلاش نہیں کیا، کیا کسی عسکری قائد پر یہ لازم و واجب نہیں ہے کہ کوچ کرنے سے پہلے اپنے لشکر کی تلاش و جستجو کرے۔ تو پھر بھلا نبی اکرمؐ نے حضرت عائشہؓ اور ان کے کجاوے کو کیسے نظرانداز کر دیا۔ یہ اس وقت ممکن ہوگا جب ہم یہ فرض کرلیں کہ وہ حضرت عائشہؓ کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اور یہ بات محال ہے کہ نبیؐ نے ایسا کیا ہو۔ لیکن محال کا فرض کرنا محال نہیں ہے۔

۳:۔ کیا حضرت عائشہؓ اتنی ہلکی پھلکی تھیں کہ ہودج کے اٹھانے والوں کو پتا ہی نہ چلا کہ حضرت عائشہؓ ہودج میں بیٹھ چکی ہیں یا نہیں اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ واقعہ افک کا تعلق اس غزوہ سے نہیں ہے۔ اور یہ یعنی افک کی آیتیں حضرت عائشہؓ کے بارے

میں نازل نہیں ہوئیں۔ بلکہ ایسا ہے:

جیسا کہ بعض مفسّرین نے روایت کی ہے کہ یہ آیات ''اِفک'' ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنھوں نے حضرت ماریہ قبطیہ پر الزام لگایا تھا۔ ماریہ قبطیہ فرزند نبیؐ ابراہیم کی والدۂ گرامی تھیں۔(۱)

اور یہی بات درست ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے:

الف: آیاتِ افک کا اس غزوہ میں نازل ہونا محال ہے بالخصوص حضرت عائشہؓ کے لیے اور ان پر جو الزام لگایا گیا پہلے جو بیان کیا گیا اس پر تکیہ کرتے ہوئے۔

ب:۔ اس لیے کہ جو بھی گھڑے ہوئے واقعہ افک کے بارے میں پڑھے گا تو اس پر یہ واضح ہو جائے کہ یہ قصہ تخیّلات کے تانے بانے سے بنایا گیا ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلّق نہیں، اسے محکم کیا گیا اور نکالا گیا اور ایسی غم ناک شکل میں پیش کیا گیا کہ قاری یہ محسوس کرنے لگے کہ اس واقعے کی بہادر شیر دل خاتون حضرت عائشہؓ صابرہ، مومنہ اور مُطمِئنّہ خاتون تھیں اور وہ فوقیت لے گئیں یہاں تک کہ نبیؐ سے بھی آگے بڑھ گئیں اپنے اعتماد میں اور خود پر بھروسا کرنے میں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے میں اور بعض ایسے امور ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے جن کے بارے میں بیان بھی نہیں کیا۔

تاریخ ایسے شواہد سے بھری ہوئی ہے جو ان کی غیرت اور ایسے تصرّفات کی جانب رہنمائی کرتے ہیں کہ زوجۂ رسولؐ ہونے کی حیثیت سے ان کے لیے قطعاً نامناسب تھے جیسے ان کا رسولؐ سے یہ کہنا:

اَنْتَ الَّذِیْ تَزْعُمُ اَنَّكَ نَبِیٌّ ؟(۲)

کیا آپ ہی وہ ہیں جو خود کو نبی سمجھتے ہیں؟

---

(۱): مستدرک الحاکم ۴: ۳۹۔ المراجعات، السید شرف الدین العاملی: ۲۴۷۔ تفسیر القمی ۲: ۹۹۔ تفسیر السید عبد اللہ شبّر: ۳۳۸

(۲): النص والاجتہاد: ۳۲۱

اور امیر المومنینؑ کے خلاف جنگ جمل میں اپنے گھر سے باہر آنا جب کہ انھیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں وہ کچھ لوگوں کے ساتھ بصرہ تشریف لے گئیں اور اس کے علاوہ بھی بہت سے شواہد ہیں۔

اور شاید وہ شخص جس نے افک کا سین سجایا ہے اور من گھڑت واقعہ حضرت عائشہؓ کے لیے بیان کیا ہے تو اس نے حضرت عائشہؓ کے تصرّفات کو افک کے لیے حقیقی واقعہ میں پالیا ہوگا جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کی ضد میں گھڑا گیا ہے بالخصوص فرزند رسولؐ حضرت ابراہیم کی ولادت کے بعد کہ حضرت عائشہؓ نبی اکرمؐ سے فرماتی ہیں: ابراہیم تو آپ سے مشابہت نہیں رکھتا۔(۱)

اس کے علاوہ دوسری اور باتیں۔ لہٰذا گھڑنے والا ایسے من گھڑت واقعات پیش کر کے حضرت عائشہؓ کی ایسی تصویر کشی کرتا ہے کہ وہ بہت طاقت ور ہیں تا کہ انھیں اپنی داستان میں مظلومہ قرار دے جب کہ وہ افک کے حقیقی قصّے میں ظالم نظر آتی ہیں تا کہ اس طرح انھیں تمام مسلمانوں یہاں تک کہ نبی اکرمؐ کا بھی رہنما بنا دیا جائے اور ہم نہیں جانتے ان کے لیے اکثر کہا گیا:

لَوْ اَنَّ اللهَ تَعَالٰی بَعَثَ مِنَ النِّسَاءِ انبیاء لَبُعِثَتْ عَائِشَه.

اگر اللہ عورتوں میں سے کسی کو نبی بناتا تو وہ عائشہؓ کو نبی بنا کر بھیجتا۔

پھر ہمیں نبی اکرمؐ کی ایک اور حدیث کھٹکتی ہے:

لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثَتْ عَائِشَه.

اگر مجھے نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا تو عائشہؓ کو مبعوث کر دیا جاتا۔

اور اسی جیسی ایک اور حدیث ہے جسے انھوں نے حضرت عمرؓ کے حق میں گھڑ لیا ہے:

لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثَ عُمَرُ.

اگر مجھے مبعوث برسالت نہ کیا جاتا تو عمر کو مبعوث کیا جاتا۔

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۳۱۳

ج:۔اور حدیث افک کے گھڑنے والے کو بھلایا نہیں جا سکتا، جو طبعاً کاذب ہے۔ جو برائی کر رہا ہے اس ہستی کی جو تاریخ کے اوراق میں مظلومیت کی علامت ہے اور وہ امیر المومنینؑ حضرت علی علیہ السلام کی ذات والا صفات ہے۔اس نے یہ تصویر پیش کی ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت عائشہؓ کے مابین جو دشمنی تھی وہ ذاتی دشمنی تھی۔حضرت عائشہؓ حضرت فاطمہؑ سے حسد کرتی تھیں اس لیے کہ رسول اللہؐ اپنی بیٹی زہراؑ سے بہت محبت فرماتے تھے اور انھوں نے یہ بھی کہا: شعورِ زہراؑ شعور عائشہؓ سے بہتر نہ تھا۔اور اسی قبیل کی دوسری باتیں۔ لہٰذا جب واقعہ افک کے بارے میں نبی اکرمؐ نے امیر المومنینؑ کی رائے دریافت کی تو علیؑ کو موقع مل گیا تاکہ وہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں جان سکیں کہ وہ رسولؐ اللہ کو کس قدر پسند ہیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

لَمْ يُضَيِّقِ اللهُ عَلَيْكَ، وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ.

اللہ نے آپ کے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی عورتیں موجود ہیں۔

اور حضرت علی علیہ السلام کی جانب نسبت دی گئی ایسی باتوں کی جو ان کے اعلیٰ اور ارفع اخلاق و عادات کے منافی ہیں جیسے حضرت عائشہؓ کی کنیز کو مارنا جس کا نام ''بُریرہ'' تھا اور حضرت علیؑ اس سے فرما رہے تھے:

اصدقی رسول الله. تم رسول اللہؐ سے سچی بات کہو۔(۱)

لیکن اس موقع پر ہمارا حق ہے کہ ہم یہ پوچھیں کہ اگر وہ کنیز حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھی تو پھر اُس نے رسول اللہؐ کو کیوں نہ بتلایا کہ حضرت عائشہؓ اپنے ہودج میں تشریف نہیں رکھتیں اور وہ کنیز اس وقت کہاں تھی جب وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ نہیں تھی؟ اس علم کے ساتھ کہ واقعہ افک کو وضع کرنے والوں نے کہا کہ نبی اکرمؐ حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اور انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ بُریرہ بھی حضرت عائشہؓ

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۳۱۳

کے ساتھ تھیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اسے کیسے زدوکوب کیا اور اس سے کہتے رہے: ''اصدق رسول اللہ'' تو رسول اللہؐ سے سب کچھ سچ سچ بتادے۔ اور جب کہ وہ مدینہ میں تھی وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ نہیں آئی تھی؟

ہم نے پہلے جو دلائل دیئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ واقعہ افک کا اس غزوہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ حضرت عائشہؓ سے تعلّق نہیں رکھتا بلکہ اس کا تعلق ماریہؓ قبطیہ سے ہے جو ابراہیمؑ کی والدہ تھیں۔ اور یہ حضرت عائشہؓ ہی تھیں جنھوں نے حضرت ماریہ قبطیہؓ پر زنا کا الزام لگایا تھا۔ ان اسباب کی وجہ سے جو عقل مند بحث کرنے والوں اور غور وفکر کرنے والوں پر مخفی نہیں رہیں گے جو نہایت گہرائی میں جا کر تلاش کرے گا کہ رسول اللہؐ کے گھر میں حضرت عائشہؓ نے کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

غَزْوَۃُ الْخَنْدَق

اور یہ غَزْوَۃُ الْاَحْزَاب بھی ہے۔

مسلمان: تین ہزار جنگ جو (3000)

مشرکین: دس ہزار ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں۔(۱)

تاریخ: ماہ ذوالقعدہ ۵ سنہ ہجری ۶۲۷ء

پرچم بردار: امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

مدینہ میں رسول اللہ ؐ کے جانشین: ابن اُمّ مکتوم

نازل ہونے والی آیتیں: سورۃ بقرہ آیت ۲۱۴ اور سورۃ الاحزاب آیت ۹ سے ۲۵ تک

مسلمانوں کا نعرہ: حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ

شہداء کی تعداد: چھ افراد

مشرکین کے مقتولین کی تعداد: صرف تین افراد

غزوہ کے واقعات:

بنی النضیر کے مدینہ منورہ سے جلاوطنی اور خیبر میں ان کے ٹھہر جانے کے بعد ان کے اشراف کے کچھ لوگ اور وہ حُیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحُقیق اور کنانہ بن ابی الحُقیق اور ھوذہ بن قیس الوائلی اور ابو عمّار الوائلی بنو النضیر کے کچھ افراد کے ساتھ اور یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ ؐ کے خلاف گروہوں کو تیار کیا تھا، لشکر کشی کی تھی، وہ سب کے سب قریش کے پاس گئے، انھیں فساد پر ابھارا اور انھیں مسلمانوں سے جنگ کرنے اور اُن کی

(۱): مسعودی نے ذکر کیا ہے التنبیہ والاشراف میں کہ مشرکین کی تعداد ۲۴ ہزار تھی۔ ۲۱۶

پہنچ گئے کی دعوت دی تو ان سے قریش نے کہا: اے یہودیو! تم تو اہل کتاب اوّل ہو اور صاحبِ علم ہو اور ہم صبح وشام محمدؐ سے ملتے رہتے ہیں یہ بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمدؐ کا دین؟ یہودیوں نے جواب دیا: بے شک تمھارا دین محمدؐ کے دین سے بہتر ہے اور تم حق میں ان سے بہتر ہو۔(۱)

یہودی دیگر قبائل کو فساد پر ابھارتے ہیں:

پھر یہ تمام یہودی افرادعرب کے دیگر قبائل کے پاس گئے ان سے مدد طلب کرنے کے لیے تا کہ وہ رسول اللہؐ سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔تو غطفان اور سلیم نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا اور قریش نے تیاری شروع کر دی اور مختلف قبائل کے لوگوں اور جو قریش کے پیروکار تھے انھیں ملا کر چار ہزار افراد جمع کر لیے اور انھوں نے اپنے پرچم کو دارندوہ میں بلند کیا تو اسے عثمان بن طلحہ العبدری نے اٹھالیا اور وہ کَبْشُ الْکَتِیْبَہُ (طلحہ ابن ابی طلحہ) کا بیٹا تھا جسے امیر المومنینؑ نے غزوۂ احد میں قتل کر دیا تھا۔اور قریش تین سو تیز رفتار گھوڑے لے کر آئے اور اُن کے ساتھ پندرہ سو اونٹ تھے،قریش اس تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے ،ابوسفیان بن حرب اُن کی قیادت کر رہا تھا۔ اور بنوسلیم مَرُّالظَّهران میں ان سے جاملے اور وہ سات سو افراد تھے ان کی قیادت سفیان بن عبدشمس کر رہا تھا جو ابواعور (ابی لاعور سلمی) تھا جس نے معاویہ کے ساتھ صفین میں امیر المومنینؑ کے خلاف جنگ کی تھی۔(۲)

اور وہ احزاب (لوگوں کی جماعت) کے ان باقی ماندہ لوگوں میں سے تھا جنھوں نے حق محمدی کی ضد میں باطل اُموی کی نصرت کی تھی۔احزاب میں اور دیگر افراد کے ہدف میں کوئی فرق نہ تھا اور وہ اسلام کے خلاف فیصلہ کرنا تھا،لیکن احزاب وہ تھے جنھوں نے اسلام سے جنگ کی جب کہ وہ مشرک تھے اور ان کے علاوہ وہ افراد تھے جنھوں نے اسلام کا نام

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۲۵

(۲): السیرۃ النبویہ لزینی وحلان ۲: ۱۰۶۔مغازی الواقدی ۲: ۴۴۳۔السیرۃ النبویہ لابن سیّد الناس ۲: ۳۵

لے کر اسلام سے جنگ کی۔ وہ خود بھی گمراہ تھے اور بہت سی مخلوقات کو بھی انھوں نے گمراہ کیا۔

اور بنو اسد روانہ ہوئے ان کی قیادت طلحہ بن خویلد الاسدی کر رہا تھا، اور فزارہ چلے اوران کی قیادت عُیَیْنَہ بن حصن الفزاری کر رہا تھا۔ اور اشجع نکلے اوران کی قیادت مسعود بن رُخیلہ کے ذمّے تھی، اور بنو مرّہ روانہ ہوئے اوران کی قیادت حارث بن عوف المری کر رہا تھا۔ اس طرح احزاب کی تعداد دس ہزار ہوگئی اور ان کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ذمّے تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احزاب کا علم ہوا کہ وہ لوگ روانہ ہو گئے ہیں تو آپ نے درج ذیل اقدامات کیے۔

۱:۔ مدینۂ منورہ میں ہی ٹھہرے رہنا اور اسی میں قلعہ بند رہنا۔

۲:۔ خندق کھودنا جس کا مشورہ جلیل القدر صحابی حضرت سلمان محمدی رضوان اللہ علیہ نے دیا تھا۔ اور خندق مدینہ کے شمالی جانب سے تھی اور اس کا محل وقوع مدینہ کی بغیر ریت والی زمین اور جَبَلِ سَلَعْ کا درمیانی حصہ تھا اس لیے کہ یہی وہ حصہ ہے جو کھلا ہوا تھا۔ بقیہ حصے ملے ہوئے ہیں ان میں عمارتیں تھیں یا کھجور کے درخت تھے اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔ اور نبی اکرمؐ نے خندق کھودنے کی جگہ کو تقسیم کر دیا تھا۔ ہر دس مسلمان کے ذمّے ۴۰ ہاتھ کھودنا تھا۔ اور آنحضرتؐ نے بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح خندق کھودنے میں ہاتھ بٹایا۔ سلمانؓ کے بارے میں مہاجرین وانصار میں اختلاف ہوا اور وہ نہایت قوی اور طاقت ور تھے۔ انصار نے کہا: سَلْمَانُ مِنَّا۔ سلمان ہم میں سے ہیں۔ اور مہاجرین نے کہا: سَلْمَانُ مِنَّا۔ سلمانؑ ہم میں سے ہیں۔ رسول اللہؐ نے جب یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ۔ سلمانؓ کا تعلّق تو ہم اہل بیتؑ سے ہے۔(۱)

۳:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں اور جو اپنے بڑھاپے یا کمزوری کی وجہ سے جنگ نہیں کر سکتے تھے انھیں قلعہ کے اندر رکھ دیا اور مدینہ کے اندر جائے امن فراہم

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۲۳۵

کردی اور انھیں لوگوں میں حَسَّان بن ثَابِتؒ بھی تھے انھیں ان کی بزدلی اور خوف کی وجہ سے رکھا گیا تھا۔

صَفِیَّہ بِنْتِ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ فرماتی ہیں کہ حسان بن ثابت عورتوں اور بچّوں کے ساتھ تھے۔ ہمارے پاس ایک یہودی شخص گزرا، وہ قلعہ کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ بَنُوْ قُرَیْظَہْ جنگ کررہے تھے ان کے اور رسول اللہؐ کے درمیان سلسلہ منقطع تھا۔ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی ایسا شخص نہ تھا جو ہماری طرف سے دفاع کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان اپنے دشمنوں کے سینوں پر تھے۔ اگر ہم پر کوئی مصیبت آجاتی تو وہ لوگ وہاں سے پلٹ کر ہماری جانب نہیں آسکتے تھے۔ صفیہ فرماتی ہیں کہ میں نے حسان سے کہا: اے حسانؓ یہ یہودی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو قلعے کا چکّر لگا رہا ہے۔ اور میں بخدا اس سے محفوظ نہیں پاتی کہ وہ یہودیوں کو ساتھ لے کر ہمارے عقب سے ہمیں خوف زدہ نہ کرے اور رسول اللہؐ اور ان کے اصحاب کو ہمارے حال کی کچھ خبر نہیں۔ اے حسان تم قلعے سے اُتر کر جاؤ اور اسے قتل کردو۔ حسان نے کہا: اے عبدالمطلب کی بیٹی اللہ تمھاری مغفرت کرے آپ تو جانتی ہیں کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ تو صفیہ فرماتی ہیں کہ جب حسان نے یہ کہا اور میں نے ان کے پاس سے کوئی امید افزا بات نہیں دیکھی تو پھر میں ان سے باز رہی اور میں ایک لوہے کا ڈنڈا لے کر قلعہ سے اتر کر اس یہودی کی طرف گئی اور میں نے اس ڈنڈے سے اسے مارا اور قتل کردیا۔ اور میں قتل کر کے قلعے میں واپس آگئی پھر میں نے کہا: اے حسانؓ تم نیچے اتر کر جاؤ اور اسے لوٹ لو، میں نے اسے اس لیے نہیں لوٹا کہ وہ مرد تھا۔ تو حسان نے جواب دیا: اے عبدالمطلب کی بیٹی مجھے اس کے لوٹنے کی ضرورت نہیں۔

۴:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کو سلع کے دامنِ کوہ میں رکھا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کھود کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ قریش آگئے۔ وہ لوگ رومہ کے اس حصے میں اترے جہاں سیلاب کا پانی جمع ہوجاتا تھا، یہ علاقہ جرف اور زغابہ کے درمیان میں ہے۔ اور بنو غطفان نقمیٰ کے پچھلے حصے میں اُحد کی جانب اتر پڑے۔ اور حی بن اخطب،

کعب بن اسد کی طرف گیا جو بنی قریظہ کا زعیم (رئیس۔کفیل) تھا اور وہ اپنے لالچ کی وجہ سے عہد شکنی کی طرف مائل ہو گیا یعنی اس معاہدے کو توڑ دیا جو اس کے اور رسول اللہؐ کے درمیان ہوا تھا اور بنوقریظہ احزاب سے مل گئے۔ مسلمانوں پر بڑی عظیم مصیبت آ گئی تھی اور نفاق بھی ظاہر ہو رہا تھا اور شدید ترین خوف طاری تھا اور ان کی یہ کیفیت تھی جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ.(۱)

جب کفّار اوپر کی طرف سے اور نیچے کی سمت سے تم پر چڑھ آئے، خوف کی وجہ سے جب آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہ سب کچھ شدت خوف و بے قراری کے سبب سے تھا۔

الحرب خُدْعَةٌ: جنگ معاملات کو پوشیدہ رکھنے کا نام ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا چلا کہ بنوقریظہ نے عہد شکنی کی ہے تو آنحضرتؐ کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا اور اصحاب بھی خوف زدہ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ (جن کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا اور وہ بنوقریظہ کے حلفاء میں سے تھے) کو بنوقریظہ کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر دیکھیں کہ انھوں نے کیا کِیّا ہے۔ اگر انھوں نے عہد شکنی کی ہے تو تم اس بات سے کسی کو آگاہ نہ کرنا اور جب میرے پاس واپس آنا تو یہ کہنا: ''عَضَلٍ و القَارَةِ'' تو سعد بن معاذ اور سعد بن عُبادہ قلعہ کے دروازے تک پہنچے، کعب قلعہ سے نظر آیا تو اس نے سعد اور رسول اللہؐ کو گالی دی تو سعد نے اس سے کہا: تم اپنے بِل میں لومڑی کی مانند ہو، قریش تم سے منحرف ہو جائیں گے اور رسول اللہؐ تمھارا محاصرہ کر لیں گے اور تمھیں ذلت وخواری کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ ضرور بالضرور تمھاری گردن اڑا دیں گے۔ پھر وہ دونوں رسول اللہؐ کی طرف واپس آئے اور اُن سے کہا: عَضَلٍ و القَارَةِ۔ (واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانے

(۱): سورۃ الاحزاب: ۱۰

میں قریش کے جاسوس خبروں کی جاسوسی کیا کرتے تھے اور عضل وقارہ عرب کے دو قبیلے تھے جو اسلام قبول کرنے کے بعد مکر گئے اور جب انھوں نے غداری کی تو یہ ضرب المثل بن گیا اور کہا جانے لگا: عَضَلٍ و القارَۃِ۔(۱)

رسول اللہؐ نے یہ سن کر فرمایا: ہم نے ہی انھیں یہ کہنے کا حکم دیا تھا۔ رسول اللہؐ اس کے ذریعے یہ بتلانا چاہتے تھے کہ منافقین، مسلمانوں کے لشکر میں قریش کے لیے پانچواں کلھاڑا ہیں۔ عن قریب وہ رسول اللہؐ کی یہ بات ابوسفیان تک منتقل کریں گے اور اس تک یہ بات پہنچادیں گے کہ بنوقریظہ نے عہد شکنی کی ہے۔ یہ ایک تدبیر تھی قریش کے خلاف اور رسول اللہؐ نے سعدین کو بنی قریظہ کی عہد شکنی کا معاملہ پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا تھا تو اس طرح اختلاف و عدم اعتماد مشرکین اور بنوقریظہ کے درمیان ہوجائے گا جیسا کہ فعلاً حاصل ہے۔

یہ تو ایک جانب سے تھا اور دوسری جانب سے رسول اللہؐ نے اپنی اس گفتگو سے یہ ارادہ کیا تھا کہ مسلمانوں کی معنویات کو بلندی عطا کی جائے اور ان کے بکھرے ہوئے عزائم کو تقویت دی جائے۔ قرآن نے جسے بیان کیا ہے کہ جب انھوں نے احزاب کی عہد شکنی کے بارے میں سنا تو ارادہ کیا کہ ان کی ہمتوں کو بڑھایا جائے تا کہ ان پر مایوسی اور تنہائی کا غلبہ نہ ہو۔

اور دوسری روایت میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ (اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ) جنگ تدبیر کا نام ہے۔ جب میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت دے کر کسی حدیث کو بیان کروں تو خدا کی قسم اگر میں آسمان سے زمین پر گر جاؤں یا مجھے پرندہ اچک لے مجھے زیادہ پسندیدہ ہوگا اس بات سے کہ میں رسول اللہؐ کی طرف جھوٹ کی نسبت دوں اور اگر میری جانب سے یہ بیان کیا جائے کہ (اِنَّمَا الْحَرْبُ خُدْعَةٌ) کہ یقیناً جنگ تدبیر اور منصوبے کا نام ہے تو واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا چلا کہ بنوقریظہ نے ابوسفیان کی طرف ایک پیغام بھیجا کہ اگر تمھاری ملاقات محمد سے جنگ میں ہوگی تو ہم تمھاری مدد اور

---

(۱): بحارالانوار ۲۰: ۲۲۳

نصرت کریں گے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بنی قریظہ نے ہماری طرف پیغام بھیجا ہے کہ اگر ہم اور ابوسفیان باہمی ملاقات کرلیں تو وہ ہماری مدد ونصرت اور ہم سے تعاون کریں گے۔ یہ بات جب ابوسفیان تک پہنچی تو اس نے کہا: یہودیوں نے دھوکہ دیا ہے اور وہ ان سے کوچ کر گیا۔(۱)

سابقہ دونوں روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ ممکن ہوا کہ وہ احزاب اور بنوقریظہ کے مابین جدائی ڈال دیں اور نعیم بن مسعود نے ایسا نہیں کیا جیسا کہ اکثر روایات اس جانب اشارہ کرتی ہیں اور درج ذیل باتیں اس بات کی تاکید کرتی ہیں:

۱:۔ عرب کا ایک جاہل اور ناتجربہ کار جس کا تعلق قبیلۂ اشجع سے تھا کہ وہ عرب کے گھاگھ ابوسفیان جیسے شخص کو فریب دے سکے جو اپنی چالاکی، حیلہ اور مکر وفریب میں شہرۂ آفاق ہے اور اسی طرح یہودی بھی ہیں جو مکر وفریب اور حیلہ بہانے میں شہرت رکھتے ہیں۔

۲:۔ اور تاریخ ہمیں نہیں بتاتی کہ نعیم بن مسعود کی کیا حیثیت ہے اور قبائل کے درمیان اس کی منزلت کیا ہے کہ قبائل اس کا احترام کریں اور اس کی بات کو تسلیم کرلیں بلکہ تاریخ ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ اس نے بیس اونٹوں کے عوض ''بدر مَوعِد'' سے مسلمانوں کو علاحدہ کرنے کے لیے اپنا کام انجام دیا تھا۔(۲)

اور یہ نعیم بن مسعود عرب کے چور فقراء و مساکین میں سے تھا جس کی حیات کا دارومدار حیلہ گری اور کذب وافترا پر تھا اور جیسا کہ روایات بتلاتی ہیں یہ شخص قبائل عرب میں کسی عزت واحترام کا مالک نہ تھا۔

۳:۔ بھلا یہ نعیم مسلمانوں تک کیسے رسائی پا گیا اور مشرکین کو اس کا پتا تک نہ چل سکا جب کہ ان دونوں کے درمیان خَندَق موجود تھی۔ کیا اس نے اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر مشرکین کو بتلائے بغیر ہی خندق کو عبور کرلیا تھا۔ یا یہ شخص کسی اور راستے سے آیا تھا؟ یہ بات کسی کو

---

(۱): بحارالانوار ۲۰، ۲۲۳

(۲): تاریخ طبری ۳، ۸۸

نہیں معلوم۔ معاملہ یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے اسلام سے انھیں باخبر کیا اپنی قوم کو بتلائے بغیر، پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ وہ مشرکین اور یہودیوں کے مابین پیغام رسائی کا کام انجام دیتا رہا اور دونوں کو اس بات کا علم نہیں ہوا اور کس طرح اس کی بات یہود و مشرکین تک نہ پہنچ سکی۔ باوجودیہ کہ وہ مسلسل تعلق جاری رکھے ہوئے تھے اور حی بن اخطب اور یہودیوں کے کچھ افراد اتصال کا ذریعہ اور واسطہ تھے۔

۴:۔ اور یہ وہی نعیم ہے کہ سیاست یہ اہتمام کرتی ہے کہ اسے خوب صورت بنا کر پیش کیا جائے اسی لیے انھوں نے اس غزوہ میں اس کے چہرے کو حسین و جمیل بنانے کی سعی کی ہے تا کہ غزوۂ بدرِ موعد میں جو اس کا بدنما چہرہ تھا اور بدترین دور تھا اس کے آثار کو مٹا دیں لہٰذا انھوں نے اسے وہی زمانہ دے دیا۔ غزوۂ بدر موعد کے موقع پر وہ جس سے کھیل رہا تھا اور وہ علاحدہ اور تنہا کر دینا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اس موقع پر اس کی تصویر تبدیل کر دی اور اسے اسلام کے لیے سود مند اور صالح فرد قرار دے دیا۔ ان لوگوں نے یہ سب اس لیے کیا کہ وہ شخص باطل کا مددگار تھا۔ جب وہ علوی حق کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، وہ شیطان کے لشکر میں تھا اور معرکۂ جمل میں صاحبۂ جمل خاتون کا پیرو کار تھا۔(۱)

المناوشات: باہمی حملہ آور ہونا:

قریش اور ان کے متبعین آگے بڑھے جب انھوں نے خندق کو دیکھا تو کہا: یہ تو ایسی چال ہے عرب اس سے پہلے جسے نہیں جانتے تھے اور وہ خندق کھودنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے بس وہ تو آمنے سامنے ہو کر حملہ کرنا جانتے تھے جب مشرکین ان کے درمیان جنگ چھیڑ دیتے تھے۔ ایک دن ابوسفیان نے خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عمرو بن

---

(۱): راجع اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، لابن الاثیر ۵: ۳۴

انھوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ معرکۂ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھا اور وہ اسی معرکے میں اپنے بھائی مشاجع بن مسعود کے ساتھ قتل کیا گیا۔

عبدود نے باہمی گفتگو کی کہ ہمارے لیے اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنا کیسے ممکن ہوگا؟ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان فقط تیر اندازی کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ ایک مرتبہ عمرو بن عبدود العامری (۱) اور ھبیرہ بن ابی وہب اور ضرار بن الخطّاب فھری اور عکرمہ بن ابی جہل اور نوفل بن عبداللہ المخزومی خندق کو عبور کر کے رسول اللہؐ کے لشکر تک پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو شدید خوف نے آلیا، وہ رسول اللہؐ کے پیچھے چلے گئے اور انھیں آگے بڑھا دیا۔ مہاجرین میں سے ایک شخص نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے اپنے بھائیوں میں سے کسی سے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ شیطان عمرو؟ خدا کی قسم اس کے حملے سے کوئی شخص بھی نہ بچ سکے گا، آؤ ہم مل کر محمدؐ کو اس کے حوالے کر دیں تا کہ وہ انھیں قتل کر دے اور ہم اپنی قوم سے جا ملیں۔ (۲)

تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىِٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا.

اللہ کے اس قول تک:

اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا. (۳)

اللہ انھیں جانتا ہے جو تم میں سے (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور وہ لڑائی میں برائے نام حصّہ لیتے ہیں۔

---

(۱): اس کے ساتھ اس کا بیٹا حسل تھا جسے امام علی بن ابی طالبؑ نے اس کے والد عمر بن عبدود کے قتل کرنے کے بعد قتل کر دیا۔ راجع السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۲۶۵

(۲): نامی گرامی ہستیاں تھیں۔ البحار ۲۰:۲۳۲

(۳): احزاب: ۱۸۔۱۹

تمھارا ساتھ دینے میں بخل سے کام لیتے ہیں اور جب خطرے کا وقت آجاتا ہے تو آپ انھیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ دیدے گھما گھما کر آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھ رہے ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف جاتا رہا تو مالِ غنیمت کے انتہائی حریص بن کر تمھارے سامنے قینچی کی طرح زبانیں چلاتے ہوئے تمھیں تکلیف پہنچاتے ہیں یہ لوگ ایمان نہیں لائے اللہ نے ان کے تمام اعمال حبط (باطل) کر دیے اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔

امامؑ اور عمرو بن عبدود:

مولا علیؑ تیزی کے ساتھ کچھ مومنین کو ساتھ لے کر آگے بڑھے اور اس سرحد تک پہنچ گئے جہاں سے انھوں نے حملہ کیا تھا تاکہ ان کے لشکر تک واپس پہنچنے کے راستے کو منقطع کر دیں اور اُن تک کوئی مدد بھی نہ پہنچ سکے۔ اپنے شہ سواروں سے پہلے عمرو بن عبدود آگے بڑھا اور ایسی شان سے آیا کہ وہ اپنا وجود منوائے۔ اس نے بدر کے غزوہ میں قتال کیا تھا اور وہ زخمی ہو گیا تھا وہ احد کے غزوہ میں شریک نہیں ہوا، جب وہ مسلمانوں کے سامنے آکر ٹھہرا تو اس نے کہا: هَلۡ مِنۡ مُبَارِزٍ؟ ہے کوئی جو مجھ سے جنگ کرنے کے لیے میدان میں آئے۔ رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم میں سے کون عمرو بن عبدود سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہے میں اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ نبی اکرمؐ نے تین مرتبہ یہ فرمایا۔ اور ان میں سے صرف امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام تھے جو ہر مرتبہ نبیؐ کی آواز پر لبیک کہہ رہے تھے اور رسول اللہؐ انھیں ہر مرتبہ بیٹھنے کے لیے کہتے رہے اس انتظار میں کہ شاید ان کے علاوہ کوئی اور اس سے مقابلہ کرنے کے لیے چلا جائے، لیکن ان کے علاوہ کون تھا جو متحرک ہوتا۔ ان لوگوں پر تو ایسا خوف طاری تھا:

كَاَنَّ عَلٰى رَؤسِهِمُ الطير. گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں؟!

اور جب عمرو بن عبدود نے یہ دیکھا کہ کوئی بھی اس سے مقابلہ کرنے نہیں آیا تو اس نے مسلمانوں کو شرمندہ کرنے کے لیے یہ اشعار پڑھے:(۱)

---

(۱): شرح النہج ۱۹: ۶۳۔ مغازی الواقدی ۲: ۴۷۰۔ السیرۃ النبویہ لابن سید الناس ۲: ۴۱

وَ لَقَدْ بَحَحْتُ مِنَ النِّدَاءِ ... بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزٖ
وَ وَقَفْتُ اِذْ جَبُنَ الشُّجَاعُ ... مَوَاقِفَ الْقَرْنِ الْمُنَاجِزِ
اِنِّي كَذٰلِكَ لَمْ اَزَلْ ... مُتَسَرِّعاً نَحْوَ الْهَزَاهِزِ
اِنَّ الشَّجَاعَةَ فِي الْفَتٰى ... وَ الْجُودَ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزِ

پکار پکار کر میری آواز بیٹھ گئی ہے تمھاری جمعیت سے کہ هَلْ مِنْ مُبَارِزٖ؟ ہے کوئی میدانِ کارزار میں آ کر مقابلہ کرنے والا

اور میں کھڑا ہوا ہوں بہادری اور شجاعت کے اس مقام پر جہاں بڑے بڑے سورما اور بہادر بزدل ہو جاتے ہیں۔

میں اسی طرح ہمیشہ سے جنگ وجدال میں تیزی سے آگے بڑھ جاتا ہوں۔

بے شک ایک جوان میں شجاعت اور سخاوت کا ہونا اچھی عادتیں اور خصلتیں ہیں۔

اور آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو عمرو بن عبدود سے مقابلہ کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اس کے بعد آپ نے انھیں اپنی زرہ پہنائی، اپنی تلوار عنایت کی اور اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور جب امام روانہ ہونے لگے تو رسول اللہؐ نے دعا کے لیے اپنے ہاتھ بلند کیے یہ کہتے ہوئے:

اِلٰهِي اَخَذْتَ عُبَيْدَةَ مِنِّي يَوْمَ بَدْرٍ، وَ حَمْزَةَ يَوْمَ اُحُدٍ وَ هٰذَا عَلِيٌّ اَخِي وَ ابْنُ عَمِّي. فَلَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ.

میرے معبود تو نے غزوۂ بدر کے موقع پر عبیدہ کو لے لیا اور اُحد کے غزوے میں حمزہ ہم سے جدا ہو گئے اور یہ علیؑ میرا بھائی اور میرے چچا کا فرزند ہے لہٰذا تو مجھے تنہا لاوارث نہ چھوڑ نا یقیناً تو ہی بہترین وارث ہے۔

پھر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَعِنْهُ.

پروردگارا ان کی مدد کرنا۔

اور اس کے بعد فرمایا:

بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّهُ اِلَی الشِّرْكِ کُلِّهٖ.(۱)

کل ایمان مکمّل شرک سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو رہا ہے۔

تو مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس کی جانب روانہ ہوئے اور وہ فرما رہے تھے:

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ أَتَاكَ مُجِیبُ صَوْتِكَ غَیْرَ عَاجِزٍ

ذُو نِیَّةٍ وَ بَصِیرَةٍ وَ الصِّدْقُ مُنْجِی کُلِّ فَائِزٍ

إِنِّی لَأَرْجُو أَنْ تَقُومَ عَلَیْكَ نَائِحَةُ الْجَنَائِزِ

مِنْ طَعْنَةٍ نَجْلَاءَ یَبْقَی ذِکْرُهَا بَیْنَ الْهَزَاهِزِ

تم جلدی نہ کرو یقیناً آ گیا ہے وہ جو تمھاری آواز کو سن رہا ہے اور عاجز نہیں ہے۔

وہ صاحبِ نیّت اور صاحبِ بصیرت ہے اور سچ ہر کامیاب ہونے والے کو نجات عطا کرتا ہے۔

مجھے امید واثق ہے کہ تم پر لوگ اسی طرح کھڑے ہوں گے جس طرح جنازے پر نوحہ پڑھنے والے گریہ وزاری کرتے ہیں۔

ایسی ضربت سے جو کسی شریف النفس انسان کی ہے جس کی شہرت جنگوں اور سختیوں کے ختم ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے گی۔

اور جب عمرو بن عبدود کو معلوم ہوا کہ اس سے جنگ کرنے کے لیے امیر المومنینؑ تشریف لا رہے ہیں تو اس نے مبارزت سے معذرت کرنی چاہی۔ اُن سے کہا: اِرْجِعْ یَابْنَ اَخِیْ۔ اے میرے بھائی کے فرزند واپس چلے جاؤ۔ فَمَا اُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَكَ. میں تمھیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔ اور ایک روایت میں ہے عمرو بن عبدود نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا:

---

(۱): شرح النہج ۱۳: ۲۸۳، ۱۹: ۶۳، ۱۴: ۲۹۱_۲۹۲

اِنِّی لَاَ کْرَہُ اَنْ اَقْتُلَ الرَّجُلَ الْکَرِیْمَ مِثْلَكَ فَارْجِعْ وَرَاءَكَ خَیْرٌ لَكَ.

میں مناسب نہیں سمجھتا کہ تم جیسے کریم شخص کو قتل کروں تم واپس چلے جاؤ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

ابن ابی الحدید اپنی شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: ہمارے شیخ ابوالخیر مصدّق بن شبیب النَّحوِیُ فرماتے تھے جب ہم پڑھتے ہوئے اس مقام پر پہنچتے تھے تو وہ فرماتے تھے: خدا کی قسم عمرو بن عبدود نے حضرت علیؑ سے واپس جانے کا جو مطالبہ کیا وہ ان کی بقا کے لیے نہیں تھا بلکہ ان سے ڈر کر کہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے بدر و احد میں کن کن سورماؤں کو قتل کیا تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ اگر وہ علیؑ سے مقابلہ کرے گا تو علیؑ اسے قتل کردیں گے۔ اسے شرم آرہی تھی کہ وہ اپنی کمزوری کو ظاہر کرے تو اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ علیؑ کی بقا چاہتا ہے اور وہ اس معاملے میں جھوٹا تھا۔(۱)

اور سید محسن الامین فرماتے ہیں: کہ یہ بات اظہر من الشّمس ہے عمرو بن عبدود کا اتنا زیادہ ٹال مٹول کرنا اور حیلے بہانے بنانا اور مبارزے سے کترانا اور مہربانی اور شفقت کے الفاظ استعمال کرنا جیسے اے میرے بھائی کے بیٹے۔ اے میرے بھائی کے بیٹے تمھارے علاوہ کوئی اور۔ میں تمھیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔ میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم جیسے شریف النفس انسان کو قتل کردوں۔ ان سب باتوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ چھٹکارا چاہتا تھا اور بچ نکلنا چاہتا تھا ایسی تدبیر سے جس میں عاجزی ظاہر نہ ہو۔ اور عمرو بن عبدود اور حضرت ابوطالبؑ حضرت علیؑ کے والد گرامی میں نہ کوئی دوستی تھی نہ ہی وہ ہم مَشْرَب تھے۔ اگر ایسا ہو بھی، تو پھر یہ نرمی اور شفقت و ہمدردی کی جگہ نہیں تھی اِس کے لیے جنگ کے علاوہ دوسرے مواقع ہیں۔ یہ وہی عمرو ہے جس نے غزوۂ بدر میں جنگ کی تھی یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا تھا اور اس نے نذر کی تھی کہ وہ اس وقت تک اپنے سر میں تیل نہیں ڈالے گا جب تک محمدؐ کو قتل نہ کردے۔ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ سے اس کی دشمنی کتنی شدید تھی اور اس

---

(۱): شرح النہج ۱۹: ۶۴

کے نزدیک کوئی فرق نہیں تھا حضرت محمدؐ اوران کے ابن عم (حضرت علیؑ) میں جو آنحضرتؐ کی حمایت کررہے تھے اوراسے قتل کرنے کے لیے میدان میں آئے تھے اور جنگ جُو کا شریف النفس اورکریم الاصل ہونا جنگ کرنے اورقتل کرنے سے نہیں روکتا اور یہ طریقہ ہے کہ جنگ جُو اپنے ہمسر سے کہتا ہے کفو کریم، نہایت شریف مدّ مقابل ہے اور یہ گویا جنگ کے لیے دعوت دینا ہے۔عتبہ نے غزوۃ بدر کے موقع پر حمزہ وعبیدہ وعلیؑ کو دیکھ کر کہا تھا جب انھوں نے اِن لوگوں سے اُن کا نَسَبْ دریافت کیا تھا۔اَکِفَّاءُ کِرَامٌ: یہ معزّز ہمسر مد مقابل ہیں اوران سے جنگ کی۔لیکن عمرو جانتا تھا کہ جس شخص نے غزوۂ بدر کے مقتولین میں آدھے لوگوں کوقتل کیا تھا جن مین بڑے بڑے بہادر، شجاع اورسورما تھے اوراحد میں لشکر کے سرداروں کوقتل کردیا تھا اور اَصْحَابُ اللِّوَاء کواور اکثر مقتولین کوعلیؑ نے قتل کیا تھا یقیناً اگروہ اِن سے لڑے گا تو یہ اُسے بھی اُن سے ملحق کردے گا۔لہٰذا اس نے بغیر فرار کیے ہوئے حضرت علی علیہ السلام سے چھٹکارے کا ارادہ کیا تھالیکن وہ ایسا نہ کرسکا۔(۱)

اورایسا ہی ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے احزاب کے شہ سوار کوقتل کردیا۔جلیل القدر صحابی جابر بن عبداللہ الانصاری فرماتے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے چلے کہ تھوڑی دیر میں گردوغبار چھا گیا اورمیں نے دونوں کونہیں دیکھا کہ اس کے بعد مجھے تکبیر کی آواز سنائی دی تو میں سمجھ گیا کہ حضرت علیؑ نے عمرو بن عبدود کوقتل کردیا ہے۔اتنے میں ان کے ساتھی نظر آگئے۔پھر فرمایا کہ میں نے علیؑ کے عمرو کوقتل کرنے کی تشبیہ اس قصّے سے دی ہے جو اللہ تعالیٰ نے داؤد و جالوت کے قصّے میں بیان فرمایا ہے۔ارشاد باری ہے:

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ.(۲)

انھوں نے اذن خداوندی سے انھیں شکست دے دی اور داؤد نے جالوت کوقتل کردیا۔

---

(۱): فی رحاب ائمہ اہل البیت ۱:۲۱۱، ۲۱۲

(۲): بقرہ:۲۵۱

اور جب امام علیہ السلام نے عمرو کو قتل کر دیا تو وہ اس کا سر لے کر رسول اللہ ؐ کی خدمتِ اقدس میں پہنچے اوران کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور اُن کی چال میں بلندی اور اسلام کی عزّت نظر آ رہی تھی تو حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر کہا: یارسول اللہ ؐ آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ علیؑ کس ناز و ادا سے چل رہے ہیں؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ ایسی چال ہے کہ اس موقع پر اللہ اسے ناپسند نہیں کرے گا۔ رسول اللہ ؐ ان سے پرتپاک طریقے سے ملے اوران کی پیشانی سے گرد وغبار کو صاف کیا اوران سے مخاطب ہو کر کہا:

لَوْ وُزِنَ الْيَوْمَ عَمَلُكَ بِعَمَلِ جَمِيْعِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ لَرَجَحَ عَمَلُكَ عَلٰى عَمَلِهِمْ.

اگر آج تمھارے عمل کو وزن کیا جائے تمام امت محمدیہ کے عمل سے تو اے علیؑ تمھارا عمل ان کے عمل سے وزنی ہوگا۔

اور اس کا سبب یہ ہے کہ مشرکین کا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جو عمرو بن عبدود کے قتل ہو جانے کی وجہ سے ذلت وخواری سے دوچار نہ ہوا ہو اور مسلمانوں کا کوئی گھر باقی نہ بچا ہوگا جو عمرو بن عبدود کے قتل ہوجانے پر معزّز نہ ہوا ہو۔ عمر بن الخطّاب نے حضرت علیؑ سے کہا: اے علیؑ آپ نے اس کی زرہ کیوں نہ اُتارلی، پورے عرب میں اس جیسی کوئی اور زرہ موجود نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے اُن سے کہا: مجھے شرم آئی کہ ابن عم کے پوشیدہ مقامات کو عریاں کردوں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر علیؑ کے سر کا بوسہ لے لیا۔(۱)

ضرار اور عمر دوبارہ:

ابن ابی الحدید فرماتے ہیں کہ جب عمرو کو قتل کر دیا گیا اور اس کے ساتھیوں نے راہِ فرار اختیار کی تو ان کے گھوڑے انھیں لے کر کود کر چلے گئے سوائے نوفل بن عبداللہ کے اس کے گھوڑے نے کوتاہی کی تو وہ خندق میں گر پڑا۔ حضرت علیؑ اتر کر اس تک گئے اور اسے قتل

---

(۱): الارشاد:۵۵۔ کشف الغمّہ للاربلی ۱:۲۰۵

کر دیا اور عمر بن الخطّاب نے ضرار بن الخطّاب کو تلاش کیا۔ ضرار نے ان پر حملہ کر دیا لیکن جب یہ دیکھا کہ عمر کو نیزے نے چھولیا ہے تو ان سے نیزے کو اٹھالیا اور کہا:

اِنَّهَا لَنِعۡمَةٌ مَشۡکُوۡرَةٌ فَاحۡفَظۡهَا یَا ابۡنَ الۡخَطَّابِ.

یہ ایسی نعمت ہے جس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اے خطّاب کے بیٹے اسے یاد رکھنا۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ میرے ہاتھ کسی قریشی کے قتل کرنے پر قادر نہ ہوں کہ میں اسے قتل کر دوں۔

ضرار اپنے ساتھیوں کی طرف واپس چلا گیا۔ ایسا ہی واقعہ احد میں بھی پیش آیا تھا ان دونوں کا ذکر واقدی نے اپنی کتاب المغازی میں کیا ہے۔(۱)

اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بن الخطّاب کو حکم دیا کہ وہ ضرار بن الخطّاب سے جنگ کریں۔ جب ضرار اُن کے سامنے آئے تو حضرت عمرؓ نے اُسے تیر مارنا چاہا تو ضرار نے کہا: اے صحّاک کے بیٹے تم پروائے ہو تم تیر پھینک کر دیکھو خدا کی قسم اگر تم نے تیر پھینکا تو میں مکّہ جا کر بنی عدی کے کسی شخص کو نہیں چھوڑوں گا، جب تک اُسے قتل نہ کر دوں، تو حضرت عمرؓ نے اس سے شکست کھائی۔ اور ضرار ان کے قریب سے گزرا اور ان کے سر پر نیزے کی لکڑی کو مارا پھر کہا: اے عمر اسے یاد رکھنا میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں قدرت پا گیا پھر بھی کسی قریشی کو قتل نہیں کروں گا۔ عمر نے اس بات کو یاد رکھا اس کے بعد جب وہ حاکم اور خلیفہ ہوئے تو اسے والی مقرر کر دیا یعنی جب ان کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے بعد امور اُن کی جانب مائل ہوئے۔ اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں ضرار کی حفاظت اور قریش کی حمایت حضرت عمرؓ کی حیات میں لہٰذا اسے دوبارہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

---

(۱): البحار ۲۰: ۲۷۴۔ شرح النہج للمعتزلی ۱۹: ۶۴۔ الارشاد: ۵۴، ۵۵۔ مغازی الواقدی ۲: ۲۷۴۔ تفسیر القمی ۲: ۱۸۵

مولا علیؑ نے جب عمرو کو قتل کیا تو ان کے بارے میں کیا کہا گیا؟

ا:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

قَتْلُ عَلِيٍّ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِ وُدٍّ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ.(۱)

حضرت علیؑ کا عمرو بن عبدود کو قتل کرنا عبادت ثقلین (جن وانس) سے افضل ہے۔

وَرَوَى الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ بِسَنَدِهِ اِنَّ النَّبِيَّ، قَالَ: لَمُبَارَزَةُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِ وُدٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِي اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.(۲)

اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اپنی سند سے حضور انورؐ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کی جنگ عمرو بن عبدود سے روز خندق میری امّت کے تمام اعمال سے افضل ہے جو وہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔

۲:۔ ربیعۃ اسعدی سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں حذیفہ بن الیمان کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے اُن سے کہا: اے ابوعبداللہ ہم جب حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کچھ کہتے ہیں اور ان کے مناقب بیان کرتے ہیں تو بصرے کے لوگ کہتے ہیں:

اِنَّكُمْ تُفْرِطُوْنَ فِيْ عَلِيٍّ.

تم علیؑ کے بارے میں افراط سے کام لے رہے ہو۔

کیا آپ اُن کے بارے میں کوئی حدیث بیان فرمائیں گے تو حذیفہ نے کہا: اے ربیعہ تم علیؑ کے بارے میں کیا پوچھتے ہو۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم:

لَوْ وُضِعَ جَمِيْعُ اَعْمَالِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فِي كِفَّةِ الْمِيْزَانِ مُنْذُ بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّداً اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَوُضِعَ عَمَلُ عَلِيٍّ علیہ السلام فِي الْكِفَّةِ الْاُخْرٰى لَرَجَحَ عَمَلُ

---

(۱): کشف الیقین للعلامۃ الحلّی: ۱۰۲۔ الغدیر للعلامۃ امینی ۷: ۲۷۹

(۲): المستدرک للحاکم ۳: ۳۲۔ الغدیر ۷: ۲۷۹

عَلِیٍّ علیہ السلام عَلٰی جَمِیْعِ اَعْمَالِهِمْ.

اگر اصحاب محمدؐ کے تمام اعمال کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے جب سے نبی اکرمؐ کو اللہ نے مبعوث برسالت کیا ہے اس وقت سے لے کر قیامت کے دن تک اور علیؑ کے عمل کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو ان سب کے جملہ اعمال کے مقابلے میں حضرت علیؑ کے اعمال کا پلڑا وزنی ہوگا۔

ربیعہ نے کہا:

هٰذَا الَّذِیْ لَا یُقَامُ لَهٗ وَلَا یُقْعَدُ وَلَا یُحْمَلُ.

یہ تو وہ بات ہے جس کے لیے نہ کھڑا ہوا جا سکتا ہے، نہ بیٹھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے اٹھایا جا سکتا ہے۔

تو حذیفہ نے کہا:

یَا لُکَعُ وَ کَیْفَ لَا یُحْمَلُ!

اے احمق کیسے نہیں اٹھایا جا سکتا؟ یہ بتاؤ عمرو بن عبدود والے دن حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حذیفہؓ اور تمام اصحاب پیغمبرؐ کہاں تھے؟ جب کہ اس نے جنگ کے لیے بلایا اور پکارا تھا۔ سب کے سب ڈر کے مارے جانے سے گریزاں تھے سوائے علی علیہ السلام کے، وہ اس سے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے اور اللہ نے علیؑ کے ہاتھوں سے اسے قتل کر دیا۔ جس کے قبضۂ قدرت میں حذیفہ کی جان ہے:

لَعَمَلُهٗ ذٰلِكَ الْیَوْمَ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنْ اَعْمَالِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.(۱)

حضرت علیؑ کے اس دن کا عمل بہت عظیم اجر والا ہے قیامت کے دن تک اصحاب محمدؐ کے جملہ اعمال سے۔

۳:۔ روایت کی گئی ہے کہ عبداللہ بن مسعود اِس آیت کو اِس طرح پڑھتے تھے:

---

(۱): البحار ۲۰: ۳۵۶، ۳۵۷۔ شرح النہج ۱۹: ۶۰، ۶۱۔ کشف الیقین: ۱۵۷، ۱۵۸

وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ بِعَلِيٍّ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا.(۱)

اور اللہ نے مومنین کو علی کے ذریعے قتال سے بچا لیا اور اللہ طاقتور اور غالب ہے۔(۲)

۴:۔ابوبکر بن عیّاش فرماتے تھے:

لَقَدْ ضَرَبَ عَلِيٌّ ضَرْبَةً مَا كَانَ فِي الْاِسْلَامِ ضَرْبَةٌ اَعَزُّ مِنْهَا يَعْنِيْ ضَرْبَةَ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ وُدٍّ.

علیؑ نے ایک ایسی ضربت لگائی ہے کہ اس سے زیادہ معزّز اور قابل فخر اسلام میں کوئی اور ضربت نہیں ہے۔یعنی علیؑ کی وہ ضربت جو انھوں نے عمرو بن عبدود کو ماری تھی۔

وَ لَقَدْ ضُرِبَ عَلِيٌّ ضَرْبَةً مَا كَانَ فِي الْاِسْلَامِ اَشْاَمُ مِنْهَا يَعْنِيْ ضَرْبَةَ ابْنِ مُلْجِمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ.

اور ایک ضربت جو علی علیہ السلام کو ماری گئی اس سے زیادہ منحوس کوئی اور ضربت نہیں ہو سکتی یعنی ابن ملجم لعنہ اللہ کی ضربت جو اس نے علیؑ کو ماری تھی۔(۳)

۵:۔عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ کا قتل ہو جانا مشرکین کی شکست کا سبب بنا اور اسی لیے ان کے قتل ہو جانے کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا تھا:

اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَا.

اب نہ ہم ان سے جنگ کریں گے اور نہ ہی وہ اب ہم سے جنگ کریں گے۔

۶:۔ابن ابی الحدید نے کہا کہ غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود کو جو زخم لگا تھا اس بات سے بڑھ کر ہے کہ اسے ''جَلِيْلَةٌ'' کہا جائے اور اس سے زیادہ عظیم ہے کہ ''عَظِيْمَةٌ'' کہا جائے اور یہ نہیں ہے مگر ویسا جیسا کہ ہمارے شیخ ابوالھذیل نے کہا تھا جب کسی پوچھنے والے نے پوچھا تھا:

---

(۱): وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا. (احزاب ۳۳:۲۵)

(۲): البحار ۲۰:۲۵۹

(۳): البحار ۲۰:۲۵۸۔شرح النہج ۱۹:۶۱

اَیُّمَا اَعْظَمُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ عَلِیٌّ اَمْ اَبُوْبَکْرٍ ؟

یہ بتائیے کہ اللہ کے نزدیک کون زیادہ عظمت والا ہے علیؑ یا ابوبکرؓ ؟ تو انھوں نے جواب دیا:

فَقَالَ: یَا ابْنَ اَخِیْ وَاللّٰهِ لَمُبَارَزَةُ عَلِیٍّ عَمْرًا یَوْمَ الْخَنْدَقِ تَعْدِلُ اَعْمَالَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَطَاعَاتِهِمْ کُلَّهَا فَضْلًا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَحْدَهٗ.

اے میرے بھائی کے بیٹے خدا کی قسم غزوۂ خندق میں حضرت علی علیہ السلام کا عمرو بن عبدود سے جنگ کرنا برابر ہے مہاجرین وانصار کے جملہ اعمال اوران کی مکمّل اطاعت کے اور کہاں صرف ابوبکرؓ۔(۱)

عمرو بن عبدود کی شجاعت:

اسے فَارِسُ یَلْیَلْ (۲)، اور فارس الاحزاب کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

اور ابن اسحاق نے اس کا شمار شجاعت میں ''ثالث قریش'' قریش کا تیسرا فرد کہہ کر کیا ہے جو اس کی شجاعت پر دلالت کرتا ہے۔

روایت کی ہے احمد بن عبدالعزیز نے انھوں نے کہا کہ جب حضرت علی بن ابی طالبؑ نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو اس کی بہن کو عمرو بن عبدود کی موت کی اطّلاع دی گئی۔ تو اس نے پوچھا وہ کون تھا جس نے اس کو قتل کرنے کے لیے دلیری کا مظاہرہ کیا؟ لوگوں نے جواب دیا: وہ ابوطالبؑ کے فرزند ہیں، تو اس نے کہا:

لَمْ یَعْدُ مَوْتُهٗ اِلَّا عَلٰی یَدِ کُفْوٍ کَرِیْمٍ.

اس کی موت ایک کریم اور شریف جو اس کا کفو تھا اس کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ میں اب اس پر اپنے آنسو نہیں بہاؤں گی۔ اس نے بہادروں کو قتل کیا اور اپنے ہم سروں سے جنگ کی اور اس کی موت ایک ایسے مدمقابل سے ہوئی جو شریف النفس اور کریم الاصل تھا اور اسی قوم

(۱): البحار ۲۰: ۲۷۳۔ شرح النہج للمعتزلی ۱۹: ۶۰

(۲): یَلْیَلْ۔ بدر کی ایک وادی کا نام ہے۔

سے اس کا تعلق ہے۔ اے بنی عامر میں نے اس سے زیادہ فخر و مباہات کے کلمات نہیں سنے۔ پھر اس نے یہ اشعار کہے:

لَوْ كَانَ قَاتِلُ عَمْرٍو غَيْرَ قَاتِلِهِ   لَكُنْتُ أَبْكِي عَلَيْهِ دَائِمَ الْأَبَدِ

اگر عمرو کا قاتل اس (علیؑ) کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو دنیا کے ختم ہونے تک میں اس پر گریہ کناں ہوتی۔

لَكِنَّ قَاتِلَهُ مَنْ لَا نَظِيرَ لَهُ   وَ كَانَ يُدْعَى قَدِيماً بَيْضَةَ الْبَلَدِ

لیکن عمرو کا قاتل وہ ہے جس پر کوئی الزام نہیں لگایا جاسکتا، یہ وہ ہے کہ جسے قدیمی زمانے سے ''بَيْضَةُ الْبَلَدِ'' شہر کا سردار کہہ کے بلایا جاتا تھا۔(۱)

---

(۱): الارشاد:۵۔کشف الغمہ ۱:۲۰۷

حاشیہ: (اضافہ از تلمیذ حسنین)

ابن اسحاق فرماتے ہیں:

فَلَمَّا وَقَفَ هُوَ وَخَيْلُهُ، قَالَ: مَنْ يُبَارِزُ؟ فَبَرَزَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لَهُ: يَا عَمْرُو، اِنَّكَ قَدْ كُنْتُ عَاهَدْتُ اللهَ اَلَّا يَدْعُوكَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَى اِحْدَى خَلَّتَيْنِ اِلَّا اَخَذْتَهَا مِنْهُ، قَالَ لَهُ: اَجَلْ، قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: فَاِنِّي اَدْعُوكَ اِلَى اللهِ وَاِلَى رَسُولِهِ، وَاِلَى الْاِسْلَامِ، قَالَ: لَا حَاجَةَ لِي بِذٰلِكَ، قَالَ: فَاِنِّي اَدْعُوكَ اِلَى النِّزَالِ، فَقَالَ لَهُ: لِمَ يَا ابْنَ اَخِي؟ فَوَاللهِ مَا اُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَكَ، قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: لٰكِنِّي وَاللهِ اُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَكَ، فَحَمِيَ عَمْرٌو عِنْدَ ذٰلِكَ، فَاقْتَحَمَ عَنْ فَرَسِهِ، فَعَقَرَهُ، وَضَرَبَ وَجْهَهُ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ، فَتَنَازَلَا وَتَجَاوَلَا، فَقَتَلَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. وَخَرَجَتْ خَيْلُهُمْ مُنْهَزِمَةً، حَتَّى اقْتَحَمَتْ مِنَ الْخَنْدَقِ هَارِبَةً.

جب عمرو بن عبدود اور اس کا لاؤ لشکر ٹھہرا تو اس نے کہا: کون ہے جو مجھ سے جنگ

احزاب کی شکست:

جب مشرکین کا حصار بڑھ گیا اور طول پکڑ گیا تو مسلمانوں کا جزع وفزع اور خوف شدید تر ہو گیا اور ان میں نفاق کا ایک عنصر ظاہر ہونے لگا۔ایک گروہ نے یہ کہنا شروع کر دیا:

مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا.

اللہ اوراس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سراسر فریب تھا۔(احزاب:۱۲)

اوران میں سے ایک گروہ نے اپنے گھروں میں جانے کی اجازت طلب کی اس دلیل

کرنے آنا چاہتا ہے؟ تو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس کی جانب تشریف لائے اور اس سے کہا: اے عمرو تم نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر قریش کا کوئی شخص ان دو باتوں میں سے کسی ایک کا سوال کرے گا تو اُسے مان لوگے۔عمرو نے کہا بتاؤ تو حضرت علیؑ نے کہا:

فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ.

میں تمھیں دعوت دیتا ہوں اللہ کی طرف اور اس کے رسولؐ کی جانب آنے اور اسلام کو تسلیم کرنے کی۔اس نے جواب دیا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔تو پھر علیؑ نے فرمایا:

اَدْعُوْكَ اِلَی النِّزَالِ.

میں تجھے اتر کر مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔اس نے کہا: نہیں اے میرے بھائی کے بیٹے، خدا کی قسم میں تمھیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا لیکن بخدا میں تمھیں قتل کرنے کا خواہاں ہوں تو اس وقت عمرو کو غصّہ آ گیا وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور اس کی کونچیں (پیر) کاٹ دیں اور اس کے چہرے پر ضرب لگائی، پھر وہ علیؑ کی جانب بڑھا۔دونوں جنگ کرنے لگے اور ایک دوسرے پر تلوار کے وار کرتے رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے قتل کر دیا۔اور اس کا لشکر شکست کھا کر بھاگ گیا اور بھاگتے ہوئے خندق پار کر گیا۔(السیرۃ النبویہ لابن ہشام)

کے ساتھ کہ وہ شہر کے ایک کنارے پر ہے اور وہ خالی ہے۔ اور ایک گروہ نے یہ کہا: آؤ ہم بھاگ چلیں اور صحرا میں جا کر خانہ بدوشوں جیسی زندگی گزاریں اور ہم عرب بدوؤں کی پناہ حاصل کر لیں۔ محمدؐ نے ہم سے جس کا وعدہ کیا تھا وہ تو سراسر باطل ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کہنے والے مہاجرین میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں اور عورتوں کے بارے میں خوف زدہ تھے۔ آپ نے زید بن حارثہ کو تین سو افراد کے ساتھ روانہ کیا اور سلمہ بن اسلم کو دو سو افراد کے ساتھ بھیجا۔ وہ مدینہ کی حفاظت کرتے تھے اور تکبیر بلند کرتے تھے اور امیر المومنین علیہ السلام رات کے وقت رسول اللہؐ کے لشکر کی حفاظت کر رہے تھے اور مشرکین کے حرکات وسکنات کو بھی دیکھ رہے تھے اور جب انھیں اطمینان ہو جاتا تھا تو اپنی مسجد میں بیٹھ کر عبادت خداوندی کیا کرتے تھے۔ ان کی مسجد وہاں پر مسجد علیؑ کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ مسجد فتح، عقیق کی جانب ایک تیر پھینکے جانے کے فاصلے پر ہے۔ جب حصار طویل ہو گیا تو رسولؐ اللہ مسجد فتح میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا طلب کی اور مناجات کی اور فرمایا:

يَا صَرِيخَ الْمَكْرُوبِينَ، وَ يَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ، وَ يَا كَاشِفَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ، أَنْتَ مَوْلَايَ وَ وَلِيِّي وَ وَلِيُّ آبَائِي الْأَوَّلِينَ، اكْشِفْ عَنَّا غَمَّنَا وَ هَمَّنَا وَ كَرْبَنَا وَ اكْشِفْ عَنَّا كَرْبَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ بِقُوَّتِكَ وَ حَوْلِكَ وَ قُدْرَتِكَ.

اے غمگین و رنجور کی چیخ و پکار سننے والے، اے مضطر و پریشان حال کی دعا کو قبول کرنے والے، اے بہت بڑی مصیبت کو دور کرنے والے، تو ہی میرا مولا اور میرا حاکم ہے اور میرے ان آباء کا حاکم ہے جو پہلے گزر چکے ہیں تو ہم سے ھمّ وغم اور مصیبت و پریشانی کو دور کر دے اور اس پوری قوم کی پریشانیوں اور مصیبتوں کو اپنی قوت، اپنی طاقت اور اپنی قدرت سے دور فرما دے۔

اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا:

اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی گفتگو سن لی اور آپ کی دعا کو قبول کر لیا اور پچھوائی ہوا کو فرشتوں کے ساتھ حکم دیا ہے کہ وہ قریش اور احزاب کو ہزیمت سے دوچار کر دیں۔(۱)

اور اللہ تعالیٰ نے ہوا کو احزاب کی طرف بھیج دیا تو اس طرح مشرکین کے خیمے اکھڑ گئے اور برتن بکھر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہؓ بن الیمان کو روانہ کیا تاکہ ان کی خبر لے کر آئیں۔ آپ نے تین مرتبہ انھیں آواز دی لیکن انھوں نے شدّت خوف، ٹھنڈک اور بھوک کی وجہ سے جواب نہیں دیا تھا۔ حذیفہؓ ایک خیمہ کی طرف گئے جس میں ابوسفیان اور قریش کے کچھ قائد اور رہنما موجود تھے اور وہ کہہ رہا تھا: اے قریش کے لوگو! تم جائے قرار میں نہیں ہو، ہم برباد ہو چکے ہیں خیمے اکھڑ گئے، جانور مر گئے اور پوری قوم قحط کا شکار ہے۔ بنوقریظہ نے بھی عہد شکنی کی ہے اور ہوا نے جو ہمارا حشر بگاڑا ہے وہ تم لوگ دیکھ رہے ہو، کوچ کی تیاری کرو میں تو کوچ کر رہا ہوں۔ پھر کہا تم میں سے ہر شخص اپنے ہم نشین پر نظر رکھے کہ کہیں محمدؐ کا کوئی جاسوس تو ہمارے درمیان نہیں ہے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں میں تیزی سے وہاں سے نکلا اور میں نے اپنے دائیں طرف والے سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا عمرو ابن العاص بائیں طرف والے سے دریافت کیا تم کون ہو؟ اس نے کہا معاویہ اور میں وہاں سے تیزی سے کھسک گیا تاکہ کوئی مجھ سے سوال نہ کر بیٹھے کہ تم کون ہو؟(۲)

ابوسفیان اپنے اونٹ کی جانب چلا اور اس پر سوار ہو گیا اور وہ اونٹ بندھا ہوا تھا اس نے اُسے مارا تو وہ اچھل کر تین ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا اور اس کی رسی اس وقت تک نہیں کھلی جب تک وہ شدّت خوف اور گھبراہٹ سے کھڑا نہ ہوا۔ حذیفہؓ واپس آئے اور انھوں نے احزاب کے کوچ کی خبر رسول اللہؐ کو سنا دی۔ جب صبح نمودار ہوئی تو رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم ابھی نہ جاؤ۔ جب سورج اچھی طرح نکل آیا تو وہ مدینہ میں داخل

(۱): البحار ۲۰: ۲۳۰

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۴۳

ہوئے اور رسول اللہؐ وہیں پر چند مسلمانوں کے ساتھ ٹھہرے رہے اور مشرکین کے شکست کھا کر اپنے شہروں کی واپسی کے بعد رسول اللہؐ مدینۂ منورہ کی طرف واپس ہوئے تا کہ بنو قریظہ کے مُحاسبہ کی جانب توجّہ مبذول کریں۔

غزوۂ بنی قُریظہ (۱)

مسلمان: تین ہزار جنگ جُو

یہودی: تقریباً چھ سو اور سات سو جنگ جُوؤں کے درمیان

وقت: ذوالقعدہ ۵ سنہ ہجری، ۶۲۷ء

پرچم بردار: امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام

نبی اکرمؐ کے جانشین مدینہ منورہ میں: عبداللہ بن امّ مکتوم

حصار کی مدّت: پندرہ راتیں، اور کہا گیا ہے ایک مہینہ یا اس سے کم

شہداء: صرف ایک مجاہد نے شہادت پائی اور وہ خلّاد بن سوید تھے

نازل ہونے والی آیتیں: سورۃ احزاب کی دو آیتیں ۲۶۔۲۷

نتائج: یہودیوں کا سعد بن معاذ کے فیصلے پر قلعہ سے اتر کر نیچے آنا قِتال کرنے والوں کو قتل کرنے کا حکم، عورتوں اور اولاد کو قید کرنے اور اُن کے مال کو ضبط کرنے کا حکم۔

غزوہ کے واقعات:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خندق سے واپس آئے تو آپ نے بنی قریظہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے امیرالمومنینؑ کو طلب کیا اور انھیں بنی قریظہ کی طرف روانہ کیا۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: لوگ میرے پاس جمع ہوگئے اور میں چلا یہاں تک کہ ان کی شہر پناہ تک پہنچ گیا۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو ایک شخص نے ان لوگوں سے چیخ کر کہا تمھارے پاس عمرو بن عبدود کا قاتل آگیا ہے اور کسی دوسرے نے کہا تمھاری جانب عمرو کا قاتل آیا ہے۔ وہ چیخ چیخ کر ایک دوسرے سے یہی کہہ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر رعب غالب کر دیا اور میں نے رجز خواں کو یہ رجز پڑھتے ہوئے سنا:

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۷۴۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۴۴

قَتَلَ عَلِیٌّ عَمْراً   صَادَ عَلِیٌّ صَقْراً

قَصَمَ عَلِیٌّ ظَهْراً   اَبْرَمَ عَلِیٌّ اَمْراً

هَتَكَ عَلِیٌّ سِتْراً

علیؑ نے عمرو کو قتل کیا   علیؑ نے شکرہ کا شکار کیا

اور علیؑ نے کمر توڑ دی   علیؑ نے امر کو مضبوط کر دیا

علیؑ نے پردے کو چاک کر کے رکھ دیا

میں نے دل میں کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَ قَمَعَ الشِّرْكَ.

ثنائے کامل اللہ کے لیے ہے جس نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور شرک کی بیخ کنی کر دی۔

اور جب میں بنی قریظہ کی جانب روانہ ہو رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

سِرْ عَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَعَدَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِیَارَهُمْ.

اے علیؑ تم اللہ تعالیٰ کی برکت کے ہمراہ سفر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے ان کی زمین اور ان کے علاقے کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہٰذا میں اللہ کی نصرت کا یقین کر کے روانہ ہوا یہاں تک کہ میں نے پرچم کو قلعہ کی جڑ میں نصب کر دیا۔ انھوں نے اپنے قلعوں میں میرا استقبال رسول اللہؐ کی دشنام طرازی سے کیا۔ جب میں نے ان کے سب و شتم کو سنا تو میں نے مناسب نہ جانا کہ یہ الفاظ رسول اللہؐ کی سماعت تک پہنچ جائیں۔ تو میں نے ان کی طرف پلٹ جانے کی تیاری کی کہ اتنے میں دیکھا کہ رسولؐ اللہ تشریف لا رہے ہیں اور انھوں نے دُشنام اور سَبّ کے الفاظ سُن لیے ہیں۔ رسول اللہؐ نے انھیں بلند آواز میں کہا:

یَا اِخْوَةَ الْقِرَدَةِ وَ الْخَنَازِیْرِ اِنَّا اِذَا حَلَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ.(۱)

---

(۱): الارشاد، شیخ مفید: ۵۸

اے بندروں اور سوروں کے بھائی بندو! ہم جب کسی قوم کے حدود میں آجاتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کی صبح نہایت بری ہوتی ہے۔

پھر نبی اکرمؐ نے ۱۶ روز تک ان کا محاصرہ کیا اور جب حصار کی شدّت بڑھی تو انھوں نے رسول اللہؐ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہماری طرف ابولبابہ بن عبدالمنذر کو روانہ کریں تو نبی اکرمؐ نے انھیں بھیج دیا۔ لوگوں نے اپنے معاملے میں اس سے مشورہ طلب کیا تو اس نے اشارے سے بتایا کہ ذبح کر دیا جائے گا پھر وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہوا اور واپس لوٹ آیا اور کہا میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی ہے۔ واپس آکر اس نے خود کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا جسے اسطوانہ ابی لبابہ کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس کی توبہ کے بارے میں آیت نازل کی۔

بنی قریظہ کا ابن معاذ کے فیصلے پر قلعہ سے اُترنا:

پھر وہ لوگ سعد بن معاذ کے حکم پر قلعہ سے اُترے۔ سعد کو معرکۂ خندق میں تیر لگ گیا تھا تو انھوں نے تیر لگتے وقت فرمایا تھا: ''اے اللہ اگر تو نے قریش کی جنگ میں سے کسی شے کو بچا رکھا ہے تو پھر مجھے اس کے لیے باقی رکھ اس لیے کہ کوئی قوم مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ میں ان کے ساتھ مل کر جہاد کروں، اس قوم سے جنھوں نے تیرے رسولؐ کو اذیت پہنچائی، انھیں جھٹلایا اور انھیں ان کے وطن سے نکال دیا۔ یا اللہ اگر تو نے ہمارے اور اُن کے درمیان جنگ کو مقرر فرما دیا ہے تو مجھے شہادت کی دولت سے نوازنا اور مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ سے ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔''

سعد بن معاذ کے فیصلے پر بنی قریظہ کے قلعے سے نازل ہونے کا کیا سبب تھا؟ اس بارے میں ابن ہشام کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام نے پکارا درآں حالے کہ وہ بنی قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ''یا کتیبۃَ الایمان'' اے ایمان کے لشکر والو! تو وہ خود اور زبیر بن العوام آگے بڑھے اور فرمایا: خدا کی قسم میں انھیں وہی مزہ چکھاؤں گا جو حمزہ نے چکھایا تھا یا میں ان کے قلعے کو کھولوں گا تو انھوں نے کہا یعنی بنو قریظہ نے کہ اے محمدؐ ہم

سعد بن معاذ کے فیصلے پر نیچے اتر کر آئیں گے۔(۱)

سعد بن معاذ نے ان کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ لڑنے والی جماعت کو قتل کر دیا جائے گا، عورتوں اور ذرّیت (اولاد، بچّے) کو قیدی بنایا جائے گا اور مال کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ ساتوں آسمانوں کے اوپر اللہ کا فیصلہ ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ سے کہا کہ ان کی گردنیں اڑا دیں اور جب یحییٰ بن اخطب کو لایا گیا تو وہ مولا علیؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا ایک شریف کے ہاتھوں ایک معزّز کا قتل، مولائے کائناتؑ نے یہ سُن کر فرمایا: کہ اچھے لوگ ان کے بدترین لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور اُن کے بدترین لوگ اِن کے پسندیدہ افراد کو قتل کرتے ہیں لہٰذا اس کے لیے ویل ہے جسے پسندیدہ اور نیکوکار افراد قتل کریں اور اس کے لیے سعادت و خوش بختی ہے جسے رذیل ترین کفار تہہ تیغ کریں۔ اس نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا، آپ میرا لباس مت چھینیے گا۔ تو مولائے کائناتؑ نے فرمایا: یہ میرے لیے اس سے زیادہ رسوائی کی بات ہے۔ تو اس نے کہا آپ نے مجھے ڈھانپ دیا، اللہ آپ کی پردہ پوشی کرے۔ پھر امام عالی مقامؑ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا لباس نہیں چھینا۔ اس طرح مدینہ منورہ میں آخری یہودی قبیلے کا فیصلہ ہو گیا اور رسول اللہؐ نے ایک عورت کو قتل کیا جس نے خلّاد بن سُوَید کو چکی پھینک کر قتل کر دیا تھا۔(۲)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۲۵۱ و ذکر کیا ہے زینی دحلان نے اپنی کتاب سیرت میں ۲: ۹۳

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۵۳

سریّہ عبداللہ بن عتیک

ابورافع کی جانب

اور اس کا نام سلام بن ابی الحقیق ہے۔

مسلمان: پانچ افراد جن کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا عبداللہ بن عتیک کی قیادت میں

یہودی: ابورافع سلام بن ابی الحقیق

مقام: خیبر

وقت: ماہ ذی الحجہ ۵ھ، ۶۲۷ء (۱)

سبب: ابورافع وہ تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف معرکۂ خندق میں فوجوں کو جمع کیا۔(۲)

ہدف: سلام بن ابی الحقیق کو ہلاک کرنا

سریہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابورافع کی طرف اسے ہلاک کرنے کے لیے قبیلۂ خزرج کے پانچ افراد کو روانہ کیا اور انھیں یہ تلقین کی کہ کسی نومولود کو قتل نہ کریں اور نہ ہی کسی عورت کو قتل کیا جائے۔ وہ لوگ اسے قتل کرنے کے لیے خیبر کی جانب گئے وہ لوگ اس تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور اسے قتل کیا اور کسی مکروفریب میں گرفتار ہوئے بغیر مدینۂ منورہ واپس آ گئے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

---

(۱): ابن سعد کے نزدیک ماہ رمضان المبارک ۶ھ ہجری تھا۔ راجع الطبقات الکبریٰ ۲:۹۱

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۲۸۶

سـریّہ محمد بن مُسلمہ

قرطاء کی جانب (۱)

مسلمان: تیس افراد

مشرکین: بنی بکر کا ایک گروہ اور وہ قرطاء تھے۔

مقام: البکرات ضریّہ کے پہلو میں اس کے اور مدینہ کے درمیان سات راتوں کا فاصلہ ہے۔

وقت: ۱۰ محرم الحرام سنہ ۶ ہجری سنہ ۶۲۷ء

سبب: ضریّہ کے پہلو میں قرطاء کا اکٹھے ہونا تا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کریں۔

ہدف: قرطاء پر چڑھائی کرنا اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کرنا۔

سریّہ کی مُدت: ۱۹ راتیں

نتائج:

قرطاء میں جمع ہونے والوں کا قتل اور باقی افراد راہ فرار اختیار کر گئے اور چوپایوں اور بکریوں کے ایک حصّے کا قبضے میں آنا۔ اور یہ سریّہ ماہ محرم کے آخر میں مدینۂ منورہ واپس آیا۔

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۸۷۔ التنبیہ والاشراف: ۲۱۸

غـزوۂ بنی لحیان

مسلمان: دوسو جنگ جُو

مشرکین: بنولحیان

مقام: غران اور وہ وادی ہے اس کے اور عسفان کے درمیان پانچ میل کا فاصلہ ہے اور وہ بنی لحیان کی رہائش گاہیں ہیں۔

وقت: ماہ ربیع الاول ۶ سنہ ہجری ، ۶۲۷ سنہ ء (۱)

مدینہ میں جانشین: ابن اُمّ مکتوم

پرچم بردار: امام، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

غزوہ کی مدّت: چودہ راتیں

غزوہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنولحیان کی جانب ان کے محاسبے کے لیے روانہ ہوئے کہ جو سلوک انھوں نے اصحاب رجیع کے ساتھ کیا تھا اس کا مداوا کیا جا سکے تا کہ یہ دیگر قبائل کے لیے عبرت بن جائے کہ وہ آیندہ مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی دلیری کا مظاہرہ نہ کر سکیں۔

آنحضرتؐ نے یہ ظاہر کیا وہ شام کی طرف جانا چاہ رہے ہیں۔(۲)

تا کہ وہ حالتِ غفلت میں ان تک پہنچ جائیں لہٰذا وہ غُراب پر چلے پھر مخیض گئے پھر بترا پھر بائیں طرف چل کر بیبن پر نکلے پھر وہ صخیر ات الثمام (ثمام کی پہاڑیاں) پھر آپ

(۱): اور ابن اسحاق کے نزدیک ماہ جمادی الاولیٰ میں، اسے ذکر کیا ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ۳: ۲۹۲

(۲): اس غزوہ میں رسول اللہؐ نے جگہ کا تعین نہیں کیا اور وہ دورانِ سفر ایسی جگہ قیام فرماتے دشمن کو جس کی توقع نہ تھی۔

سیدھا راستہ لے کر سیّالہ پر آئے پھر تیزی سے چلے یہاں تک کہ غُران پر اتر پڑے اور یہ بنی لحیان کی رہائش گاہیں تھیں جو بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے تھے۔ رسول اللہؐ وہاں پر ایک یا دو دن رہے وہ ہر جانب سرایا بھیجتے رہے نہ تو ان سے کوئی قریب ہوا اور نہ ہی انھوں نے کسی کو پایا۔ لہٰذا رسول اللہؐ نے یہ طے کیا کہ وہ مناورہ میں قیام کریں گے تاکہ قریش کو ڈرایا جائے اور اُن پر مسلمانوں کی طاقت ظاہر ہو جائے پھر وہ اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ عسفان پر اترے پھر آپ نے مسلمانوں میں سے دو سواروں کو بھیجا یہاں تک کہ وہ کُراع الغمیم تک پہنچے پھر واپس آ گئے اور ان کے واپس آنے کے بعد رسول اللہؐ مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ صحیح و سالم واپس آ گئے اور انھیں کسی دھوکے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جابر بن عبداللہ الانصاری نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

تائبون، آیبون، ان شاء اللہ حامدون، لربنا عابدون

اَعُوذُ بِاللهِ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَ الْمَالِ۔(۱)

وہ توبہ کرتے ہوئے واپس آئیں گے، ان شاء اللہ حمد و ثنا کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت سے، اور لوٹنے کی جگہ کے غم وھم سے اور اہل و مال کے بارے میں بدنما مناظر سے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۹۳

غــزوۂ ذی قرد

اور یہ غزوۃ الغابہ ہے۔

مسلمان: پانچ سو، اور ایک روایت کے مطابق سات سو افراد

مشرکین: چالیس سوار

وقت: ماہِ ربیع الاوّل ۶ سنہ ہجری، ۶۲۷ء (۱)

مقام: "الغابۃ" اور یہ مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر شام کے راستے میں ہے۔

سبب: عیینہ بن حصن الفزاری کا رسول اللہؐ کی بہت دودھ دینے والی اونٹنیوں پر حملہ اور یہ کل بیس اونٹنیاں تھیں جو جھاڑیوں میں چر رہی تھیں۔

ہدف (مقصد): زیادتی کرنے والوں کو سزا دینا اور اونٹنیوں کو واپس لینا

پرچم بردار: امام امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

مدینہ منورہ میں جانشین رسولؐ: ابن اُمّ مکتوم

مدّت غزوہ: پانچ راتیں

مشرکین مقتولین: چار افراد

شہداء کی تعداد: دو اشخاص: ابوذر غفاری رضوان اللہ علیہ کے ایک فرزند، دوسرے محرز بن نضلہ

---

(۱): کہا گیا ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاولیٰ اور ایک قول کے مطابق شعبان میں واقع ہوا اور بخاری کے نزدیک یہ خیبر سے تین روز قبل اور حدیبیہ کے بیس دن کے بعد کا واقعہ ہے۔ صحیح مسلم میں یہی ہے۔ مغلطائی نے کہا ہے کہ اس پر اختلاف ہے کیوں کہ سیرت نگاروں کا اجماع اس کے خلاف ہے، راجع السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۱۴۱۔ تاریخ الخمیس ۲: ۵

غزوہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیس اونٹ تھے جسے ابوذر غفاری ان کے فرزند اور اُن کی زوجہ جنگل و جھاڑی میں چرا رہے تھے۔عیینہ بن حصن الفزاری نے چالیس گھوڑوں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور ان کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے اور ابوذر کے فرزند کو قتل کر دیا اور مدینہ تک دادخواہی اور فریادرسی کی آواز آئی تو رسول اللہؐ اور اُن کے پیچھے پیچھے مسلمان بھی روانہ ہوئے اور رسول اللہؐ نے سعد بن عبادہ کو تین سو افراد کے ساتھ مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔مسلمان زیادتی کرنے والوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور ان کے چار افراد کو قتل کر دیا اور آدھے اونٹوں کو چھڑا لیا گیا اور باقی نصف لڑنے والوں نے لے لیے۔ پھر رسول اللہؐ مدینہ تشریف لے آئے۔

سریّہ عکاشہ بن محصن الاسدی
غمر کی طرف (۱)

مسلمان: چالیس افراد

مشرکین: بنو اسد

مقام: غمر مرزوق جو فید نامی قلعہ ہے اس سے دو راتوں کی مسافت سے فاصلے پر بنی اسد کا چشمہ ہے جس کو غمر کہتے ہیں۔

وقت: ربیع الاوّل سنہ ۶ ہجری سنہ ۶۲۷ء

نتائج: بنی اسد کا راہ فرار اختیار کرنا اور مسلمانوں کا چوپایوں پر قبضہ کر لینا اور پھر سریّہ بغیر کسی فریب کھانے کے مدینہ منورہ تک واپس آ گیا۔

۞۞۞۞۞☆۞۞۞۞۞

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۸۴۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۱۴۵

سریّہ محمد بن مُسلمہ

ذی القصّہ کی طرف (۱)

مسلمان: دس

مشرکین: سو افراد بنی ثعلبہ اور بنی عوال کے

مقام: ذو القِصَّہ، منازل بنی ثعلبہ، اس کے اور مدینہ کے درمیان چوبیس میل کا فاصلہ ہے ربذہ کے راستے میں۔

وقت: ربیع الثانی سنہ ۶ ہجری سنہ ۶۲۷ء

نتائج:

محمد بن مسلمہ اور اس کے سریہ ذی القصہ تک پہنچنے کے بعد رات کے وقت وہ اور اس کے ساتھی سو گئے۔ مشرکین نے انھیں گھیر لیا اور سریہ میں جانے والوں کو قتل کر دیا سوائے محمد بن مسلمہ کے جو تنہا مدینہ تک واپس پہنچے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): تاریخ الخمیس ۲:۹۔ ونھایۃ الارب ۱۷: ۲۰۴

سریّہ ابو عبیدہ بن الجراح
ذی القصہ کی طرف (۱)

مسلمان: چالیس

مشرکین: بنو ثعلبہ اور انمار

مقام: ذو القِصَّہ

وقت: ماہ ربیع الثانی ۶ سنہ ہجری ۶۲۷ء

سبب: حیلہ سے بنی ثعلبہ اور انمار کی غارت گری مدینہ کی چراگاہ پر اور وہ ھیفا تک جاتا ہے اور وہ مدینہ سے سات میل تک کا فاصلہ ہے۔

نتائج:

سریّہ بنی ثعلبہ اور انمار کے جائے وقوع تک پہنچا تو وہ بھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور سریہ نے ان کے چوپایوں اور مال ومتاع پر غلبہ پالیا اور ان میں سے ایک شخص نے اسلام قبول کرلیا اسے قتل نہیں کیا گیا اور سریہ بغیر کسی نقصان کے چوپایوں کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۸۶۔ التنبیہ والاشراف: ۲۱۹

سـریّہ زید بن حارثہ

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّہْ)

بنی سلیم کی طرف جموم میں (۱)

مسلمان: گردشی جنگ، زید بن حارثہ کی قیادت میں دَوْ رِیَّۂ قِتَالِیَّہْ

مشرکین: بنوسُلیم

مقام: جموم: اور یہ ایک سمت میں بطن نخل کے مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلے پر

وقت: ربیع الثانی ۶ سنہ ہجری ۶۲۷ء

نتائج:

سریہ نے ایک عورت پر قابو پالیا اس کا نام حلیمہ تھا اس نے بنوسلیم کے مکانات تک رہنمائی کی تو ان لوگوں کو اس بنجر زمین پر کچھ چوپائے اور بکریاں ملیں اور انھوں نے کچھ لوگوں کو قیدی بنالیا ان قیدیوں میں اِس عورت کا شوہر بھی تھا۔ جب زید مدینہ منورہ واپس آئے تو نبی اکرمؐ نے حلیمہ اور اس کے شوہر کو رہا کر دیا۔

۞۞۞۞۞☆۞۞۞۞۞

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۸۶۔ تاریخ الخمیس ۲:۹

سریّہ زید بن حارثہ
عیص کی طرف (۱)

مسلمان: ایک سوستر سوار (۱۷۰ سوار)

مشرکین: قریش کا ایک قافلہ صفوان بن امیّہ کی قیادت میں

مقام: العیص اس کے اور مدینہ کے درمیان چار میل کا فاصلہ تھا

ہدف: تجارتی قافلہ کے درپے ہونا

نتائج:

قافلے پر غلبہ حاصل کرنا اور ان کے کچھ مردوں کو قید کر لینا جن میں ابوالعاص بن الربیع بھی تھا۔

❁❁❁❁☆❁❁❁❁

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۱۴۶۔ نھایۃ الارب ۱۷:۲۰۶

سریّہ زید بن حارثہ
الطرّ ف کی طرف (۱)

مسلمان: پندرہ سوار

مشرکین: بنوثعلبہ

مقام: الطرّ ف اور وہ ایک کنواں ہے جو مِراض سے قریب ہے نخیل کے نچلی طرف مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر عراق کے راستے میں۔

وقت: ماہ جمادی الثانیہ سنہ ۶ ہجری، سنہ ۶۲۷ء

مسلمانوں کا شعار (نعرہ): اَمِتْ اَمِتْ

سریّہ کی مُدّت: چار راتیں

نتائج:

بنوثعلبہ راہ فرار اختیار کر گئے سریہ کو چو پائے اور بکریاں ملیں اور وہ بغیر کسی نقصان کے مَدِینۂ مُنَوَّرہ واپس آ گئے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۸۷۔ تاریخ الخمیس ۲:۹

سریّہ زید بن حارثہ
حِسُمیٰ کی طرف (۱)

مسلمان: پانچ سو سوار

مشرکین: بنو جُذام ھُنید بن عارض کی قیادت میں

مقام: حِسُمیٰ اور یہ وادی القُریٰ کے پیچھے ہے

وقت: ماہ جمادی الثانیہ ۶ سنہ ہجری، ۶۲۷ سنہ ء

سبب: ھنید بن عارض اور اس کا بیٹا عارض بن الھنید جذام کے کچھ لوگوں کے ساتھ دحیہ کلبی سے تعرض کیا اور وہ بادشاہ روم قیصر کی جانب سے کچھ ہدایا اور تحائف لے کر آئے تھے۔ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب ان سے لے لیا۔ بنی ضُبیّب کے لوگوں نے (جو مسلمان تھے) اس کے بارے میں سنا تو وہ ان لوگوں کی جانب گئے اور دحیۂ کلبی سے جو چھینا گیا تھا وہ انھیں واپس دلا دیا۔

ہدف (مقصد): بنی جُذام کے لوگوں کو سبق سکھایا

نتائج:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ کو پانچ سو افراد کے ساتھ بنو جذام کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے ھنید بن عارض اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا اور بنو جذام کے اور بھی بہت سے لوگوں کو تہہ تیغ کر دیا اور انھوں نے ایک ہزار اونٹ، پانچ سو بکریاں اور سو عورتوں اور بچوں پر قبضہ کر لیا۔ جب زید بن رفاعۃ الجذامی نے سنا تو وہ رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ان سے رحم کی اپیل کی کہ قیدی عورتوں اور ذرّیت پر نظر رحم و کرم کرتے ہوئے

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۸۸۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۱۴۸

انھیں رہا کر دیں تو رسول اللہؐ نے امیر المومنینؑ کو زید بن حارثہ کے پاس یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ وہ ان کی عورتوں ، بچوں اور ان کے اموال کو واپس کر دیں ۔ امام علی علیہ السلام زید کی جانب روانہ ہو گئے تو ان کی ملاقات رافع بن مکیث جہنی سے ہوئی جنھیں زید نے رسول اللہؐ کی خدمت میں خوش خبری دینے کے لیے روانہ کیا تھا کہ سریہ سلامت ہے اور وہ تمام اونٹ لے کر ایک ناقے پر سوار جا رہا تھا تو امیر المومنینؑ نے اسے قوم کی جانب روانہ کیا اور زید سے ان کی ملاقات فحلتین پر ہوئی جو مدینہ اور ذی المروہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔ آپ نے زید کو رسول اللہؐ کا حکم پہنچایا لہٰذا اُن لوگوں سے جو کچھ لیا گیا تھا وہ انھیں واپس کر دیا گیا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

سریّہ عبدالرّحمٰن بن عوف
دُومَۃُ الجُنُدَل کی طرف (۱)

مسلمان: دوریہ قتالیہ

مشرکین: بنوکلیب دومۃ الجندل میں

مقام: دُومَۃُ الجُنُدَل

وقت: ماہ شعبان سنہ ٦ ہجری سنہ ٦٢٨ء

نتائج:

اَصبغ بن عمرو الکلبی کا مسلمان ہونا جو پہلے نصرانی تھے۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے اور بھی بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ عبدالرّحمٰن نے تماضر بنت الاصبغ سے شادی کر لی اور اسے لے کر مدینہ آ گئے اور یہ اُمّ ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن ہیں۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۸۹۔ تاریخ الخمیس ۲:۱۱

سریّۂ امام علی بن ابی طالب علیہ السلام
بنی سعد بن بکر کی جانب (۱)

مسلمان: سوسوار (100)

مشرکین: بنوسعد بن بکر وَبر بن عُلیم کی قیادت میں

مقام: الھَمَج اور وہ خیبر اور فدک کے درمیان ہے اور فدک اور مدینہ میں چھ راتوں کا فاصلہ ہے۔

وقت: ماہ شعبان ۶ سنہ ہجری، مطابق ۶۲۸ سنہ ء

سبب: بنوسعد بن بکر کا اجتماع خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لیے

سَرِیَّہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ بنوسعد بن بکر کا ایک گروہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ تو آنحضرتؐ نے ان کی طرف امیر المومنین علیہ السلام کو سو افراد کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ رات کے وقت سفر کرتے اور دن کے وقت پوشیدہ رہتے تھے یہاں تک کہ وہ ھمج کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں پر انھوں نے ایک شخص کو دیکھا تو اس سے قوم کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا: میں اس شرط سے رہنمائی کروں گا کہ آپ مجھے امان عطا کریں گے۔ انھوں نے اُسے امان دے دی، اور اس نے رہنمائی کر دی۔ سَرِیّہ نے دھاوا بولا اور انھوں نے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں پکڑ لیں اور بنوسعد کوچ کر کے وہاں سے بھاگ گئے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ اونٹنی کو الگ کر لیا جس کا نام حفدہ تھا، پھر خمس کو الگ کر لیا اور اس کے علاوہ تمام مال غنیمت اصحاب نبیؐ میں تقسیم کر دیا اور اس کے بعد کامیابی کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۸۹۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۱۵۲۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۲۰۳۔ تاریخ الخمیس ۲: ۱۲۔ التنبیہ والاشراف: ۲۱۹

سـریّہ زَیدبنِ حَارِثہ
اُمّ قرفہ کی جانب (۱)
(دَوْرِیَّۃِقِتَالِیَّۃ)

مسلمان: گردشی جنگ جو زید بن حارثہ کی قیادت میں

مشرکین: بنوفزارہ

مقام: وادی القریٰ

وقت: ماہ رمضان المبارک ۶ سنہ ہجری، مطابق ۶۲۸ سنہ ء

سبب: زید بن حارثہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ کچھ اور مسلمان بھی تھے۔ جب وہ وادی القریٰ کے نیچے تھے تو بنی بدر سے تعلق رکھنے والے فزارہ کے کچھ لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا انھیں مارا اور ان کے ساتھیوں کو مارا اور قافلہ پر غالب آ گئے اور جب زید رسول اللہؐ کی خدمت میں واپس لوٹے اور انھیں اس بات سے مطّلع کیا تو آپ نے انھیں اس سریّہ کا سردار بنا کر بھیجا اور کہا جاتا ہے کہ اس سریّہ کا سبب یہ تھا کہ ام قرفہ جو فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر ہیں انھوں نے اپنی اولاد، اولاد کی اولاد سے تیس سوار تیار کیے اور ان سے کہا تم مدینہ جا کر جنگ کرو اور محمدؐ کو قتل کر دو۔

نتائج:

اُمّ قرفہ کو قتل کیا گیا اور بہت سختی کے ساتھ قتل کیا گیا کہ ان کے دونوں پیروں کو رسی سے باندھا گیا پھر اسے دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا گیا اور انھیں ڈانٹ پلائی گئی۔ وہ دونوں چلے اور اس عورت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اور اس کی بیٹی جاریہ بنت مالک بن

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۹۰۔ تاریخ الخمیس ۲: ۱۲

حذیفہ بن بدر کو قیدی بنالیا گیا اور نعمان اور عبید اللہ جو دونوں مسعدہ بن حکمہ بن مالک بن بدر کے بیٹے تھے انھیں قتل کر دیا گیا اور ان میں سے ایک گروہ کو گرفتار کرلیا گیا۔

اور اس سریّہ میں عبداللہ بن مسعدہ بن حکمہ الفزاری کو قید کرلیا گیا اور یہ بچّہ تھا۔ جب یہ سریہ مدینہ واپس آیا تو نبی اکرمؐ نے عبداللہ بن مسعدہ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ کو ھبّہ کر دیا، آپ نے اسے آزاد کر دیا اور وہ مولا علی علیہ السلام کے ساتھ رہا، پھر وہ معاویہ کے پاس چلا گیا اور حضرت علی علیہ السلام کا شدید دشمن بن گیا اور وہ زندہ رہا یہاں تک کہ وہ اموی لشکر کے ساتھ واقعہ حرّہ میں شریک ہوا اور جب امویوں نے عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرلیا تھا جب وہ کعبہ میں تھے تو اس وقت وہ زخمی ہو گیا۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳:۳۵۵۔ الاصابہ ۲:۲۵۹۔ الرقم (نمبر): ۴۹۵۳

سریّہ عبداللہ بن رَوَاحہ

اُسیر بن زارم کی طرف (۱)

(دَوْرَۃِ اِسْتِطْلَاعِیَّۃ)

(اعلامیہ گردشی گروہ) تا کہ اسیر بن زارم سے معلومات جمع کرے۔(۲)

مسلمان: چار افراد عبداللہ بن رواحہ کی قیادت میں

مقام: خیبر

وقت: ماہ رمضان المبارک ۶ سنہ ہجری ۶۲۸ سنہ ء

سبب: سلام بن ابی الحقیق کے قتل ہوجانے کے بعد یہودیوں نے اسیر بن زارم کو اپنا امیر بنالیا تھا تو وہ غطفان میں گیا اور ان کے علاوہ دیگر قبائل کے پاس تا کہ انھیں رسول اللہؐ سے جنگ کے لیے اکٹھا کرے۔

ہدف (مقصد): معلومات کو جمع کرنا اسیر بن زارم سے اس کی کیا حیثیت ہے؟ اور اس کے ساتھ کون مل کر کام کرتا ہے؟ اور کیفیت قتل؟

نتائج:

سریّہ یہودیوں کے نئے قائد سے کافی معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے بعد کہ عبداللہ بن رواحہ نے اپنے تینوں ساتھیوں کو یہودیوں کے تین قلعوں میں جو خیبر میں تھے معلومات حاصل کرنے کے لیے الگ الگ بھیج دیا۔

---

(۱): ابن ہشام کے نزدیک اس کا نام یسیر بن رزام ہے، راجع سیرۃ ابن ہشام ۴: ۲۶۲

(۲): الطبقات الکبریٰ ۲: ۹۲۔ تاریخ الخمیس ۲: ۱۵

سریّہ عبدُ اللہ بنِ رَواحہ

اُسیر بن زارم کو قتل کرنے کے لیے (۱)

(دَوْرِیَّۂِ قِتَالِیَّہْ)

اور یہ گردشی جتھہ تھا برائے قتال

مسلمان: تیس افراد عبداللہ بن رواحہ کی قیادت میں

مشرکین: تیس افراد اُسیر بن زارم کی قیادت میں

مقام: قرقرہ ثبار

وقت: ماہ شوال سنہ ۶ ہجری سنہ ۶۲۸ء

ہدف (مقصد): اُسیر بن زارم کو اپنے جال میں پھنسانا

نتائج:

اسیر بن زارم اور اس کے تمام ساتھیوں کا قتل سوائے ایک شخص کے اور سریّہ صحیح و سالم مدینۂ منورہ واپس پہنچ گیا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): تاریخ الخمیس ۲:۱۰

سریّہ کرز بن جابر الفہری

عُرنیّین کی جانب (۱)

مسلمان: بیس سوار

مشرکین: آٹھ جن کا تعلّق بنوعُرَ ینہ سے تھا

وقت: ماہ شوال ۶ سنہ ہجری، ۶۲۸ سنہ ء

سریّہ کے واقعات:

بنوعُرَ ینہ کے آٹھ اشخاص حضورانورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ انھوں نے مدینہ کو وبا زدہ پایا تو رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا کہ تم اونٹوں کے پاس چلے جاؤ جو ذی الجدر میں چرنے میں مشغول ہیں، یہ جگہ قبا کے پاس ہے مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر۔ وہ لوگ وہیں پر رہے جب وہ تندرست ہو گئے اور اُن پر چربی چڑھ گئی تو انھوں نے رسول اللہؐ کے خادم یسار کو قتل کر دیا اور اونٹ ہنکا کر لے گئے اور انھوں نے یسار کا مُثلہ کر دیا یعنی اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے اور اس کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے بھر دیئے یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ یہ بات رسول اللہؐ کو معلوم ہوئی تو آپ نے ان کے پیچھے کرز بن جابر الفہری کو بیس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ ان سواروں نے ان لوگوں کو تلاش کیا انھیں قید کیا اور انھیں رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں لے کر آئے تو آنحضرتؐ نے ان کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دیئے گئے۔

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۹۳۔ تاریخ الخمیس ۲: ۱۰

سَرِیّۂ عمرو بن امیّہ الضّمری
ابوسفیان کو قتل کرنے کے لیے

مسلمان: دو اشخاص عمر بن امیہ الضمری اور سلمہ بن اسلم بن حریش۔(۱)

مشرکین: ابوسفیان (صَخرُ بن حَرب)

سبب: ابوسفیان نے کسی بدوی کو رسول اللہؐ کے قتل پر ابھارا۔(۲)

نتائج: حیلہ وتدبیر کمزور ہوگئی اور دونوں افراد مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): ابن ہشام کے نزدیک اس کے ساتھ جبّار بن صَخر تھا، راجع سیرۃ ابن ہشام ۴:۲۸۲

(۲): الطبقات الکبریٰ ۲:۹۴۔السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۱۶۰

غـزوۃ الحُدَیْبِیَہ

حُدَیْبِیَہ کا غـزوہ

مسلمان: ایک ہزار چار سو اور کہا جاتا ہے ایک ہزار چھ سو

مقام: حُدَیْبِیَہ اور یہ ایک کنواں ہے اسی کے نام پر اس جگہ کا نام رکھا گیا اور کہا گیا شجرہ ہے اور کہا گیا ایک قریہ ہے مکّہ سے نو میل کے فاصلے پر۔

وقت: ماہِ ذوالقعدہ سنہ ٦ ہجری سنہ ٦٢٨ء

مدینہ میں رسول اللہؐ کے جانشین: ابن اُمّ مکتوم، اور کہا گیا ہے کلثوم بن الحصین اور ابن ہشام کے نزدیک نُمیلہ بن عبداللہ اللّیثی ۔(١)

پرچم بردار: حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

نازل ہونے والی آیتیں: ١:۔سورۃ الفتح، آیت ١٠ سے ٢٧ تک

٢:۔سورۃ الممتحنہ دو آیتیں ١٠ اور ١١

غزوہ کے واقعات:

ماہ ذوالقعدہ میں سنہ ٦ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے لیے مکّہ مکرّمہ کے لیے نکلے اور آپ نے اپنے اصحاب کو عمرہ کی ادائیگی کے لیے آمادہ کیا تو وہ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔آپ نے اپنے ساتھ سوائے تلوار کے جو نیام میں رکھی ہوئی تھی کوئی اور ہتھیار نہیں لیا اور پیغمبر اکرمؐ اور مسلمانوں نے سَتَّر (٧٠) جانور قربانی کے لیے ساتھ لیے۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے یہ طے کر لیا کہ وہ کسی بھی قیمت پر مسلمانوں کو عمرہ نہیں کرنے دیں گے تو اس مقصد کے لیے انھوں نے خالد بن الولید کو دو سو سواروں کے

(١): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ٣:٣٢١

ساتھ کراع الغمیم کی طرف روانہ کیا۔ اور رسول اللہؐ نے بسر بن سفیان خزاعی کو قریش کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا۔ وہ مکّہ گیا اور اس نے جان لیا کہ قریش کیا چاہتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں واپس آیا اور ان سے غدیر اشطاط میں ملاقات کی جو عسفان سے نزدیک ہے اور انھیں بتلایا کہ قریش کیا چاہتے ہیں۔

رسول اللہؐ روانہ ہوئے پھر راستہ تبدیل کیا اور اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ حدیبیہ کے قریب پہنچ گئے تو وہاں پر ان کا ناقہ بیٹھ گیا تو مسلمانوں نے کہا کہ قصواء نے ساتھ چھوڑ دیا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ قصواء نے ساتھ نہیں چھوڑا لیکن اسے اس ہستی نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو کعبہ تک جانے سے روک دیا تھا۔ پھر فرمایا کہ آج تم کوئی بھی سوال کرو گے جس کا تعلق تعظیم خداوندی سے ہو میں اس کا جواب دوں گا۔ پھر آپ نے ناقہ کو چلایا تو وہ لے کر چل پڑا یہاں تک کہ آپ حدیبیہ کے انتہائی حد پر اتر پڑے۔

رسول اکرمؐ اور قریش کے درمیان پیغام رساں آتے اور جاتے رہے۔ قریش نے رسول اللہؐ کو مکّہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور ان پیغام رسانوں میں عروہ بن مسعود ثقفی بھی تھے مسلمانوں جس انداز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کر رہے تھے وہ انھیں حیرت میں مبتلا کر رہی تھی وہ کن انکھیوں سے مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے اور رسول اکرمؐ سے محوِ گفتگو تھے۔ جب وہ قریش کے پاس آئے تو ان سے کہا خدا کی قسم یہ کیسی قوم ہے؟ میں بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں میں نے قیصر، کسریٰ اور نجّاشی کا دربار دیکھا ہے میں نے بخدا کسی بادشاہ کی وہ عظمت وشان نہیں دیکھی کہ اس کے چاہنے والے اس سے اتنی محبت کرتے ہوں جتنی محبت میں نے اصحاب محمدؐ میں پائی ہے کہ وہ حضرت محمدؐ کی بے انتہا توقیر وتعظیم کرتے ہیں اور جب بھی وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں وہ اسے فوراً بجالاتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کو وضو کرانے کے لیے ایک دوسرے سے قتال کرتے ہوں اور جب وہ محوِ گفتگو ہوتے ہیں تو یہ لوگ ان کے حضور

اپنی آوازوں کو نیچا رکھتے ہیں اور تعظیم کی وجہ سے انھیں نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔(۱)

بیعت رضوان:

قریش نے طے کرلیا کہ وہ رسول اللہؐ کو حرم کعبہ کی زیارت نہیں کرنے دیں گے۔ انھوں نے اپنے شہر کو چھاؤنی بنا دیا اور دوسو (۲۰۰) سواروں کے ساتھ خالد بن الولید کی قیادت میں آگے بڑھے تاکہ مسلمانوں کو زیارت حرم سے روک دیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو بیعت کے لیے طلب کیا جو درخت کے نیچے واقع ہوئی اور اس کا نام بیعت رضوان رکھا گیا۔ بیعت کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر رسول اللہؐ کا مشرکین سے تصادم ہوتا ہے تو کوئی مسلمان بھاگ کر نہیں جائے گا۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ بیعت رضوان میں آیت:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.(۲)

یقیناً اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔

نازل ہوئی۔ آنحضرتؐ نے ان پر یہ شرط عائد کی کہ وہ اس کے بعد رسول اللہؐ کے کسی عمل پر اعتراض نہیں کریں گے اور نہ ہی اُن کے کسی بھی حکم کی مخالفت کریں گے۔ آیت رضوان نازل کرنے کے بعد خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا.(۳)

بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں وہ بلاشبہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اب جو عہد شکنی کرے گا تو اس عہد شکنی کا وبال خود اس کی ذات

(۱): البحار ۲۰:۳۳۲۔ تاریخ الطبری ۲:۱۱۹

(۲): سورۂ الفتح:۱۸

(۳): سورۂ الفتح:۱۰

پر ہوگا اور جو اس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو عن قریب اللہ اسے اجرِ عظیم سے نوازے گا۔

وہ بلاشبہ ان مسلمانوں سے اس شرط پر راضی ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے اور میثاق کو پورا کریں گے۔ اور اس سے کیے ہوئے وعدے اور پیمان کو نہیں توڑیں گے۔ اسی پیمان کی وجہ سے اللہ اُن سے راضی ہوا ہے۔ قرآن جمع کرتے وقت آیت شرط کو بیعت رضوان پر مقدّم رکھا گیا حالانکہ پہلے بیعت رضوان کی آیت نازل ہوئی اور اسی کے بعد آیت شرط کا نزول ہوا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ فِيۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.(۱)

وہی تو ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکینت یعنی اطمینان کو نازل فرمایا۔

تو یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہؐ کی مخالفت نہیں کی اور صلح کا انکار نہیں کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوۡءِؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ.(۲)

جو اللہ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہیں ان پر برائی منڈلا رہی ہے۔

یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے صلح کا انکار کیا اور رسول اللہؐ پر تہمت لگائی۔(۳)

صلح تک رسائی:

قریش نے سہل بن عمرو کو اس مصیبت و تکلیف کے موقع پر صلح حدیبیہ کی دستاویز تحریر کرنے کے لیے بھیجا۔ وحی نازل ہوئی کہ اے رسول آپ اسے قبول کرلیں اور امیر المومنین علی علیہ السلام کو اس کا کاتب بنادیں اور اُنھیں صلح کی تحریر کرنے کا متولی قرار دیں تاکہ وہ اسے

(۱): سورۂ الفتح: ۴

(۲): سورۂ الفتح: ۶

(۳): تفسیر علی بن ابراہیم ۲: ۳۱۵

اپنے ہاتھوں سے تحریر کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: اے علی لکھو: ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ'' تو سہل بن عمرو نے کہا: اے محمدؐ یہ تحریر ہمارے اور آپ کے درمیان ہے لہٰذا ویسے ہی افتتاح کریں جسے ہم جانتے ہیں، آپ تحریر فرمائیں: ''بِسۡمِكَ اللّٰهُمَّ'' تو نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ تم نے جو لکھا ہے اسے مٹا دو اور ''بِسۡمِكَ اللّٰهُمَّ'' لکھ دو تو امیر المومنین علیہ السلام نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ اگر آپ کی اطاعت نہ ہوتی تو میں ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ'' کو ہرگز نہ مٹاتا۔ علیؑ نے اسے مٹا کر ''بِسۡمِكَ اَللّٰهُمَّ'' لکھا۔ پھر نبی اکرمؐ نے فرمایا لکھو:

هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيۡهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ سُهَيۡلَ بۡنَ عَمۡرٍو.

تو سہیل نے کہ کہ اگر ہم اپنی تحریر میں رسول اللہؐ لکھیں گے تو پھر میں گویا آپ کی نبوت کا اقرار کر رہا ہوں تو پھر برابر ہوگا کہ میں اپنی رضا مندی سے اپنے نفس کے خلاف گواہی دوں یا اپنی زبان سے نہ کہوں، آپ یہ نام مٹا دیں اور یہ لکھیں:

هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيۡهِ مُحَمَّدُ بۡنُ عَبۡدِ اللّٰهِ.

یہ وہ دستاویز ہے جسے محمدؐ بن عبداللہ نے فیصلہ کیا ہے۔ تو امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تمھاری ناپسندیدگی کے باوجود خدا کی قسم وہ رسولِ برحق ہیں تو سہیل نے کہا کہ تم صرف ان کا نام لکھو شرط جاری رہے گی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سہیل تم اپنی دشمنی سے باز آجاؤ۔ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ رسول اللہؐ کا لفظ مٹا دو تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میرے ہاتھوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ نبوت سے آپ کا نام مٹا دے تو رسولؐ نے کہا: میرا ہاتھ وہاں رکھ دو، علیؑ نے ایسا ہی کیا رسولؐ نے خود ہی اپنے نام سے رسولؐ اللہ کا لفظ مٹا دیا۔ اس کے بعد آپ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا:

سَتُدۡعٰی اِلٰی مِثۡلِهَا فَتُجِيۡبُ وَ اَنۡتَ عَلٰی مَضَضٍ.

اے علیؑ تمھارے ساتھ بھی اسی جیسا واقعہ پیش آئے گا اور تم جواب دو گے اور اس

وقت تم مصیبت اور پریشانی کے عالم میں ہو گے۔(۱)

نص معاہدہ:

بِسْمِكَ اَللّٰهُمَّ کی کتابت کے بعد یہ لکھا: هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو.

اس بات پر صلح کی ہے کہ دس سال تک کوئی جنگ نہیں ہوگی، لوگ اس دوران امن سے رہیں گے، نہ تو زنجیروں میں باندھا جائے گا اور نہ ہی کسی کو ہتھکڑی لگائی جائے گی، اور بے شک ہمارے درمیان چمڑے کی بند ایک اندھی زنبیل ہوگی پس جو شخص بھی محمدؐ سے عہد و پیمان اور تعلق رکھنا چاہے وہ ان سے رکھے اور جو قریش سے معاہدہ اور تعلق جوڑنا چاہتا ہے وہ ان سے رکھے اور اگر ان (قریش والوں) سے کوئی محمدؐ کے پاس آئے گا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر تو محمدؐ اسے لوٹانے کے پابند ہوں گے اور اگر اصحاب محمدؐ میں سے کوئی قریش کے پاس آ جائے گا تو وہ لوٹانے کے پابند نہ ہوں گے۔ اور یہ کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال اپنے اصحاب کے ساتھ آ سکتے ہیں اور تین دن قیام کر سکتے ہیں لیکن آگاہ رہیں کہ کوئی بھی ہتھیار سجا کر نہیں آئے گا سوائے اس کے کہ مسافر جو اپنی حفاظت کے لیے ہتھیار لے کر چلتا ہے وہ رکھ سکتا ہے اس طرح کہ تلوار نیام میں رکھی ہوئی ہو۔ خزاعہ رسول اللہؐ کے معاہدے میں شریک ہوئے اور بنو بکر قریش کے معاہدے میں شریک ہو گئے۔

---

(۱): ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؑ سے فرمایا تھا: يَا عَلِيُّ! اِنَّكَ اَبَيْتَ اَنْ تَمْحُوَ اسْمِي مِنَ النُّبُوَّةِ فَوَ الَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَتُجِيبَنَّ اَبْنَاءَهُمْ اِلٰى مِثْلِهَا، وَ اَنْتَ مَضِيضٌ مُضْطَهَدٌ. اے علیؑ تم نے نبوت سے میرا نام مٹانے سے منع کیا ہے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے تم ان کی اولاد کو بھی ویسا ہی جواب دو گے اور تم مصیبت میں مبتلا و مجبور ہو گے۔ اور ایک روایت میں ہے: ''وَ أَنْتَ مُضْطَهِد'' اور تم مجبور ہو گے۔ اسے بیان کیا ہے زینی دحلان نے اپنی سیرت کی کتاب میں ۲:۱۷۸۔ فَاِنَّ لَكَ مِثْلَهَا تُعْطِيهَا وَ اَنْتَ مَقْهُور.

اور جب معاہدہ تمام ہو گیا تو ابو جندل بن سہیل بن عمرو مکّہ مکرّمہ سے مسلمان ہو کر رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا وہ لوہے میں جکڑا ہوا تھا۔ سہیل نے کہا کہ یہ پہلا معاملہ ہے میں جس کے بارے میں فیصلہ چاہوں گا تو رسول اللہؐ نے اسے اس کے باپ کے پاس بھجوا دیا اور اس سے فرمایا: اے ابو جندل ہمارے اور قوم کے درمیان صلح کا معاہدہ ہو چکا ہے تم صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تمھارے لیے کشائش پیدا کرے کہ تم اس پابندی سے باہر نکل سکو۔(۱)

تو عمر بن الخطّاب ابو جندل کے ساتھ تیزی سے اٹھ کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور فرمایا:

اِصۡبِرۡ یَا اَبَا جَنۡدَلٍ فَاِنَّمَا هُمۡ مُشۡرِكُونَ, وَاِنَّمَا دَمُ اَحَدِهِمۡ دَمُ كَلۡبٍ.

صبر کرو اے ابو جندل بے شک وہ لوگ مشرک ہیں اور ان میں ہر ایک کا خون کتے کا خون ہے۔ اور انھوں نے تلوار کے دستے کو اس کی طرف اس امید میں بڑھایا کہ وہ تلوار لے کر اس سے اپنے باپ کا کام تمام کر دے۔(۲)

جب تحریر مکمّل ہو گئی اور سہیل بن عمرو واپس چلا گیا تو اس وقت رسول اللہؐ نے مسلمانوں سے کہا: تم اپنے اپنے جانور ذبح کر دو اور اپنے سر منڈا دو۔ لوگوں نے بات نہیں مانی اور کہا: ہم کیسے قربانی کریں اور سر منڈوائیں نہ تو ہم خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور نہ ہی ہم صفا و مروہ کے درمیان سعی کی ہے۔ رسول اکرمؐ کو اس بات کا بے حد صدمہ ہوا اور رسول اللہؐ کے حکم کو بہت کم لوگوں نے تسلیم کیا۔(۳)

پھر رسول اللہؐ اُٹھے اور آپ نے اپنی قربانی کو نحر (اونٹ کو ذبح کرنا) کیا اور اپنے سر کو منڈوایا اور مدینۂ منورہ کی طرف واپس آ گئے اور ابھی آپ سفر کر رہے تھے کہ راستے میں

---

(۱): الطبقات الکبریٰ، لابن سعد ۲: ۹۷

(۲): سیرت ابن ہشام ۳: ۳۳۳

(۳): نھایۃ الارب ۱۷: ۲۳۳۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۱۸۶

سورۃ الفتح کا نزول ہوا۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب کا موقف صلح کے بارے میں:

حضرت عمرؓ بن الخطّاب نے صلح حدیبیّہ کی شرائط کے فقروں پر شدید اعتراض کیا تھا اور اس کا اثر عام مسلمانوں پر بھی پڑا۔ عام لوگوں نے صلح کا انکار کر دیا یہاں تک کہ حکم رسولؐ کی مخالفت پر اُتر آئے۔ قربانی کرنے اور سر منڈانے کے بارے میں اور اس بات کو بڑے بڑے جلیل القدر مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: کہ حضرت عمرؓ بن الخطّاب حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور انھیں صلح کے بارے میں اپنے اعتراض سے آگاہ کیا، یہ دلیل دی کہ یہ تو دین میں نہایت ذلّت و پستی کی بات ہے۔(۱)

پھر انھوں نے ذکر کیا جو کچھ ان کے اور ابی جندل بن سہیل بن عمرو کے درمیان ہوا تھا پھر حضرت عمر نے لوگوں کی نگاہوں اور ان کی سماعت تک رسول اللہؐ کے بارے میں شک و شبہات بیان کرنا شروع کیے اور ان میں سے یہ قول بھی تھا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلَمْ تَقُلْ لَنَا اَنْ نَدْخُلَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَ نَحْلِقَ مَعَ الْمُحَلِّقِيْنَ؟

کیا آپ نے کہا نہیں تھا کہ ہم مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور سر منڈوانے والوں کے ساتھ سر منڈوائیں گے؟

اور جب انھوں نے اور دیگر لوگوں نے نبی اکرمؐ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی تو آپ نے اُن سے فرمایا: کیا تم غزوۂ بدر کے موقع پر میرے اصحاب نہ تھے؟ کیا تم اُحد کے غزوہ میں میرے صحابی نہ تھے؟

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ.(۲)

---

(۱): سیرۃ ابن ہشام ۳:۳۳۱۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۱۸۲۔ نہایۃ الارب ۱۷:۲۲۹۔ حیاۃ محمدؐ لمحمد حسین ھیکل: ۳۴۳

(۲): آل عمران: ۱۵۳

جب تم پہاڑوں پر بھاگے جارہے تھے اور کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا تمھیں ہوش تک نہ تھا اور رسولؐ تمھارے پیچھے سے تمھیں پکار رہے تھے کیا تم فلاں جنگ میں میرے اصحاب نہ تھے؟ (۱)

صلح حدیبیّہ کے نتائج:

۱:۔رسمی اعتبار سے مکّہ کے باشندوں نے مسلمانوں کو ایک قوّت تسلیم کرلیا تھا جس کا حساب لیا جارہا تھا اور یہ گویا قریش کے مساوی حصے کی طرح تھے۔ بس چند لوگ وہ تھے جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف خروج کیا ان کی کوئی حیثیت اور کوئی منزلت نہیں ہے۔

۲:۔ استقرار اور سکون جس نے امن بخشا اور مسلمانوں کو فراغت مل گئی کہ دعوت اسلامیہ کو نشر کریں جزیرۂ عرب اور اس کے باہر دیگر مقامات پر۔

۳:۔ جیسے سب وشتم اور ان قبائل کا حلیف بن جانا جو مسلمانوں کے حلیف بن جانے پر مطمئن نہیں تھے اس کا سبب قریش کے نفوذ کی قوّت اور مکہ میں کعبہ کا موجود ہونا تھا۔

۴:۔تفریق (جدائی ڈالنا) قریش اور ان کے حلیفوں کے درمیان جن کا تعلق عربی قبائل سے تھا۔

۵:۔خیبر کے یہودیوں کی جانب قصد کرنا تمہید تھی ان کے خلاف فیصلہ کرنے کی اس لیے کہ معاہدۂ حُدَیبیَّہ کے بعد غزوۂ خیبر آئی ہے۔

۶:۔قریش کے خلاف عام رائے کا ہر طرف پھیل جانا کہ انھوں نے مسلمانوں کو بیت اللہ الحرام کی زیارت سے روک دیا ہے۔قریش کے تصرّفات نے ابھارا، اور بعض مشہور شخصیات کو قریش سے متنفر کردیا جیسے حلیس بن زَبان اور مختلف قبائل کے لوگ جو قریش کے حلیف تھے اور عروہ بن مسعود وغیرہ۔ اس وقت کی مشہور شخصیات اور اس کے مقابل میں مسلمانوں نے عربی قبائل سے مودّت وعاطفت اور بہت زیادہ مہربانیاں حاصل کیں اور یہ امر مددگار رہا کہ یہ قبائل اسلام میں داخل ہوگئے۔تو اس طرح مسلمانوں میں اضافہ ہوا اور

---

(۱): شرح النھج للمعتزلی ۱۵:۲۵۔المواہب اللدینہ ۱:۲۷۶

ان کی شان وشوکت بڑھ گئی۔ مسلمانوں کی تعداد جو صلح حدیبیہ کے موقع پر صرف ایک ہزار پانچ سو افراد پر مشتمل تھی وہ دو سال کے عرصے میں فتح مکّہ کے موقع پر دس ہزار میں تبدیل ہوگئی۔

خاصف النعل (جوتیاں ٹانکنے والا):

شیخ مفیدؒ نے کہا کہ ان جنگ جوؤں میں سہیل بن عمرو نبی اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور اُن سے کہا: اے محمدؐ! ہمارے غلام آپ سے آکر مل گئے ہیں، آپ انھیں ہم تک لوٹا دیں۔ تو رسولؐ اللہ غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ غضب آپ کے رُخ انور سے نمایاں ہوا پھر آپ نے فرمایا: اے قریش کے لوگو! تم باز آتے ہو یا نہیں ورنہ میں بالضرور تمھاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا اللہ نے جس کے دل کا امتحان لے لیا ہے، وہ دین کی خاطر تمھاری گردنیں اڑا دے گا۔ موجود لوگوں میں سے کسی نے کہا: یارسول اللہؐ کیا وہ شخص حضرت ابوبکرؓ ہیں؟ فرمایا نہیں۔ کہا کیا حضرت عمرؓ ہیں؟ فرمایا نہیں۔ البتہ وہ خاصف النّعل ہے جو حجرے (کمرے) میں موجود ہے۔ لوگ حجرے کی طرف تیزی سے بھاگے کہ دیکھیں کہ وہ کون شخص ہے؟ وہاں پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

اور روایت بیان کی گئی ہے امام صادق علیہ السلام سے، آپ نے فرمایا کہ نبی اکرمؐ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا تو آنحضرتؐ نے اسے علیؑ کو اصلاح کرنے کے لیے دے دیا۔ پھر وہ ایک ہی جوتی پہنے ہوئے غُلوہ یا اس جانب چل کر گئے اور پھر وہ اپنے اصحاب کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اِنَّ مِنۡكُمۡ مَنۡ يُقَاتِلُ عَلَى التَّأۡوِيۡلِ كَمَا قَاتَلَ مَعِي عَلَى التَّنۡزِيۡلِ.

بے شک تم میں وہ شخص ہے جو تاویل پر قتال کرے گا جس طرح اس نے میرے ساتھ مل کر تنزیل پر قتال کیا تھا۔

تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ کیا میں وہ شخص ہوں گا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا

نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا وہ میں ہوں یا رسول اللہؐ تو آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں۔ قوم تھوڑی دیر کے لیے رُک گئی، تھم گئی اور وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَكِنَّهُ خَاصِفُ النَّعْلِ وَاَوْمَأَ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ.

لیکن وہ جوتیاں ٹانکنے والا ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے علی بن ابی طالبؑ کی طرف اشارہ کیا۔

وَ اِنَّهُ الْمُقَاتِلُ عَلَى التَّأْوِيْلِ اِذَا تُرِكَتْ سُنَّتِيْ وَ نُبِذَتْ وَ حُرِّفَ كِتَابُ اللهِ وَ تَكَلَّمَ فِي الدِّيْنِ مَنْ لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ فَيُقَاتِلُهُمْ عَلِيٌّ عَلٰى اِحْيَاءِ دِيْنِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ.(۱)

اور وہ تاویل کے بارے میں قتال کرے گا جب میری سنّت (طریقے، روش) کو ترک کر دیا جائے اور پس پشت ڈال دیا جائے گا اور کتاب اللہ میں تحریف کی جائے گی (معنوی تحریف) اور دین کے بارے میں وہ شخص بات کرے گا جس کا دین سے کوئی تعلّق نہ ہوگا تو اس وقت علیؑ اُن سے اللہ تعالیٰ کے دین کے احیاء کے لیے قتال کریں گے۔

مسعودی فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے لیے غدیرخم میں فرمایا تھا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

میں جس کا مولا ہوں، علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔ اور یہ واقعہ اٹھارہ ذی الحجہ کا ہے۔(۲)

---

(۱): الارشاد للشیخ مفید: ۶۵۔ اور یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے تھذیب الخصائص: ۸۸ اور مسند امام احمد ۳: ۸۲۔ مستدرک الحاکم ۳: ۱۲۲۔ البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر ۷: ۳۰۵۔ اسد الغابہ لابن الاثیر ۳: ۴۲۹۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۲: ۳۲۹

(۲): راجع التنبیہ والاشراف: ۲۲۱

سریّۂ ابی بصیر

(ابو بصیر کا سریّہ) (۱)

سمندر کے ساحل کی طرف

مسلمان: تین سو

مقام: العیص ذی المروہ کے ناحیہ میں سمندر کے ساحل پر قریش کے تجارتی سفر کے راستے پر

وقت: ماہ ذوالقعدہ ۶ سنہ ہجری ۶۲۸ سنہ ء

ہدف: قریش کے تجارتی قافلوں میں رکاوٹ ڈالنا

سریہ کے واقعات:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینۂ منورہ واپس آنے اور صلح حدیبیہ کے واقع ہونے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ابوبصیر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور وہ مکّہ میں قید تھے۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے ابوبصیر کی تلاش میں دو افراد کو روانہ کیا۔ جب دونوں رسولؐ کے پاس آئے تو آنحضرتؐ نے ابوبصیر سے کہا: ہم نے اس قوم کو جو کچھ دے دیا ہے تم اس بارے میں جانتے ہو اور ہمارے لیے اپنے دین میں کسی قسم کا دھوکا مناسب اور درست نہیں ہے اور یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے لیے اور جو لوگ تمھارے ساتھ مستضعفین میں سے ہیں ان کے لیے کشائش اور نکلنے کی کوئی سبیل بنا دے گا، تم اپنی قوم تک واپس چلے جاؤ۔ ابوبصیر ان دونوں کے ساتھ روانہ ہوگئے اور ان کے واپس لے

---

(۱): ان کا نام عبید بن اسید بن جاریہ تھا اور ابن اسحاق کے نزدیک عتبہ بن اسید بن جاریہ۔ راجع سیرۃ ابن ہشام ۳: ۳۳۷ و نھایۃ الارب ۱۷: ۲۴۴

جانے کے لیے جو دو اشخاص مقرر کیے گئے مکّہ میں اثنائے سفر ابو بصیر نے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا، دوسرے شخص نے آ کر رسول اللہؐ کو بتلا دیا کہ ابو بصیر نے کیا کیا ہے۔ اس کے بعد ابو بصیر رسول اللہؐ کی خدمت میں تلوار حمائل کیے ہوئے آئے اور کہا یا رسول اللہؐ آپ نے اپنا عہد پورا کر دیا میں اپنے دین کی حفاظت میں آ گیا ہوں کہ اس کے لیے آزمائش میں ڈالا جاؤں یا مجھے حقارت سے دیکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَيْلُ اُمِّهِ مُسْعِرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ مَعَهُ رجال.(۱)

یہ تو بڑا لڑاکا اور لڑائی کو بھڑکانے والا ہے۔ پھر فرمایا: کاش اس کے ساتھ اور آدمی ہوتے۔

پھر ابو بصیر روانہ ہوئے یہاں تک کہ عیص پر اترے اور مکّہ کے مسلمانوں تک رسول اللہؐ کا قول جو ابو بصیر کے لیے فرمایا تھا: وَيْلُ اُمِّهِ مُسْعِرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ مَعَهُ رجال وہ پہنچا۔ تو وہ لوگ نکل کر ابو بصیر کے پاس عیص میں آ گئے اور ان کے ساتھ ابو جندل بن سہیل بن عمرو بھی تھا۔ انھوں نے قریش پر سختی اور تنگی شروع کر دی۔ ان میں سے یہ لوگ جس تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے تھے اسے قتل کر دیتے تھے اور انھوں نے قریش کے تجارتی راستے کو قطع کر دیا تھا تو قریش نے رسول اللہؐ کو خط لکھا کہ انھیں پناہ دی جائے تو رسول اللہؐ نے انھیں پناہ دے دی اور وہ لوگ مدینہ منورہ آ گئے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳:۳۳۸

غزوۂ خیبر

مسلمان: ایک ہزار چار سو پیادہ اور دو سو سوار

مشرکین: خیبر کے یہودی مرحب کی قیادت میں

مقام: خیبر اور یہ مدینۂ منورہ سے شام جاتے ہوئے آٹھ برد کی دوری پر ہے۔ بُرد تقریباً ۱۲ میل کی مسافت ہوتی ہے۔

وقت: ماہِ محرم الحرام ۷ سنہ ہجری، ۶۲۸ء (۱)

پرچم بردار: امام امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

نازل ہونے والی آیتیں: سورۂ فتح آیت ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۰۔

مدینہ منورہ میں رسول اللہؐ کے جانشین: سِباع بن عرفطہ الغفاری (۲)

مسلمانوں کا نعرہ: یا منصور آمت

غزوہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ خیبر جانے کی تیاری کریں اور فرمایا: ہمارے ساتھ وہی جائے جسے جہاد سے رغبت ہو۔ اور آپ نے مدینہ منورہ میں اپنا جانشین سباع بن عرفطہ الغفاری کو بنایا تھا۔ اور ان کے ساتھ مسلمان روانہ ہوئے جن میں ایک ہزار اور چار سو پیادہ اور دو سو سوار تھے۔ اور ان کا راستا عِصَر پر سے ہو کر گزرتا تھا اور یہ ایک پہاڑ

---

(۱): ابن سعد کے نزدیک جمادی الاولیٰ کے مہینہ میں ہوئی اور امام مالک کے نزدیک ۶ ہجری کے آخر میں یہ غزوہ ہوا اور ابن حزم کا بھی یہی خیال ہے۔ راجع السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۱۹۳

(۲): ابن اسحاق کے نزدیک نمیلہ بن عبداللہ اللیثی۔ زینی دحلان فرماتے ہیں کہ دونوں کو اجتماع ممکن ہے آنحضرتؐ نے پہلے ایک کو مقرر فرمایا پھر تقاضائے وقت کے لحاظ سے دوسرے کو مقرر فرما دیا۔ راجع المصدر السابق

ہے۔ پھر وادی رجیع میں پڑاؤ ڈالا جو خیبر اور غطفان کے درمیان ہے تاکہ خیبر کے یہودیوں اور غطفان کے درمیان امداد کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور اس لیے بھی کہ غطفان کو وہم میں ڈالا جائے کہ ان پر حملہ ہونے والا ہے تاکہ خیبر کے لوگ دشمن کے اچانک آجانے سے مامون نہ رہیں اور اسی وجہ سے رسول اللہ ؐ نے اپنے اصحاب کے ایک جتھے کو دیار غطفان کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ خیبر کے یہودیوں کی کمک اور امداد سے انھیں باز رکھیں اور یہ اس وقت کیا تھا جب یہ پتا چلا تھا کہ غطفان خیبر کے یہودیوں کی مساعدت کے لیے روانہ ہو گئے ہیں اور جب غطفان کو یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی جماعت علاحدہ آرہی ہے تو وہ اپنے دیار کی طرف واپس چلے گئے اور خیبر کے یہودیوں کی مدد نہیں کی۔(۱)

نبی اکرم ؐ کا خیبر تک پہنچنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خیبر کے قریب ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ٹھہر جاؤ پھر آپ نے یہ دُعا طلب کی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَ مَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِيْنَ وَ مَا اَقْلَلْنَ وَ رَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَ مَا اَضْلَلْنَ رَبَّ الرِّيَاحِ وَ مَا اَذْرَيْنَ فَاِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَ خَيْرَ أَهْلِهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هَا شَرِّ اَهْلِهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا.

یا اللہ اے آسمانوں کے رب اور وہ جن پر سایہ فگن ہیں اے زمینوں کے رب اور زمین نے جن چیزوں کو اپنے اندر سمو رکھا ہے اور شیاطین کا پروردگار اور جو انھوں نے گم راہ کیا ہے اور ہواؤں کا رب اور ہواؤں نے جن چیزوں کو اگایا ہے بے شک ہم تجھ سے اس قریہ کے لیے خیر کے خواہاں ہیں اور اس کے باشندوں کی خیر چاہتے ہیں اور اس میں جو کچھ ہے اس کی خیر کے متمنی ہیں اور ہم پناہ چاہتے ہیں تجھ سے اس کے شر سے اور اس کے باشندوں کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے۔ تم اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔

---

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۳۴۴

جب آنحضرتؐ خیبر پہنچے اور یہودیوں کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے کہا: ''مُحَمَّدٌ وَ الْخَمِیْسُ '' محمدؐ اور لشکر اور خمیس لشکر کو کہتے ہیں۔ انھوں نے اپنے مضبوط قلعے بند کر لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَر، خَرِبَتْ خَیْبَر، اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ.

اللہ بڑا ہے خیبر تباہ ہو گیا ہم جب بھی کسی قوم کے آنگن میں (احاطے میں) اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے قتال کا آغاز کر دیا اور شروع کے دنوں میں جنگ باہمی حملے کی صورت میں تھی۔ اور امیر المومنینؑ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ اور جب یہودیوں کے محاصرے میں اضافہ ہوا تو وہ اپنے قلعوں سے نکل کر مسلمانوں سے قتال کے لیے باہر آئے تو رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بلایا اور اُن سے فرمایا: اے ابوبکر تم پرچم لو۔ انھوں نے اسے لیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ گئے مگر کچھ نہ کر پائے اور جب واپس آئے تو وہ قوم کو ملامت کر رہے تھے اور قوم انھیں ملامت کر رہی تھی۔ اور دوسرے دن رسول اللہؐ نے پرچم حضرت عمرؓ بن الخطّاب کے سپرد کیا ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ واپس لوٹ آئے وہ پلٹ کر اپنے ساتھیوں کو بزدل بتا رہے تھے اور فوج انھیں بزدل قرار دے رہی تھی۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ یُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ وَیُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ لَا یَرْجِعُ حَتّٰی یَفْتَحَ اللهُ عَلٰی یَدَیْهِ.

کل میں ضرور بالضرور پرچم اسے عطا کروں گا جو مرد ہو گا بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو گا بھاگنے والا نہیں ہو گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا اور اللہ اور اس کے رسول کو بھی اس سے محبت ہو گی وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹے گا جب تک اللہ اسے اُس کے دونوں ہاتھوں پر فتح عطا نہ فرما دے۔

اس مقصد کے لیے لوگوں کی گردنیں لمبی ہو گئیں اور ان کا خیال علیؑ کی جانب نہیں گیا

اس لیے کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔اور حضرت عمر بن الخطّاب سے ایک روایت میں آیا ہے انھوں نے فرمایا:

مَا اَحبَبتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا یَومَئِذٍ، وَ تَمَنَّیتُ اَن اُعطِی الرَّایَۃَ.

میں نے کبھی امارت وسرداری کو دوست نہیں رکھا سوائے اس دن (یعنی غزوۂ خیبر) کے اور میں نے خواہش کی کہ مجھے پرچم عطا ہو جائے۔(۱)

اور صبح کے وقت لوگ رسول اللہ کے پاس جمع ہوئے اور ہر ایک کو یہی امید تھی کہ رسول اللہؐ اسے بلائیں گے اور اُسے پرچم عطا فرمائیں گے۔سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی نگاہوں کے سامنے بیٹھا تھا پھر میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا پھر میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اس امید میں کہ رسولؐ مجھے بلا لیں کہ اتنے میں حضور انورؐ کی آواز آئی کہ علیؑ کو میرے پاس لے کر آؤ۔لوگ ہر جانب سے چیخنے لگے وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں وہ تو اپنے پیروں کے نیچے جو جگہ ہے اسے بھی نہیں دیکھ سکتے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ان کے پاس پیغام بھیج کر انھیں بلاؤ انھیں نبی اکرمؐ کے پاس لایا گیا۔نبی اکرمؐ نے اُن سے دریافت کیا: اے علیؑ تمھیں کیا شکایت ہے؟ علیؑ نے عرض کی کہ آشوب چشم ہے اس کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا اور سر میں درد ہے۔آنحضرتؐ نے ان سے کہا کہ اے علیؑ بیٹھ جاؤ اور اپنا سر زانو پر رکھ دو۔علیؑ نے ایسا ہی کیا پھر نبی اکرمؐ نے ان کے لیے دعا مانگی پھر اپنے ہاتھوں پر لعاب دہن لگا کر اسے ان کی آنکھوں اور سر پر لگایا تو اس عمل سے ان کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کا درد تھم گیا۔آنحضرتؐ نے اپنی دعائیہ کلمات میں یہ کہا:

اَللّٰھُمَّ قِهِ الْحَرَّ وَ الْبَرْدَ. یا اللہ انھیں گرمی اور سردی سے محفوظ رکھنا۔

اور انھیں پرچم عطا فرما کر کہا:

خُذِ الرَّایَۃَ وَ امضِ بِھَا فَجَبرَئِیلُ مَعَكَ وَ النَّصرُ اَمَامَكَ وَ الرُّعبُ

---

(۱): راجع صحیح مسلم ۱۵:۶ا۱۷۶،۱۷۷ا۔فضائل الصحابہ ۲: ۶۰۳۔مسند الامام احمد ۳: ۳۸۴۔المواہب اللدّنیہ ۱: ۲۸۴

مَبْثُوثٌ فِيْ صُدُوْرِ الْقَوْمِ.

اے علیؑ پرچم لے کر روانہ ہو جاؤ، جبرئیل تمھارے ساتھ ہیں اور نصرت تمھارے پیش پیش ہے اور قوم کے دلوں میں رعب بیٹھ چکا ہے۔ اور اے علیؑ جان لو! انھوں نے اپنی کتابوں میں یہ موجود پایا ہے کہ جو شخص انھیں ہلاک کرے گا اس کا نام ایلیا ہوگا جب ان سے تمھاری مڈبھیڑ ہو تو کہنا: انا علی۔ میں علی ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ شکست سے دوچار ہو جائیں گے۔(۱)

زینی دحلان نے اپنی کتاب سیرت میں بیان کیا ہے۔ حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے جیسا کہ انھوں نے کہا کہ جب حضرت علیؑ جنگ خیبر کے موقع پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

يَا عَلِيُّ! وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، إِنَّ مَعَكَ مَنْ لَا يَخْذُلُكَ، هٰذَا جِبْرَئِيْلُ عَنْ يَمِيْنِكَ، بِيَدِهٖ سَيْفٌ لَوْ ضَرَبَ بِهِ الْجِبَالَ لَقَطَعَهَا، فَاسْتَبْشِرْ بِالرِّضْوَانِ وَالْجَنَّةِ. وَيَا عَلِيُّ! أَنْتَ سَيِّدُ الْعَرَبِ وَأَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ.(۲)

اے علیؑ جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم تمھارے ساتھ وہ ہے جو کبھی تمھیں تنہا نہ چھوڑے گا، یہ جبرئیلؑ تمھارے دائیں طرف ہیں جن کے ہاتھ میں تلوار ہے اگر وہ اس تلوار سے پہاڑ پر ضربت لگائیں تو اسے کاٹ کر رکھ دیں۔ تمھیں رضوان اور جنت کی بشارت ہو۔ اور اے علیؑ تم سیّد العرب ہو اور میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں یہودیوں سے قتال کرنے کے لیے روانہ کیا اور اُن سے فرمایا:

اِذْهَبْ. فَقَاتِلْ: حَتّٰى يَفْتَحَ اللهُ (عَزَّ وَجَلَّ) عَلَيْكَ، وَلَا تَلْتَفِتْ.

جاؤ اور قتال کرو یہاں تک کہ اللہ عزوجل تمھیں کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور کسی

(۱): الارشاد للشیخ المفید

(۲): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان

جانب بھی التفات نہ کرنا۔

علی علیہ السلام تھوڑی دور چلے پھر رک گئے اور بغیر مڑے ہوئے فرمایا:

یَارَسُوْلَ اللہِ، عَلٰی مَا اُقَاتِلُ النَّاسَ ؟

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کس بات پر لوگوں سے قتال کروں؟

توآنحضرتؐ نے فرمایا:

قَاتِلْھُمْ حَتّٰی یَشْھَدُوا "اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، وَ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللہِ" فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْکَ دِمَاءَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ.

اے علیؑ تم اُن سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ گواہی دینے لگیں یعنی ''اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللہِ'' کہیں اگر انھوں نے ایسا کرلیا تو انھوں نے تم سے اپنی جان اور اپنے مال کو بچالیا۔

پھر امیر المومنینؑ ھرولہ (تیز تیز چلنا) کرتے ہوئے دشمنوں کی طرف بڑھے اور مسلمان ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے یہاں تک کہ انھوں نے اپنا پرچم قلعہ کے نیچے گاڑ دیا۔قلعہ کے اوپر سے ایک یہودی ان پر نمودار ہوا اس نے کہا: تم کون ہو؟ حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا: علی بن ابی طالبؑ۔تو یہودی نے کہا: اس توریت کی قسم جو موسیٰ پر نازل ہوئی تم غالب آجاؤ گے۔(۱)

پھر یہودی قتال کے لیے نکل کر آئے، ان کے آگے آگے ان کے مشہور بہادر تھے جن کی شجاعت اور بہادری ضرب المثل تھی جنھوں نے مسلمانوں کو کئی بار شکست دی تھی ان میں حارث ابوزینب تھا، مرحب کا بھائی جو مسلمانوں کے خلاف حملے کی قیادت کررہا تھا۔امام علی علیہ السلام اس کے درپے ہوئے اور اسے قتل کردیا۔ یہودی شکست کھا کر قلعہ کے اندر چلے گئے۔اب اُن کی جانب مرحب بڑھا اپنی شجاعت پر اتراتا ہوا اور مغرورانہ چال چلتا ہوا اس

(۱): السیرۃ النبویہ الزینی دحلان ۲:۲۰۱۔ وعند ابن ھشام ''علوتم و ما أنزل علی موسیٰ'' جو کچھ موسیٰ پر نازل ہوا اس کی قسم تم سربُلند رہو گے۔

نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں وہ دو تلواریں حمائل کیے ہوئے تھا اور اس نے دو عمامے باندھ رکھے تھے اور اس کے اوپر اس نے خُود اور پتھر پہنا ہوا تھا جس میں انڈے جتنا سوراخ تھا اور اس کے پاس ایسا نیزہ تھا جس کے تین پھل تھے اور وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔(۱)

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبٌ   شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیار سجائے ہوئے ایک تجربہ کار بہادر

اِذِ السُّيُوْفُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ   اَطْعَنُ اَحْيَاناً وَ حِيْناً اَضْرِبُ

جب تلواریں آگے بڑھتی ہیں تو وہ شعلہ جوّالہ بن جاتی ہیں میں کبھی تو نیزہ زنی کرتا ہوں اور کبھی تلواروں کے جوہر دکھاتا ہوں۔

اس کے جواب میں مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَه   كَلَيْثِ غَابَاتٍ شَدِيْدَ الْقَسْوَرَة

میں وہ ہوں کہ میری ماں (فاطمہ بنت اسد) نے میرا نام حیدرہ رکھا تھا۔

میں بیشۂ شجاعت کا شیر ہوں اور سخت حملہ آور اور شیر نیستاں ہوں۔

سورۂ مدثر میں ارشاد باری ہے:

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ. فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ.(۲)

گویا کہ یہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیر کے ڈر سے بھاگ رہے ہیں)

اَكِيْلُكُمْ بِالسَّيْفِ كَيْلَ السَّنْدَرَةِ.

میں تلوار سے تم لوگوں کو ایک ایک کر کے بہت زیادہ قتل کروں گا۔

مرحب میں اور امام علیہ السلام میں ضربتوں کا تبادلہ ہوا، تو مولائے کائنات ؑ نے اپنی تلوار سے ایسی ضربت لگائی جس نے ڈھال کو کاٹا، پتھر کو کاٹا، خود کو کاٹا اور اس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر دیئے یہاں تک کہ تلوار اس کی ڈاڑھوں تک چلی گئی اور وہ گر کر مر گیا۔ اور اکثر

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۲۰۱

(۲): سورہ مدثر: ۵۰، ۵۱

مصادر ومنابع امیر المومنین علیہ السلام کی ضربت کی اس طرح تعریف وتوصیف کرتے ہیں:

''دَوِیٌّ کَالصَّاعِقَۃِ'' تلوار کے چلنے کی آواز بادلوں کے گرجنے جیسی تھی اور بجلی کے چمک کی سی۔

زینی دحلان نے حضرت علی علیہ السلام کے قول کی یہ تعلیل پیش کی ہے جنگ کے آغاز میں آپ نے فرمایا:

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہ، (میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدرہ رکھا ہے) دراصل امام یہ نام بیان کرکے اس خواب کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے جسے مرحب نے رات کے وقت دیکھا تھا کہ کوئی شیر اس کا شکار کررہا ہے۔تو امام عالی مقام نے اپنے قول حیدرہ سے اس جانب اشارہ کیا کہ وہ شیر کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہی وہ اسد یعنی شیر ہے جو اسے چیڑ پھاڑ ڈالے گا۔ جب مرحب نے یہ سنا تو وہ کانپنے لگا اور اس کی ہمّت پست اور کمزور ہوگئی۔(۱)

مرحب کے بعد اس کا بھائی ''یاسر'' میدان میں آیا علیؑ نے اسے بھی لقمۂ جل بنا دیا۔(۲)

امیر الومنین علیہ السلام کا باب خیبر کو اکھاڑنا:

ابو رافع سے ایک مشہور حدیث میں آیا ہے: انھوں نے کہا کہ ہم علی ابن طالب علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے جب رسول اللہؐ نے انھیں اپنا پرچم دے کر بھیجا تھا جب وہ قلعہ کے قریب پہنچے تو اس قلعہ کا باشندہ ان کی جانب بڑھا اور اُن لوگوں سے جنگ شروع کردی اور ایک یہودی نے علیؑ کو تلوار کی ایک ضربت لگائی جسے آپ نے اپنی ڈھال سے بچایا اتفاقاً ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر گئی تو آپ نے قلعہ کے قریب ایک دروازہ پڑا تھا اُسے اٹھالیا اور اسے اپنے لیے ڈھال بنالیا اور جب تک وہ قتال کرتے رہے وہ دروازہ اُن کے ہاتھ میں رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے انھیں فتح سے ہم کنار کردیا پھر جب آپ جنگ سے فارغ

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۲۰۲

(۲): زینی دحلان ۲:۲۰۳

ہو گئے تو آپ نے وہ دروازہ ہاتھ سے نیچے ڈال دیا۔تم نے دیکھا کہ سات افراد تھے اور میں ان میں آٹھواں تھا اور ہم کوشش کر رہے تھے کہ دروازے کو پلٹ دیں لیکن ہم اسے پلٹ نہ سکے۔اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس افراد تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ ستر افراد تھے ان کی کوشش یہی تھی کہ دروازے کو پلٹ دیں۔(۱)

شیخ مفید نے فرمایا کہ جب امیر المومنین علیہ السلام نے مرحب کو قتل کیا تو جو لوگ مرحب کے ساتھ تھے وہ واپس چلے گئے اور انھوں نے قلعے کے دروازے کو ان کے سامنے بند کر دیا۔امیر المومنین علیہ السلام اس کی طرف گئے۔آپ نے اس کے لیے جنگ کی اور آخر کار اسے کھول دیا اور اکثر لوگ جو خندق کے دوسری طرف تھے وہ ان کے ساتھ عبور کر کے دوسری طرف نہیں جا سکتے تھے تو امیر المومنین علیہ السلام نے قلعے کے دروازے کو اٹھا کر خندق پر رکھا اور اسے گویا پُل بنا دیا تا کہ وہ خندق کو عبور کر لیں۔ وہ قلعہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بہت سامال غنیمت انھیں میسّر آیا۔جب وہ قلعہ سے پلٹ کر آئے تو امیر المومنینؑ نے اس دروازے کو اپنے دائیں ہاتھ سے اٹھالیا اور اسے کئی چکّر دے کر زمین پر ڈال دیا اور اس دروازے کو بیس آدمی مل کر بند کرتے تھے۔(۲)

اور جب اس بات کی اطلاع رسول اللہؐ کو دی گئی تو فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ اَعَانَہٗ عَلَیْہِ اَرْبَعُوْنَ مَلَکاً.

جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس بارے میں ان کی مدد چالیس فرشتوں نے کی تھی۔(۳)

امیر المومنین علیہ السلام نے سھل بن حنیف کو ایک خط لکھا تھا اس میں یہ الفاظ لکھے تھے:

وَاللّٰہِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَیْبَرَ وَرَمَیْتُ بِہٖ خَلْفَ ظَھْرِیْ اَرْبَعِیْنَ ذِرَاعاً

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۲۰۱۔بحار الانوار ۱۹:۲۵۔۱؛ارشاد:۶۸۔تاریخ الطبری ۲:۱۳۷

(۲): الارشاد المفید:۶۷

(۳): بحار الانوار ۲۱:۲۶۔امالی الصدوق اور یہ حدیث منقول ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے:۴۱۵

بِقُوَّةٍ جَسَدِيَّةٍ وَ لَا حَرَكَةٍ غِذَائِيَّةٍ لَكِنِّي اُيِّدْتُ بِقُوَّةٍ مَلَكُوتِيَّةٍ وَ نَفْسٍ بِنُورِ رَبِّهَا مُضِيئَةٍ وَ اَنَا مِنْ اَحْمَدَ كَالضَّوْءِ مِنَ الضَّوْءِ. (۱)

خدا کی قسم میں نے باب خیبر کو نہیں اکھاڑا اور اسے چالیس ہاتھ اپنے پس پشت نہیں پھینکا اپنی جسمانی قوّت اور نہ ہی غذائی حرکات وسکنات کے سبب لیکن تائید حاصل تھی ملکوتی طاقت کی اور ایسے نور کی جو نور رب سے روشن تھا اور میری احمدؐ (مجتبیٰ، مصطفیٰ) سے وہی نسبت ہے جو روشنی کو روشنی سے ہوتی ہے۔

زینی دحلان نے کہا: امام عالی مقام نے قلعہ کے پاس ایک دروازہ تھا اسے اٹھا کر اپنے لیے ڈھال بنالیا اور وہ مسلسل ان کے ہاتھ میں رہا اور وہ قتال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کے ہاتھوں قلعہ کو فتح کرادیا پھر انھوں نے اس دروازے کو اپنے ہاتھ سے اپنے پس پشت پھینک دیا اور دروازے کی لمبائی (۸۰) اسّی ہاتھ تھی۔ اس کے بعد ستر آدمی بڑی جدوجہد کے بعد بھی اسے ہلا نہ سکے۔ اس میں بہت سے دلائل ہیں امام عالی مقام کی بے انتہا قوت اور کمالِ شجاعت پر۔(۲)

اور محمد حسین ھیکل نے اپنی کتاب حیاۃ محمدؐ میں کہا کہ حضرت علیؑ نے جب دروازے کو ڈھال کی جگہ اپنے ہاتھ میں لیا تو آپ مسلسل قتال کرتے رہے یہاں تک کہ یہودیوں کو شکست دے دی۔ انھوں نے قلعہ کے گرد خندق کھود دی تھی۔ ان کے ہاتھ میں جو دروازہ تھا مولا نے اسے خندق پر پُل بنا دیا اور مسلمان اسے عبور کرکے قلعے کی عمارت کے اندرونی حصے تک پہنچ گئے اور یہ اس وقت ممکن ہوا جب یہودیوں کا قائد قتل کر دیا گیا۔(۳)

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ جب ابوبکرؓ وعمرؓ ناکام لوٹ گئے جس وقت ان دونوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے قلعوں کی جانب روانہ کیا تھا لیکن اس نے

---

(۱): بحار الانوار ۲۱:۲۶۔ امالی الصدوق: ۴۱۵

(۲): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۲۰۱

(۳): حیاۃ محمدؐ لمحمد حسین ھیکل: ۳۵۷، ۳۵۸

ان دونوں کے نام بیان نہیں کیے پھراس نے حدیث رایت کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے اسے حضرت علیؑ کے سپرد کیا تھا پھراس نے باب خیبر کے اکھاڑنے کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ ہمیں اس بات پر تعجب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خیبر کو علیؑ کے ہاتھوں فتح کرادیا لیکن ہمیں اس بات پر تعجب ہے کہ انھوں نے قلعہ کے دروازے کو کیسے اکھاڑا اور اسے کیسے پیچھے کی طرف چالیس ہاتھ دور پھینک دیا۔ چالیس لوگوں نے اسے مل کر اٹھانا چاہا تو اٹھا نہ سکے۔ انھوں نے جب نبیؐ کو یہ بتایا تو نبیؐ نے انھیں اس بات سے باخبر کیا اور فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ اَرْبَعُوْنَ مَلَکاً.

اس دروازے کے اکھاڑنے میں چالیس فرشتوں نے ان کی مدد کی تھی۔(۱)

حسان بن ثابت نے اس واقعہ کو اشعار کی صورت میں بیان کیا ہے:(۲)

وَ کَانَ عَلِیٌّ اَرْمَدَ الْعَیْنِ یَبْتَغِی دَوَاءً فَلَمَّا لَمْ یُحِسَّ مُدَاوِیاً

اور علیؑ تو آشوب چشم میں مبتلا تھے اور دوا کے متلاشی تھے پھر جب کوئی دوا کام نہ آئی

شَفَاهُ رَسُوْلُ اللهِ مِنْهُ بِتَفْلِهٖ فَبُوْرِکَ مَرْقِیّاً وَ بُوْرِکَ رَاقِیاً

رسول اللہؐ نے انھیں اپنے لعاب دہن سے شفا بخش دی بابرکت ہے وہ جس کا علاج کیا گیا اور جس نے ان کا علاج کیا

وَقَالَ سَاُعْطِی الرَّایَةَ الْیَوْمَ ضَارِباً کَمِیّاً مُحِبّاً لِلرَّسُوْلِ مُوَالِیاً

اور آنحضرتؐ نے فرمایا میں آج پرچم اسے عطا کروں گا جس کی تلوار شمشیر براں ہوگی وہ ناپ تول کر حملہ کرتا ہوگا وہ رسولؐ کا محب اور چاہنے والا ہوگا۔

یُحِبُّ الْاِلٰهَ، وَ الْاِلٰهُ یُحِبُّهٗ بِهٖ یَفْتَحُ اللهُ الْحُصُوْنَ الْاَوَابِیَا

وہ اللہ کو دوست رکھتا ہوگا اور اللہ اسے دوست رکھتا ہوگا اور اسی کے ذریعے سے اللہ تبارک وتعالیٰ دور دراز قلعوں کو فتح یابی سے ہم کنار کردے گا۔

---

(۱): بحار الانوار ۲۱:۲۶۔ امالی الصدوق: ۴۱۵

(۲): الارشاد: ۶۷

فَاَصْفٰی بِهَا دُوْنَ الْبَرِیَّةِ کُلِّهَا عَلِیّاً وَ سَمَّاهُ الْوَزِیرَ الْمُوَاخِیَا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے علیؑ کو پوری کائنات میں سے منتخب کرلیا اور انھیں وزیر اور بھائی بنا دیا۔

قول کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث رائیت، پرچم والی حدیث اور قتل مرحب اور باب خیبر کا اکھاڑا جانا مشہور و معروف احادیث میں سے ہے اور اکثر مؤرخین نے ان کا تذکرہ کیا ہے سوائے ابن ہشام کے انھوں نے ذکر کیا ہے کہ جس نے مرحب کا قتل کیا وہ محمد بن مسلمہ تھا انھوں نے یہ ابن اسحاق سے نقل کیا ہے اور یہ ایک شاذ رائے ہے جسے باطل کر دیتا ہے اجماع اور مؤرخین کا تواتر جنھوں نے ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے کس طرح مرحب سے جنگ لڑی اور اسے قتل کیا۔

سَرِیَّہ محمد بن مسلمہ کیوں؟

مؤرخین نے محمد بن مسلمہ کو خاص اہمیت دی ہے اور اس کا بہت بڑا دَور قرار دیا ہے۔ اور اُسے مرکزی حیثیت عطا کی ہے حالانکہ اس نے جو کام انجام دیئے ہیں اس کی وجہ سے وہ اہمیت کا حق دار نہیں ہے۔ آغاز میں اس کی شرکت مسلمانوں کی ایسی جماعت میں رہی جنھوں نے کعب بن الاشرف کو دھوکا دیا اور ایسے ہی واقعات سے گزرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کی طرح اس میں شریک رہا۔ بلکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس نے اس سریہ کی قیادت میں بزدلی دکھائی جس میں رسول اللہؐ نے اسے ذِی الْقِصَّہ کی طرف بھیجا تھا۔

ہوا یہ کہ وہ اور اس کے ساتھی سو گئے اور انھوں نے سونے کے دوران اپنے دشمنوں کو موقع فراہم کیا کہ وہ اس سَرِیَّہ پر حملہ آور ہو جائیں اور اس سریہ میں سوائے اس کے اور کسی نے نجات نہ پائی۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ اس نے قتل سے نجات کیسے پائی جب کہ وہ محوِ خواب تھا اس لیے کہ اس سے فرار بھی ممکن نہیں ہے کہ کہیں کہ وہ خود بھاگ گیا اور اپنے ساتھیوں کو چھوڑ گیا اور نہ ہی اس نے قتال کی کہ ہم یہ کہیں کہ اس نے قتال کی اور اپنے آپ کا دفاع کیا اور نجات پا گیا۔ دشمنوں نے اسے سوتا ہوا پایا اور اس کے ساتھیوں کو بھی سوتا ہوا دیکھا۔

انھوں نے اس کے ساتھیوں کو توقتل کر دیا اور صرف اسے زندہ وسلامت چھوڑ دیا تا کہ وہ تنہا مدینہ واپس چلا جائے۔ یہ بتاؤ کہ کہاں گئی اس کی شجاعت، اس کا اخلاص اور اس کا جہاد اور مؤرخین کی جانب سے اسے جو القاب دیئے گئے اور اس کی شان وشوکت بیان ہوئی اور اس کی عظمت بیان کی گئی وہ کہاں سے آئی؟

جب کہ ابن ہشام نے یہ بات انتہا تک پہنچادی اور ہر مؤرخ کی مخالفت کی اور مرحب کے قتل کی نسبت اس مسلمہ کی طرف دے دی۔ باوجودیکہ امیر المومنینؑ اپنے جملہ اقوال اور افعال میں صادق ہیں اور آپ عمارؓ بن یاسر سے محمد بن مسلمہ کا خود سے انحراف کا سبب یہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ہی وہ ہیں جنھوں نے خیبر کی جنگ میں اس کے بھائی مرحب یہودی کو قتل کیا تھا اور شاید محمد بن مسلمہ مرحب کا رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھا۔(۱)

ابن مسلمہ کی شخصیت کی تعظیم وتکریم اس کی محبت کے سبب نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ علیؑ کے بُغض میں ہے۔ اور اسی طرح اس مصنوعی حاکم پر اعتماد کی وجہ سے ہے جو وفات رسولؐ کے بعد خلافت کی مسند پر بیٹھ گیا تھا۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پر حملہ کیا تھا اور یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت زبیرؓ کی تلوار توڑ دی تھی۔

سید مرتضیٰ عسکری نے اپنی کتاب معالم المدرستین میں ان تمام افراد کا ذکر کیا ہے جو وحی ورسالت کے گھر یعنی بیت زہراؑ پر حملہ آور ہوئے تھے۔(۲)

اور یہ محمد بن مسلمہ حضرت عمر بن الخطّاب کے ثقہ قابل بھروسا، معتمد اور مقرّب لوگوں میں سے تھا۔ وہ اپنے ہر مخفی اور پوشیدہ معاملات کو اس کے سپرد کرتے تھے اور انھوں نے ابن مسلمہ کو ایک خاص مہم پر روانہ کیا اور وہ انصار کے سردار سعد بن عبادہ کا قتل تھا جو خالصۃً

---

(۱): الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ ۱: ۴۳

(۲): معالم المدرستین: ۱۲۶

سیاسی مقاصد کے لیے تھا اور اس نے یہ کام نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دیا اور سعد بن عبادہ اس کے ہاتھوں دھوکے سے مارے گئے۔(۱)

یہ سب وہ کارستانیاں ہیں جنھیں محمد بن مسلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اہل بیت نبیؑ کے خلاف بجالایا۔ جب خلافت کے لیے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی گئی جس پر تمام امت کا اجماع ہے تو یہ وہ شخص تھا جس نے مولا علیؑ کی بیعت سے انکار کر دیا اور ان کے ساتھ شریک ہو کر کسی جہاد میں حصہ نہیں لیا، یہ دلیل دیتے ہوئے کہ اس نے رسول اللہؐ سے ایسی حدیث سنی ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ اپنی تلوار توڑ دو گھر میں بیٹھے رہو اور کسی کے ساتھ مل کر قتال نہ کرو اگر رسول اللہؐ کی وفات کے بعد کوئی فتنہ جنم لے۔ مولا علی علیہ السلام کی بیعت کے بعد یہ روایت بن مسلمہ کو یاد رہی یعنی وفات رسول اکرمؐ کے ۲۵ سال بعد اور اس وقت اس کو یہ حدیث یاد نہ آئی جب اُس نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پر اپنے قائد کے حکم سے حملہ کیا تھا اور جب ان لوگوں نے رسالت و وحی کے گھر کو جلانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس وقت ان کو وہ حدیث یاد نہ آئی جب اس وقت کے قابض حاکم کی طرف سے جو معاملات اس کے سپرد کیے گئے تھے اس نے اُن کے نفاذ کی کوشش کی۔ اور ہم یہ نہیں جانتے کہ کیا زہراؑ کا گھر ابن مُسلمہ کی نظر میں کفر و الحاد کا گھر تھا جس کا جلانا اس میں رہنے والوں سمیت اس کے لیے جائز تھا؟ اور اس گھر میں جو بھی موجود تھے کیا اُن کے قتل کی اجازت دی تھی؟ جب کہ نبی اکرمؐ نے اسے وصیّت کی تھی کہ جب فتنے اور مشکلات در پیش ہوں تو اپنے گھر میں بیٹھے رہنا۔ کیا اہل بیتؑ اُس کی نظر میں جلائے جانے اور مار دیئے جانے کے قابل تھے محض اس وجہ سے کہ انھوں نے حاکم وقت کی مخالفت کی تھی یا یہ انحراف اور سیاسی حرص و طمع ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ پر جھوٹ ہے کہ ایسی حدیث گھڑ کر لوگوں کو گم راہ کیا جائے اور وہ حق کی رسوائی اور باطل کی نصرت کا سبب بن جائے۔

---

(۱): معالم المدرستین: ۱۳۳

صفیّہ اُمّ المومنین:

امیر المومنین علیہ السلام نے جب قلعۂ قَموص کو فتح کرلیا تو آپ نے صفیہ بنت حُیّیِ بن اخطب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔آنحضرتؐ نے انھیں خود کے لیے منتخب کرلیا اور صفیہ نے خواب میں دیکھا تھا، جب کہ یہ کنانہ بن ربیع کی دلہن تھی۔کہ ایک چانداس کی گود میں آگرا ہے اس نے اپنا خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم نے حجاز کے بادشاہ محمدؐ کی تمنّا کی ہے۔اس نے یہ سن کر اپنے چہرے پر تھپڑّ مارا جس سے اس کی آنکھ سبز ہوگئی۔اسے رسول اللہؐ کے پاس لایا گیا اور اس وقت تک اس کا تھپڑّ کا نشان موجود تھا۔آنحضرتؐ نے اس سے ضربت کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے انھیں اس واقعہ سے آگاہ کیا۔(۱)

اور جب خیبر کے تمام قلعوں پر غلبہ مکمّل ہوگیا تو یہودیوں نے رسول اللہؐ سے التجا کی کہ خوں ریزی کو ان کے لیے روک دیا جائے اور یہ کہ وہ زمین میں معمول کے مطابق کام کاج کریں، آدھا حصہ اُن کے لیے رہے اور بقیہ آدھا مسلمانوں کے لیے مخصوص ہوجائے، نبی اکرمؐ نے یہ بات منظور فرمالی، لیکن یہ شرط عائد کردی کہ آنحضرتؐ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ جب چاہیں گے انھیں بے دخل کردیں گے۔انھوں نے یہ شرط مان لی۔اور جب فدک کے لوگوں نے یہ سنا تو انھوں نے بھی رسول اللہؐ سے ایسی ہی مصالحت کرلی۔تو اس طرح خیبر کو مسلمانوں کے لیے فے کی حیثیت حاصل ہوگئی اور فدک خالصۃً رسول اللہؐ کے لیے تھا اس لیے کہ مسلمانوں نے اس کے حصول کے لیے نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ ہی اونٹ۔(۲)

اور اہل تیماء نے جزیہ پر مصالحت کرلی۔

نبی کو زہر دینے کا حِیلہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو فتح کرلیا تو زینب بنت الحارث، سلام ابن مشکم کی

(۱): سیرۃ ابن ہشام ۳:۳۵۱

(۲): سیرۃ ابن ہشام ۳:۳۵۲

زوجہ نے بھنی ہوئی بکری آنحضرتؐ کی خدمت میں ہدیہ کی وہ اسے لے کر آئی اور اس نے اسے رسول اللہؐ کے سامنے رکھ دیا اور اس وقت اُن کے ساتھ بشر بن البراء معرور بھی تھے۔ رسول اللہؐ نے اس کے بازو (دستی) میں سے کھایا اور گوشت کے ٹکڑے کو آہستہ آہستہ چبانے لگے لیکن وہ اچھی طرح نہیں چبا تو رسولؐ نے اسے منہ سے نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کہ اس ہڈی نے مجھے بتایا کہ اس میں زہر ہے۔ بشر نے اس میں سے کھالیا اور وہ مر گیا۔ پھر رسول اللہؐ نے زینب کو بلوایا تو اس نے اعتراف کرلیا کہ اس نے بکری کے گوشت میں زہر ملایا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا تجھے اس کام پر کس بات نے آمادہ کیا؟ تو اس نے جواب دیا، آپ سے میری قوم کو جو کچھ پہنچا ہے وہ آپ پر مخفی نہیں ہے، میں نے سوچا کہ اگر یہ بادشاہ ہے تو ہمیں اس سے سکون وچین مل جائے گا اور اگر یہ نبی ہے تو اسے اس بارے میں بتلا دیا جائے گا۔ رسول اللہؐ نے اس سے درگزر کیا۔

جعفر بن ابی طالبؑ کا حبشہ سے واپس آنا:

اور جعفر بن ابی طالبؑ اور ان کے اصحاب نجّاشی کے پاس سے فتح خیبر کے بعد واپس لوٹے تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

مَا اَدْرِی بِاَیِّهِمَا اَنَا اُسَرُّ بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ.

مجھے نہیں پتا کہ میں کس بات کی زیادہ خوشی مناؤں خیبر کے فتح ہونے کی یا جعفرؑ کے واپس آنے کی اور رسول اللہؐ نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور انھیں اپنے سینے سے لگالیا۔

غزوۂ وادی القریٰ (۱)

وادی القریٰ کا غزوہ

مسلمان: دو ہزار چھ سو (۲۶۰۰)

مشرکین: وادی القریٰ کے یہودی، اور وہ تعداد اور حرب وضرب کی تیاری میں خیبر کے یہودیوں سے کم درجہ پر ہیں۔

حامل پرچم: الامام علی بن ابی طالب علیہ السلام

غزوہ کے واقعات:

خیبر کے معاملات کو منتہی کرنے کے بعد رسول اللہؐ وادی القریٰ کی جانب روانہ ہوئے اور یہ ایک قریہ ہے جہاں یہودیوں کی ایک جماعت سکونت پذیر تھی۔ آنحضرتؐ نے انھیں اسلام کی دعوت دی جسے انھوں نے قبول نہیں کیا اور انھوں نے قتال اور مقابلے پر اصرار کیا اور ان کے بہادر اور سورما آگے بڑھے تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اُن سب کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؑ نے گیارہ سواروں کو قتل کیا تھا آخر کار انھوں نے ہتھیار ڈال دے اور سر تسلیم خم کر دیا تو نبی اکرمؐ نے ان کے اموال اور ان کے اسلحے پر قبضہ کر لیا اور زمین اور کھجور کے درخت ان کے لیے چھوڑ دیئے جس میں وہ کام کریں اور اس کا آدھا حصہ خود لیں گے ویسا ہی فیصلہ کیا جیسا کہ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کیا تھا۔

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۱۱۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۳: ۲۵۳۔ نھایۃ الارب ۱۷:

۲۶۸

سریّہ عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ

تُرَبہ کی جانب (۱)

مسلمان: ۳۰ تیس

مشرکین: اہل تُرَبہ

مقام: ھوازن کا پچھواڑہ تُرَبہ کی طرف اور یہ عبلاء کے علاقے میں مکّہ مکرمہ سے چار میل صنعاء ونجران کے راستے میں ہے۔

وقت: ماہ شعبان ۷ھ ہجری ۶۲۸ء

نتائج:

دشمنوں کا فرار کرنا اور یہ افراد بغیر کسی نقصان کے مدینہ منورہ واپس آگئے۔

❁❁❁❁☆❁❁❁❁

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۱۷۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۱۳

سریّہ ابوبکرؓ

بَنُوْ کِلَابْ کی طرف نجد میں (۱)

مسلمان: دوریہ قتال

مشرکین: بَنُوْ کِلَابْ نجد میں

مقام: ضریّہ کا علاقہ نجد میں

وقت: ماہ شعبان ۷ ہجری ۶۲۸ء

نعرہ (شعار): آمِت آمِت

نتائج:

مشرکین کی ایک جماعت کو قتل کیا گیا اور دوسروں کو قید کرلیا گیا پھر وہ مدینہ واپس آ گئے۔

❁❁❁❁☆❁❁❁❁

(۱): تاریخ الخمیس ۲:۶۰۔ نھایۃ الارب ۱۷:۲۷۱

سریّہ بشیر بن سعد
فدک کی جانب (۱)

مسلمان: تیس ۳۰ افراد

مشرکین: بنومُرّہ

مقام: فدک

وقت: ماہ شعبان ۷ سنہ ہجری ۶۲۸ء

نتائج:

سریہ کے تمام افراد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے سوائے بشیر بن سعد کے وہ صحیح وسالم مدینہ واپس آ گئے۔

بشیر بن سعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مشیر اور مقربین میں سے تھے اور یہ وہی شخص ہے جس نے طشت میں رکھ کر حضرت ابوبکرؓ کو خلافت پیش کر دی۔ جب اس نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں اُن کی بیعت کی اور وہ نعمان بن بشیر کا باپ ہے جو اموی حکمرانوں کے مقربین میں سے ایک تھا۔

یہ وہ شخص تھا جو پوری زندگی حق کا چہرہ دکھا کر باطل کا ساتھ دیتا رہا۔ یہ صفین میں معاویہ کے ساتھ تھا۔ یہ معاویہ کے معتمد اور موثق قائدین میں سے ایک تھا اور یزید بن معاویہ کا بھی گورنر تھا یہ سب باتیں منفعت بخش نہ ہوئیں جب امویوں کا کام اس سے نکل گیا تو انھوں نے اسے بدترین طریقے سے قتل کر ڈالا۔

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۱۸۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۱۳

سریّہ غالب بن عبداللّٰہ اللّیثی

مَیْفَعَہ کی طرف (۱)

مسلمان: ایک سوتیس (۱۳۰)

مشرکین: بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ

مقام: میفعہ بطن نخل کے پیچھے تھوڑا سا نقرہ کی طرف جاتے ہوئے نجد کے علاقے میں اس کے اور مدینہ کے درمیان آٹھ بُرد ہیں۔
بُرد ۱۲ میل کے فاصلے کو کہتے ہیں۔

وقت: ماہ رمضان ۷ھ ہجری ۶۲۹ء

نتائج:

مشرکین میں سے جن پر غالب آ گئے انھیں قتل کرڈالا اور چوپایوں اور بکریوں پر قبضہ کرلیا۔ اس سریّہ میں اُسامہ بن زید نے ایک ایسے شخص کو قتل کردیا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ رہا تھا۔ نبی اکرمؐ نے اُس سے کہا: کیا تم نے اس کا دل نکال کر دیکھا تھا کہ تم جان لیتے کہ وہ سچّا ہے یا جھوٹا؟ تو اسامہ نے جواب دیا کہ میں آیندہ کسی ایسے شخص سے قتال نہیں کروں گا جو اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ رہا ہو اور اسی عذر کی وجہ سے اسامہ امیرالمومنینؑ کی جنگوں میں شریک نہیں ہوا اور بہت سی مشہور اور صریحی روایات کو فراموش کردیا جن میں رسول اللہؐ نے علیؑ کے لیے فرمایا تھا کہ وہ ناکثین، قاسطین اور مارقین سے قتال کریں گے (جمل، صفین اور نہروان کی طرف اشارہ ہے) اور یہ بھی فرمایا تھا کہ جس طرح نبی نے تنزیل پر قتال کیا تھا علیؑ تاویل کے بارے میں قتال کریں گے اور اس کے علاوہ دیگر احادیث ہیں

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۱۳۔ الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۱۹

جن کے مضامین سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر علیؑ کی جانب ہو کر قتال واجب تھا ان کے دشمنوں کے خلاف جنھوں نے دین کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا نہ کہ دین کے حقیقی حاملین کے خلاف فیصلہ کریں جو اہل بیتؑ عصمت وطہارت تھے سلام اللہ علیہم اجمعین۔ اب اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ اسامہ کی نیت درست تھی تو ایسی روایات بھی موجود ہیں جو بتلاتی ہیں کہ وہ اصحاب جمل کے ساتھ ان کے موقف پر تھے اور اُن کی تائید کر رہے تھے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

سریّہ بشیر بن سعد

یمن اور جبّار کی طرف (۱)

مسلمان: تین سو سوار

مشرکین: غطفان عیینہ بن حصن الفزاری کی قیادت میں

مقام: جناب جوارض غطفان سے تعلق رکھتا ہے اور سلاح اور خیبر اور وادی القریٰ کے مقابل میں ہے۔

وقت: ماہ شوال ۷ سنہ ہجری ۶۲۹ سنہء

سبب: غطفان کا جناب میں اکٹھے ہونا اور عیینہ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ وہ مدینہ کی جانب آہستہ آہستہ بڑھیں گے۔

نتائج:

بنو غطفان بکھر گئے۔ الگ الگ ہو گئے اور سریّہ دو افراد کو قید کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو انھیں چھوڑ دیا گیا اور ایک خاص مقدار میں چوپایوں اور بکریوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ پھر وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

❁❁❁❁☆❁❁❁❁

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۱۴۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۲۷۳

غـزوہ عُمرۃُ القَضَاء

اور اسے عمرۃ القصاص بھی کہا جاتا ہے۔

مسلمان: دو ہزار

مشرکین: قریش کے لوگ

وقت: ماہ ذی القعدہ ۷ سنہ ہجری ۶۲۹ سنہ ء

مدینہ میں جانشین رسولؐ: ابورھم الغفاری (۱)

غزوہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ ذی القعدہ میں مناسک عمرہ کی ادائیگی کے لیے صلح حدیبیہ کی قرارداد کے مطابق تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ساٹھ قربانی کے جانور بھی تھے اور آپ نے اپنے ہتھیار بھی رکھے ہوئے تھے اور احتیاطاً سو گھوڑے بھی لے گئے تھے اور جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اہل مکّہ وہاں سے چلے گئے اور انھوں نے آپس میں باتیں کیں کہ مسلمان تو نہایت تکلیف اور سختی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ جب رسول اللہؐ داخل ہوئے تو آپ نے بازو ظاہر کرنے کے لیے چادر ہٹالی اور دایاں بازو باہر نکال لیا اور فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جو آپ اپنی جانب سے ان کے سامنے اپنی قوّت کا مظاہرہ کرے۔ پھر آپ نے رکن (حجر اسود) کا بوسہ دیا اور آپ نے ھرولہ کیا اور اُن کے ساتھ مسلمان بھی تھے یہاں تک کہ خانۂ خدا اُن سے چھپ گیا تو انھوں نے رکن یمانی کو چوما پھر چلے گئے یہاں تک رکن اسود یعنی حجر اسود کا بوسہ دیا پھر تین طواف کے دوران انھوں نے ھرولہ (تیز تیز چلنا) کیا اور باقی طواف میں معمول کے مطابق چلتے رہے پھر یہی

(۱): ابن ہشام کے نزدیک طولف بن الاضبط الدائلی، راجع سیرۃ ابن ہشام ۴: ۱۲

سنت قائم ہوگئی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن قیام فرمایا پھران کے پاس حُوَیطب بن عبد العزیٰ آئے اور اُن سے کہا کہ آپ کی مدّت قیام ختم ہوگئی ہے لہٰذا آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ پھر رسول اللہ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

سریّہ ابن ابی العوجاء السلمی
بنی سُلیم کی طرف (۱)

مسلمان: پچاس افراد
مشرکین: بنو سُلیم
وقت: ماہ ذی القعدہ ۷ سنہ ہجری ۶۲۹ء
نتائج:

جب سریّہ روانہ ہوا تو اس میں بنی سُلیم کے جاسوس تھے۔ تو اس جاسوس نے جا کر بنو سُلیم کو آگاہ کر دیا اور انھیں ڈرایا تو پھر انھوں نے تیاری کی اور مسلمانوں سے مڈبھیڑ کے لیے آمادہ ہو گئے۔ جب سریّہ وہاں پر پہنچا تو ابن ابی العوجاء نے انھیں اسلام کی طرف بلایا۔ انھوں نے انکار کر دیا پھر تیر اندازی شروع ہو گئی اور بنوسلیم کے لیے مدد آ گئی تو انھوں نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا اور بہت شدید قتال کا بازار گرم ہوا اور سریّہ کے تمام افراد درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے سوائے سریّہ کے قائد کے، وہ زخمی ہو گئے اور مقتولین کے ساتھ پڑے رہے یہ خیال کر کے کہ وہ بھی شہید ہو گئے ہیں انھیں چھوڑ دیا گیا اور وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے اور کہا گیا ہے کہ وہ بھی اصحاب سریّہ کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۲۳۔ تاریخ الخمیس ۲: ۶۵

سریّہ غالب بن عبداللہ اللّیثی

بنی الملوح کی جانب (۱)

(دَوْرِیّۂ قِتَالِیَّہ)

مسلمان: غالب بن عبداللہ کی قیادت میں تعداد دس سے کچھ زیادہ

مشرکین: بنوالملوح کدید میں

مقام: کدید یہ ایک جگہ ہے مکّہ مکرمہ سے ۲۴ میل کے فاصلے پر

وقت: ماہ صفر ۸ سنہ ہجری مطابق ۶۲۹ سنہ ء

نعرہ (شعار): اَمِت اَمِت

نتائج:

غلبہ حاصل کرنا، چوپایوں اور بکریوں پر اور بغیر کسی نقصان کے مدینہ منورہ واپس آجانا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۴: ۲۵۷۔ نہایۃ الارب ۱۷: ۲۷۴

سریّہ غالِب بن عبدُ اللہ للّیثی

فدک کی جانب (۱)

مسلمان: دوسو(۲۰۰)سوار

مشرکین: بنومُرّہ

مقام: فَدَک

وقت: ماہ صفر ۸ ہجری سنہ ۶۲۹ء

نعرہ(شعار):آمِت آمِت

سَرِیَّہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اس سَرِیَّہ کا سربراہ بنا کر زبیر بن العوام کو بھیجیں اور انھیں تیاری کا حکم بھی دے دیا تھا اور اُن سے کہا تھا روانہ ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ تم اصحاب بشیر بن سعد کے نامساعد حالات تک پہنچ جاؤ پس اگر اللہ ان پر تمھیں کامیاب کردے تو پھر ان کے درمیان قیام نہ کرنا۔ اور ان کے ساتھ جانے کے لیے دوسو افراد مہیّا کیے اور انھیں پرچم دے دیا۔ اتنے میں غالب بن عبداللہ اللیثی اپنے سریہ کو لے کر کدید سے واپس آ گئے تو رسول اللہؐ نے زبیر سے کہا تم بیٹھ جاؤ اور آنحضرتؐ نے اُن کی جگہ غالب بن عبداللہ اللیثی کو روانہ کر دیا جو قصد کر کے واپس آیا تھا پھر سریّہ اپنے مقصد کی جانب روانہ ہو گیا۔ بنومُرہ کے کچھ افراد کو قتل کر دیا گیا اور ان لوگوں نے چوپایوں اور بکریوں پر قبضہ کر لیا اور صحیح وسالم مدینۂ منورہ واپس آ گئے۔

اور ہم نہیں جانتے کہ رسول اللہؐ نے زبیر بن العوام کو کیوں تبدیل کیا تھا جیسا کہ لوگ

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۱۲۶۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۲۲۲

کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہؐ کے فارس (سوار) اور بہادر اور بڑے سورما اور ان کے حواری تھے اور بھی بہت کچھ القاب اور محبوبیّت اور عظمت جو انھیں عطا کردی ہے اور اس کی جھوٹی نسبت، فریب کاری کے ساتھ رسولؐ کو دی ہے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

سریّہ شجاع بن وَھب الاَسَدِیُ

ہَوَ ازِنُ کی جانب (۱)

مسلمان: چوبیس سوار

مشرکین: ہَوَ ازِنُ کی جانب

مقام: السّیٔ رکبہ معدن کے پیچھے اور یہ مدینہ منورہ سے پانچ راتوں کے فاصلے پر ہے اور رُکبہ طائف میں ایک جگہ ہے۔

وقت: ماہ ربیع الاوّل سنہ ۸ ہجری مطابق سنہ ۶۲۹ء

نتائج:

یہ سریّہ رات کے وقت سفر کرتا اور دن کے وقت چھپ جاتا یہاں تک کہ صبح تک پہنچ گئے۔انھوں نے بہت سے چو پائے اور بکریاں پائیں،ان سب کو لے کر وہ بغیر کسی نقصان کے مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۲۳۔تاریخ الخمیس ۲: ۷۰

سریّہ کعب بن عُمیر الغفاری

ذاتِ اطلاح کی جانب (۱)

مسلمان: پندرہ

مشرکین: ذاتِ اطلاح میں مشرکین کی بھاری جَمعِیَّت

مقام: ذاتِ اطلاح یہ وادی القریٰ کے عقب میں واقع ہے۔

هِرَقِلٌ/هِرَقْلٌ

وقت: ماہ ربیع الاوّل سنہ ۸ ہجری سنہ ۶۲۹ء

نتائج:

جب سریّہ ذات اطلاح پہنچا تو انھوں نے وہاں مشرکین کی بہت بڑی جَمعِیَّت کو دیکھا انھوں نے اُن کو اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انھوں نے تیروں سے نشانہ بنایا اور قتال کا آغاز ہوگیا۔ سریّہ کے تمام افراد درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے جس میں ان کا قائد بھی تھا۔ صرف ایک شخص زخمی ہو کر مدینہ واپس آیا اور رسول اللہؐ کو اس امر کی اطلاع دی۔ رسول اللہؐ پر یہ معاملہ نہایت شاق گزرا اور آپ نے ارادہ کیا کہ اُن کی طرف انھیں سزا دینے کے لیے کسی سریہ کو روانہ کریں تو یہ پتا چلا کہ وہ لوگ وہاں سے کوچ کر کے کہیں اور چلے گئے ہیں تو آنحضرتؐ نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۲۷۔ نھایۃ الارب ۱۷:۲۷۷

سریّۂ مُوتۃُ الاُمَراء (۱)

اور اسے غزوۂ جَیشُ الاُمَراء بھی کہا جاتا ہے

مسلمان: تین ہزار، تین قائدین کی قیادت میں

۱:۔ جعفر بن ابی طالبؓ، ۲:۔ زید بن حارثہؓ اور ۳:۔ عبداللہ بن رَوَاحہ

مشرکین: دو لاکھ جنگ جُو، ایک لاکھ شرحبیل بن عمرو کے ساتھ اور ایک لاکھ ھرقل کے ساتھ اور وہ بلقاء کی سرزمین مآب میں نازل ہوئے۔

مقام: مُوتہ اور یہ بلقاء کا زیریں علاقہ ہے کرک کے نزدیک اور کرک مضبوط قلعہ ہے شام کی جانب بلقاء کے نواح میں اور بلقاء دمشق سے نیچے ہے۔

وقت: ماہ جمادی الاولیٰ ۸ سنہ ہجری، ۶۲۹ سنہ ء

سبب: حارث بن عُمَیرُ الاُزدِی کا قتل جو بُصریٰ کے بادشاہ کی طرف آنحضرتؐ کے فرستادہ کی حیثیت سے تشریف لے گئے تھے جنھیں شرحبیل بن عمرو الغسّانی نے قتل کیا تھا۔

ہدف (مقصد): شرحبیل بن عمرو الغسّانی سے انتقام اور اس علاقے میں اسلام کی نشر و اشاعت

شہداء کی تعداد: بارہ تھی چار کا تعلق قریش سے تھا اور آٹھ انصار سے تعلق رکھتے تھے۔

---

(۱): بخاری اور ابن اسحاق نے اسے غزوۂ مُوتہ کہا ہے اس لیے کہ اس میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اگرچہ نبی اکرمؐ اس میں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ راجع السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۴: ۱۴

پرچم بردار: حضرت جعفر بن ابی طالب علیہ السلام (۱)

ابن عباس سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ عبداللہ بن رواحہ لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ انھوں نے جمعہ کی نماز رسول اللہؐ کے ساتھ ادا فرمائی۔ جب انھوں نے نماز پڑھی تو نبی اکرمؐ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: اے عبداللہ تمھیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہونے سے کس چیز نے روکا تو انھوں نے کہا: میں چاہتا تھا کہ نماز جمعہ آپ کے ساتھ ادا کروں پھر ان سے جاملوں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: جو کچھ زمین میں ہے اگر تم وہ سب کچھ بھی خرچ کر دو تو پھر بھی تم ان کے صبح کے وقت کوچ کرنے کے ثواب کی برابری نہیں کر سکتے

اور ایک روایت میں ہے:

لَغَزْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا.

اللہ کی راہ میں صبح کے وقت جانا یا شام کے ہنگام جانا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

سریّہ کے واقعات:

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نئی جہات اور جگہوں کی جانب توجّہ مبذول کی جن میں اسلامی پیغام کو عالمی تحقیقی دعوت بنا دیں۔ اور اسی مقصد کے حصول کے لیے نبی اکرمؐ نے خطوط اور مراسلے ان بادشاہوں اور امراء کی جانب بھیجے جو اس زمانے میں جزیرۂ

---

(۱): احادیث میں وارد ہے کہ سریہ کے قائد حضرت جعفر بن ابی طالبؑ تھے۔ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ان پر جعفرؑ کو متعین کیا تھا اگر وہ قتل کر دیئے جائیں تو زید اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ قائد ہوں گے۔ شیخ مفید نے کہا اپنی امالی میں: جب جعفرؑ بن ابی طالبؑ حبشہ سے تشریف لائے تو رسول اللہؐ نے انھیں مُوتہ کی طرف بھیجا اور لشکر کا قائد بنایا اور ان کے ساتھ زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ بحار الانوار ۲۱: ۵۰، ۵۵ اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں ابو عامر سے روایت کی ہے کہ جعفرؑ پرچم بردار تھے۔ اور جب وہ قتل ہو گئے ان کے بعد زید بن حارثہ نے پرچم کو اٹھایا (الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۳۰) اور اس مقام پر کچھ اشعار ہیں جنھیں ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرت میں بیان کیا ہے ۴: ۲۶، ۳۰۔ حسان بن ثابت اور کعب بن مالک کے جو یہ رہنمائی کرتے ہیں کہ سریہ کے قائد جعفر طیارؑ تھے۔

عرب سے باہر موجود تھے۔ انھیں اسلام کی دعوت دی۔ خطوط اور مراسلے کو کسی نے خندہ پیشانی سے قبول کرلیا اور کسی نے مسترد کردیا، کہیں اسے سراہا گیا اور کہیں ظلم اور جفا کے ساتھ اسے ٹھکرادیا گیا۔

مگر شرحبیل بن عمرو الغسّانی نے نہایت ظالمانہ اور سفاکانہ سلوک کیا تھا کہ اس نے رسول اکرمؐ کے فرستادے (ایلچی) حارث بن عمیر ازدی کو قتل کردیا تھا جن کو آنحضرتؐ نے بصریٰ کے بادشاہ کی طرف بھیجا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے واضح چیلنج سمجھا تھا اور ایسا امر جانا تھا جس پر سکوت نامناسب تھا کہ اس طرح غسانیوں کی جرأت بڑھ جائے گی اور ان کے علاوہ دیگر قوتوں کی بھی کہ وہ صحرائے عرب کو مشقت اور مصیبت میں ڈال دیں اور اسلام کے دَارُ السَّلْطَنَتْ پر حملہ کردیں۔ اسی وجہ سے سریہ مُوتہ روانہ کیا گیا تاکہ غساسنہ کو سزا دی جائے اور ان کے علاوہ دوسری قوموں کو بھی تاکہ انھیں اُن کی حدوں میں رکھا جائے۔

یہ وہ سریہ تھا جس کی تعداد تین ہزار افراد پر مشتمل تھی ان کے آگے آگے تین قائدین تھے جعفر بن ابی طالب الطیّار علیہ السلام اور زید بن حارثہؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ۔ جب یہ سریہ شام کی جانب بڑھا تو خود رسول اللہؐ اور موجود مسلمان بھی انھیں الوداع کہنے کے لیے ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سریّہ کا مقصد وارادہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مہینہ کے آغاز میں دشمن پر قابو پالیں۔ رسول اللہؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مہینہ کے آغاز میں۔ لیکن سریّہ کی خبریں روم تک پہنچ گئیں تو انھوں نے اس کے مقابلے کے لیے تیاری کرلی اور انھوں نے دولاکھ جنگ جُو مقابلے کے لیے جمع اور اکٹھا کیے تھے۔ اور جب مسلمانوں کو پتا چلا کہ رومیوں نے اتنی ہولناک افواج جمع کررکھی ہیں تو انھوں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس بات سے مطّلع کردیں تو عبداللہ بن رواحہ نے حصول شہادت کے لیے انھیں ہمّت دلائی کہ ہم رومیوں سے مقابلہ کریں گے اور ایسا خطبہ دیا جس نے ان کے جذبۂ شوق کو بھڑکا دیا۔ وہ سب کے سب بلقاء کی طرف روانہ ہوگئے کیوں کہ رومی وہیں پر تھے۔ مسلمانوں نے قریۂ مُوتہ کو منتخب کیا کہ اس میں خود کو محفوظ بنالیں اور انھوں نے

نہایت سوچ سمجھ کر اپنی افواج کو مُرتّب کیا تا کہ وہ منظّم طریقے سے پوری دل جمعی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ انھوں نے میمنہ اور میسرہ پر ایسی قوت کو متعین کیا جہاں تک دشمن کی نظریں بھی نہ جا سکیں۔

اور معرکہ کا آغاز اس وقت ہوا جب رومیوں کا بڑا لشکر مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ مسلمانوں نے دفاع کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ تینوں قائدین نے باری باری بہترین انداز میں جہاد کرتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔ سریّہ کے قائد جعفر طیارؓ کے دونوں بازو اس معرکے میں قطع کر دیئے گئے اور وہ شہید ہو کر گر پڑے، ان کے جسم پر ۲۷ ضربتوں اور نیزوں کے نشان تھے جو تلواروں اور نیزوں کے ذریعے کیے گئے تھے۔(۱)

اسی وجہ سے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا:

لَقَدْ اَبْدَلَهُ اللهُ بِهِمَا جَنَاحَيْنِ يَطِيْرُ بِهِمَا فِي الْجَنَّةِ.

اللہ تعالیٰ نے دو بازوؤں کے بدلے میں انھیں دو پر عطا کر دیئے ہیں جن کے ذریعے وہ جنت میں محو پرواز ہیں۔ اسی لیے ان کا نام طیّار رکھا گیا۔

اور پرچم کے ستون کو ان کے جسم اطہر میں گڑا ہوا پایا گیا۔ جب تک وہ زمین پر نہ آئے انھوں نے خود سے پرچم رسول اللہؐ کو جدا نہ کیا۔(۲)

تینوں قائدین کی شہادت کے بعد مسلمانوں پر نہایت سخت اور سنگین لمحات گزرے۔ لشکر ایک بڑے دشمن سے الجھا ہوا تھا اور ایسا کوئی قائد نہ بچا تھا جو ان کی قیادت کرتا اور صفوں کو منظّم کرتا لہٰذا انھوں نے پرچم خالد بن ولید کے حوالے کر دیا جسے بار بار دیا گیا لیکن اس نے آغاز میں اسے قبول نہیں کیا۔ اس نے یہ طے کیا کہ معرکہ سے منہ موڑ لیا جائے اور وہ شکست خوردہ لشکر کو لے کر مدینۂ منورہ واپس آ گیا۔ جنھوں نے جیش مُوتہ (موتہ کے لشکر) کا

---

(۱): التنبیہ والاشراف: ۲۳۱ا میں نوے سے زیادہ سامنے کی طرف تھے

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۴: ۲۰

اور اس کے شکست خوردہ قائد کا اس طرح استقبال کیا کہ وہ کہہ رہے تھے:

یَا فَرَّارُ فَرَرْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ.(۱)

اے بھگوڑو! تم نے راہ خدا میں فرار کو قبول کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ ان کی معنویات کو رفعت عطا کریں اور شکست کے اثرات کو کم کریں تو آپ نے فرمایا:

لَیْسُوْا بِفَرَّارٍ وَلٰکِنَّھُمُ الْکَرَّارُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ.

یہ بھگوڑے نہیں بلکہ اگر اللہ نے چاہا تو یہ کرار (بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والے) ہوں گے۔

اس معرکہ کے نمایاں نتائج یہ ہوئے کہ اس نے رومیوں کے دلوں اور ان کے کارندوں کے دلوں میں دور رس اثرات چھوڑ دیئے۔ جب انھوں نے مسلمانوں کی بسالت شجاعت، دلیری اور بہادری کو دیکھا جنھوں نے قربانی اور فداکاری کی اعلیٰ ترین تحریر رقم کی۔ اسی وجہ سے اس کے بعد انھیں جرأت نہیں ہوئی کہ غزوۂ تبوک میں وہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں۔ جس طرح مُوتہ کی جنگ نے بھی انھیں خوف زدہ کر دیا تھا کہ مدینۂ منورہ سے کسی لشکر کا آکر صحراء میں پھیل جانا اور مقابلہ کرنا مزید برآں اس غزوہ نے دور رس اثرات چھوڑے ہیں وہ مسلمانوں سے بہت متاثر ہوئے اسی وجہ سے اکثر قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اس منطقہ میں اسلام طاقت ور سیاسی عنصر کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اور ہم اس میں مزید کہیں گے کہ معرکۂ مُوتہ ایک ایسا معرکہ تھا جس نے بہت سی معلومات فراہم کر دیں جن سے مسلمانوں کو بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ رومی لشکر اور ان کے کارندوں کے خواص اور اوصاف کی کافی حد تک معرفت حاصل ہو گئی۔ اور ان کے جنگ کرنے کے ڈھنگ اور طور طریقے سے بھی واقفیت حاصل ہوئی۔

---

(۱): نھایۃ الارب ۱۷: ۲۸۴

سریہ ذات السلاسل (۱)

مسلمان: پانچ سو، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی قیادت میں

مشرکین: بدوؤں کی کثیر تعداد جو وادی رمل میں اکٹھے ہو گئے تھے

مقام: ذات السلاسل اور یہ وادی القریٰ کے پیچھے کا علاقہ ہے اور اس کے اور مدینہ درمیان دس دنوں کا فاصلہ ہے۔(۲)

وقت: ماہ جمادی الثانیہ ۸ سنہ ہجری، ۶۲۹ سنہ ء (۳)

سبب: وادی رمل میں عرب کے بدوؤں کا یکجا ہونا تا کہ وہ مدینۂ منورہ پر حملہ آور ہوں۔

نازل ہونے والی آیتیں: اس سریہ کی شان میں سورۃ العادیات نازل ہوئی

سریہ کے واقعات:

مؤرخین کی جماعت نے ذکر کیا ہے کہ عرب کے بدوؤں کی بہت بڑی تعداد وادی رمل میں جمع ہوئی اور انھوں نے مدینۂ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک بدوی آیا اور نبی اکرمؐ کو ان کے اجتماع کے بارے میں بتلایا اور یہ کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں تو نبی اکرمؐ

---

(۱): الارشاد: ۶۰۔ بحار الانوار ۲۱: ۶۸۔ اعلام الوریٰ طبری ۱: ۳۸۲۔ کشف الغمہ للاربلی ۱: ۲۳۰۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۶۴۴

(۲): امتاع الاسماع ۱: ۳۵۲

(۳): اور کہا گیا ہے کہ ۷ سنہ ہجری میں ہوئی اور اس کا یقین کیا ہے ابن ابی خالد نے کتاب صحیح التاریخ میں اور ابن اسحاق نے کہا (انها كانت قبل سريه مُوته) یہ سریہ موتہ کے پہلے تھا راجع تاریخ الخمیس ۲: ۷۵

نے اُن کی طرف حضرت ابوبکرؓ کو روانہ کیا۔ مسلمانوں کے ساتھ ایک سریہ میں انھوں نے فیصلہ کرنے میں بزدلی دکھائی اور مدینۂ منورہ واپس آ گئے۔ حضورؐ نے ان کی جگہ حضرت عمرؓ بن الخطّاب کو روانہ کیا، وہ بھی ان کی جگہ عادت کے مطابق بزدل ثابت ہوئے اور واپس آ گئے۔ پھر آنحضرتؐ نے عمرو بن العاص کو ان کی طرف بھیجا، وہ بھی بزدلی کا شکار ہوئے آخر کار حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو وادی رمل کی جانب روانہ کیا۔

اور وادی رمل کا علاقہ جغرافیائی اور عسکری اعتبار سے نہایت پُر پیچ علاقہ تھا اس پر طُرفہ یہ کہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور انھیں ان راستوں کا علم تھا وہ قتال کی کیفیت سے آگاہ تھے اور ان کی دشنام طرازی اس کے خطرات کو اور بڑھا رہی تھی، امیر المومنین علیہ السلام اس مہم کے خطرات اور صعوبتوں سے آگاہ تھے لہٰذا اسی لحاظ سے تیّاری کر رہے تھے۔ ان کے پاس ایک ایسا عمامہ تھا جسے وہ اس وقت پہنتے تھے جب نبی اکرمؐ انھیں کسی سخت اور مشکل معاملے کے لیے روانہ کرتے تھے۔ حضرت علیؑ گھر میں آئے اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے وہ عمامہ طلب کیا۔ انھوں نے دریافت کیا اب کہاں کا ارادہ ہے؟ اور میرے والد آپ کو کس طرف روانہ کر رہے ہیں؟ علیؑ نے فرمایا: وادی الرمل تو حضرت فاطمہؑ ازروئے ترحم ان پر رونے لگیں۔

نبیؐ آئے اور فاطمہؑ کی یہ حالت دیکھی، آپ نے دریافت کیا: اے فاطمہؑ تم کیوں اشک بار ہو؟ کیا اس بات سے خوف زدہ ہو کہ تمھارا شوہر قتل کر دیا جائے گا، ان شاءاللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا تو مولا علیؑ نے کہا نہیں یا رسول اللہؐ آپ جنت کو مجھ سے دور نہ کیجئے۔ پھر امامؑ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ نبی اکرمؐ کا پرچم تھا اور وہ وادی الرمل کی جانب رواں دواں تھے۔ اور ایسے راستے پر جا رہے تھے جو وادی الرمل کی طرف نہیں جاتا تھا یہاں تک کہ اُن کے اصحاب کو یہ شک گزرا کہ وہ وادی الرمل کے علاوہ کہیں اور جا رہے ہیں۔ پھر آپؑ دوسرے راستے پر چلے جس میں بہت سے نشیب و فراز تھے جو اس مذکورہ وادی تک پہنچا رہا تھا۔ حضرت علیؑ رات کے وقت سفر کرتے تھے اور دن کے وقت پوشیدہ ہو جاتے تھے اور

آپ نے وادی تک پہنچنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو پوشیدہ رہنے اور نہایت آرام آرام سے چلنے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ خود بنفس نفیس آگے بڑھ کر جگہ سے واقفیت حاصل کر رہے تھے اور جب آپؑ کے ساتھ کچھ لوگوں کو کامیابی کا علم ہو گیا تو انھوں نے چاہا کہ آپؑ کے عسکری ارادوں کو کمزور کر دیں بالخصوص وہ لوگ جو سابق میں بزدلی کا مظاہرہ کر چکے تھے جنھیں وادی کی طرف بھیجا گیا تھا۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام نے انھیں ایسا موقع فراہم نہیں کیا اور ان کی بری نیّتوں کو جان لیا اور اس طرح ان کے منصوبوں کو کمزور بنا دیا۔

پھر امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی صف بندی کی یہاں تک کہ جب سب نے نماز فجر پڑھ لی تو انھوں نے دشمن پر حملہ کر دیا جب کہ وہ اس بات سے غافل تھے اللہ نے اُن پر قابو دے دیا اور انھوں نے اُن لوگوں کو شکست دے دی اور ان میں کافی لوگوں کو قیدی بنا لیا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصرت کی بشارت دی اور ''سورۃ العادیات'' لے کر نازل ہوئے تو نبیؐ نے باہر آکر مسلمانوں کو اس کامیابی کی بشارت دی جسے امام علی علیہ السلام نے ثابت کر کے دکھا دیا اور آنحضرتؐ نے اصحاب کو حکم دیا کہ ان کے استقبال کے لیے گھروں سے نکل کر باہر آئیں۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؑ کی آمد پر وہ لوگ استقبال کے لیے باہر نکلے۔ جب حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہؐ کو دیکھا تو سواری سے اتر پڑے اور اُن کے قدموں کی طرف جھکے تا کہ ان کا بوسہ لیں تو رسول اللہؐ نے ان سے کہا: اے علیؑ تم سوار ہو جاؤ اللہ اور اس کا رسولؐ تم سے راضی ہیں۔ امیر المومنینؑ یہ سن کر گریہ کُناں ہوئے، یہ خوشی کے آنسو تھے۔ پھر نبی اکرمؐ نے ان سے فرمایا:

يَا عَلِيُّ لَوۡ لَا اَنِّیۡ اُشۡفِقُ اَنۡ تَقُوۡلَ فِيۡكَ طَوَائِفُ مِنۡ اُمَّتِيۡ مَا قَالَتِ النَّصَارٰی فِي الۡمَسِيۡحِ عِيۡسَی ابۡنِ مَرۡيَمَ لَقُلۡتُ فِيۡكَ الۡيَوۡمَ مَقَالَةً لَا تَمُرُّ عَلٰی مَلَأٍ مِنَ النَّاسِ اِلَّا اَخَذُوا التُّرَابَ مِنۡ تَحۡتِ قَدَمَيۡكَ.(۱)

اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ اے علیؑ تمھارے بارے میں میری اُمّت کے لوگ وہ الفاظ

(۱): مجمع البیان ۶: ۲۱۲۔ تفسیر المیزان ۲۰: ۳۴۷۔ بحار الانوار ۲۱: ۶۶۔ وارشاد المفید: ۶۰، ۶۲

کہنے لگیں جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا تو پھر میں تمھارے بارے میں آج ایسی بات بیان کرتا کہ جب تم لوگوں کے درمیان میں سے گزرتے تو تمھارے قدموں کے نیچے کی مٹی اٹھا کر آنکھوں سے لگاتے۔

سورۃ العادیات کا اس سریّہ میں نازل ہونا:

درج ذیل بیانات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

۱:۔ شیخ طبرسی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے: یہ سورہ اس وقت نازل ہوا کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو ذات السّلاسل کی جانب روانہ کیا تھا تو علیؑ نے ان پر حملہ کیا تھا اس سے پہلے جب ان لوگوں کی طرف ان کے علاوہ دیگر صحابہ کو روانہ کیا تھا وہ سب کے سب خائب و خاسر رسول اللہؐ کی خدمت میں واپس آئے۔ یہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور اس کے کئی طرق ہیں۔

۲:۔ شیخ مفید نے کہا: کہ اکثر سیرت نگاروں نے یہ ذکر کیا ہے کہ ان جنگ جوؤں کے لیے نبی اکرمؐ پر ''وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا'' کا نزول ہوا اور یہ اس کیفیت پر مشتمل ہے جو کچھ علی علیہ السلام نے اس جنگ میں انجام دیا ہے۔(۱)

۳:۔ اور تفسیر فرات بن ابراہیم میں راویوں کے تسلسل کے ساتھ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب انھوں نے سریّہ کے واقعات کو تذکرہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور خالد بن ولید کے خائف اور مضطرب ہونے کا ذکر کیا اور ان کی بزدلی کا قصّہ بیان کیا اور مشرکین کے خلاف فیصلہ کرنے میں حضرت علیؑ کی کامیابی کو بیان کیا، فرمایا کہ جبرئیل امینؑ رسول اللہؐ پر نازل ہوئے اور کہا یا محمدؐ:

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا. فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا. فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا. فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا. فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا.

---

(۱): بحار الانوار ۲۱: ۸۲، ۸۳۔ ارشاد المفید: ۶۲

سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو پتھروں پرسُم مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں۔ پھر صبح ہوتے ہی دشمن پر یلغار کر دیتے ہیں۔ پھر اس جگہ سے وہ گرد وغبار اڑاتے ہیں۔ پھر اسی حالت میں کسی مجمع کے اندر دَر آتے ہیں۔

انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَخَالَطَ الْقَوْمُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ وَجَاءَتُ الْبَشَارَةُ.

ربّ کعبہ کی قسم قوم مخبوط الحواس ہوگئی ہے فرمایا اور خوش خبری آ گئی ہے۔

۴:۔ ابوذر الغفاری رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے جب سریہ کے واقع ہونے کا ذکر کیا اور جسے ڈرنا تھا اس کے ڈرنے اور خوف زدہ ہونے کا ذکر کیا اور اپنی مہم میں حضرت علیؑ کی کامیابی کا تذکرہ آیا تو فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر نازل فرمایا: **وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا**۔(۱)

۵:۔ سلمان فارسی رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے آپ نے جب سریّہ کے واقعات کا ذکر کیا تو اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نبیؐ پر ''**وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا**'' نازل فرمائی یعنی گھوڑے ''**فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا**'' کہ گھوڑے اپنے کھروں کو پتھر پر رگڑ رہے تھے اور آگ نکال رہے تھے ''**فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا**'' فرمایا: علیؑ نے طلوع فجر کے ساتھ صبح کے وقت حملہ کیا۔(۲)

اور جو کچھ پہلے بیان کیا گیا ہے اس میں ہم ملاحظہ فرماتے ہیں وہ فضیلت وشان جو اس سریّہ میں امام علیہ السلام کو حاصل ہوئی تھی اور ان کی شان اقدس میں رسول اللہؐ کی احادیث اور سورۂ ''العادیات'' کا نزول جس نے حضرت علیؑ کی کوششوں اور ان کی فضیلتوں کو شہرت دی اور اسی طرح اشارہ کیا کہ ان کے غیر کو خوف محسوس ہوا اس لیے کہ سورت پیش کر رہی ہے اس بغض وحسد کو جو اُن کو علی علیہ السلام سے تھا اور جس ناپسندیدگی اور کینہ کو وہ اپنے دلوں میں چھپائے

---

(۱): بحارالانوار ۲۱: ۸۴

(۲): بحارالانوار ۲۱: ۸۷

ہوئے تھے اس طرح کہ سورت نے ان افراد کی حالتیں اوران کی حقیقی ماہیت اور کیفیت کو بیان کیا جو پوشیدہ تھی اوراکثر مسلمانوں کی حالتوں پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ۔(۱)

بے شک انسان اپنے رب کا نہایت ہی ناشکرا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں ''لَکَنُوۡدٌ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: یہ وہی لوگ ہیں جنھیں امیر بنا کر بھیجا گیا تھا اورانھوں نے اشارہ کیا کہ امیر المومنینؑ اس راستے کو چھوڑ دیں سریہ ذات السلاسل جاتے ہوئے آپ نے جسے اختیار فرمایا تھا۔ اس کا سبب وہ حسد تھا جو ان کے دلوں میں پرورش پا رہا تھا جب وہ جان چکے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام اس مہم میں کامیابی حاصل کرلیں گے۔ روایت کی گئی ہے کہ عمرو بن العاص کو جب اس مہم میں امام علیہ السلام کی کامیابی کا یقین ہوگیا تو انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ میں ان علاقوں کو حضرت علیؑ سے زیادہ جانتا ہوں اوران میں بنوسلیم سے بھی بڑھ کراور شدید تر بجّو اور بھیڑیئے ہیں۔ اگر وہ نکل آئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کرڈالیں گے۔ ان سے بات کرو کہ یہاں سے نکل کر ہم وادی کے بلند حصے سے جائیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے کچھ نہ کہا تو عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ بن الخطّاب سے کہا آپ ان سے زیادہ طاقت ور ہیں جایئے علیؑ سے کہیے۔ حضرت عمرؓ گئے انھوں نے بھی کہا حضرت علیؑ پھر بھی خاموش رہے اورکوئی جواب نہ دیا۔

اوراسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مؤرخین میں کچھ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس سریہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علیؑ کا نام بھی نہیں لیا بلکہ اسے عمرو بن العاص کی طرف منسوب کردیا اور یہ بیان کیا کہ حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ اورابوعبیدہ بن الجراح بھی اس سریہ میں شامل تھے اورحسد کی وجہ سے ان آیات واحادیث کا تذکرہ کرنے سے باز رہے جو حضرت

---

(۱): (العادیات ۱۰۰) بحارالانوار ۲۱:۷۳

علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہیں:

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَیۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِیۡمًا۔(۱)

کیا یہ لوگ دوسرے لوگوں سے اس بنیاد پر حسد کرتے ہیں کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے اگر یہ بات ہے تو ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دی اور انھیں ملک عظیم عطا فرمایا ہے۔

سید حمیری اس سریہ کے بارے میں مولا علیؑ کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و فی ذات السلاسل من سلیم غداۃ أتاهم الموت المبیر

اور سریّہ ذات السلاسل میں سُلیم قبیلہ سے تعلق رکھنے والے افراد تھے صبح سویرے ان کو موت نے آدبوچا اور ہلاکت سے دوچار کردیا۔

و قد هزموا أبا حفص و عمرا و صاحبه مرارا فاستطیروا

اور انھوں نے حضرت عمر اور عمرو بن العاص کو شکست دی اور ان کے ساتھی کو بار بار شکست سے دوچار کیا اور پھر وہ منتشر ہو گئے۔

و قد قتلوا من الأنصار رهطا فحل النذر أو وجبت نذور

اور انھوں نے انصار کی ایک جماعت (رھط تین سے دس تک کا گروہ) کو قتل کردیا کہ ان کو چوکنّا کرنے والا آیا یا ان پر تاوان نے بسیرا کرلیا۔(۲)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): سورہ النساء: ۵۴

(۲): سیرۃ المصطفیٰ: ۶۴۵

سریۃ الخبط (۱)

اس کا نام سریۃ الخبط اس لیے رکھا گیا کہ سریہ کے افراد کو سخت بھوک لگی تو انھوں نے خبط یعنی درخت کے پتّے کھا کر اپنی بھوک مٹائی۔

مسلمان: تین سو(۳۰۰)ابوعبیدہ بن الجراح کی قیادت میں

مشرکین: جُہَینَہ کا ایک قبیلہ

مقام: قَبَلِیَّہ جو ساحل سمندر سے ملا ہوا ہے۔اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان پانچ راتوں کا فاصلہ ہے۔

وقت: ماہ رجب المرجب ۸ سنہ ہجری ۶۲۹ سنہ ء

نتائج: مدینہ کی طرف واپسی بغیر کسی نقصان کے

سریۂ ابن ابی حدرد

غابہ کی طرف (۲)

مسلمان: تین افراد۔اُن میں سے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی تھے۔

مشرکین: بنوجشم رفاعہ بن قیس الجشمی کی قیادت میں

وقت: ۸ سنہ ہجری ۶۲۹ سنہ ء

مقام: الغابّۃ

ہدف: رفاعہ بن قیس الجشمی کی ہلاکت

سبب: رفاعہ بن قیس مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر اکٹھا کر رہا تھا۔

نتائج: رفاعہ بن قیس کی ہلاکت اور اس کی جمعیت کا پراگندہ ہونا۔

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۳۳۔الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۳۲

(۲): تاریخ الخمیس ۲: ۶۷۔السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۴: ۲۷۸

سریّہ ابی قتادۃ الانصاری
خَضِرَہ کی طرف (۱)

مسلمان: پندرہ سوار

مشرکین: غطفان

مقام: خضرہ اور یہ نجد کے جنگ جوؤں کی زمین ہے۔

وقت: ماہ شعبان المعظّم ۸ سنہ ہجری، ۶۲۹ سنہ ء

نتائج: مشرکین کا کافی تعداد میں قتل کیا جانا اور باقیوں کا راہ فرار اختیار کرنا۔ مسلمانوں نے چوپایوں اور بہت سی بکریوں پر قبضہ کیا اور اکثر لوگوں کو قید کرلیا اور مدینۂ منورہ تک صحیح وسالم واپس آگئے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۳۲۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۲۸۵

سریّہ ابی قتادۃ الانصاری
بَطْنِ اِضَمْ کی طرف

مسلمان: ۸ آٹھ ابُو قتَادَۃ الحارث بن ربعی الانصاری کی قیادت میں۔(۱)

مقام: بطن اضم اور وہ ذی خُشُب اور ذِی الْمُرْوَۃ کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جو مدینۂ منورہ سے تین بُرد کے فاصلے پر ہے۔ایک بُرد تقریباً بارہ میل کی مسافت

سبب: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکّہ کا ارادہ کیا تو یہ سریّہ روانہ کیا تا کہ اس امر کو پوشیدہ رکھیں یہاں تک کہ قریش کو ان کے مکہ مکرمہ کی جانب روانگی کا علم نہ ہو۔

نتائج: جب یہ سریّہ ذِیْ خُشُب تک پہنچا تو انھیں علم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکّہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو چکے ہیں تو وہ اُن سے راستے میں مل گئے۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): ابن اسحاق نے اس سریہ کو ابن حدرد سے منسوب کیا ہے، راجع سیرۃ بن ہشام ۴:۲۷۵

سریّہ امام علی علیہ السلام

روضۂ خاخ کی جانب (۱)

مسلمان: ۱۲ افراد حضرت علی امیر المومنینؑ اور زبیر بن العوام

مقام: روضۂ خاخ

وقت: ماہ رمضان المبارک ۸ سنہ ہجری، ۶۳۰ سنہ ء

نازل ہونے والی آیتیں: سورۂ ممتحنہ آیات ۱ سے ۹ تک

سریّہ کے واقعات:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ جانے کا ارادہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکّہ کو خط لکھ کر روانہ کیا تا کہ انھیں بتا دے کہ رسول اللہؐ ان کی جانب تشریف لا رہے ہیں۔ اور اس نے یہ خط ایک عورت کے سپرد کیا تا کہ وہ اسے مکّہ تک پہنچا دے۔ اس نے وہ خط لیا اور اپنے سر میں رکھا اور بالوں کو لپیٹ دیا اور مکّہ روانہ ہو گئی۔ وحی نازل ہوئی اور رسول اللہؐ کو بتلا دیا گیا کہ حاطب نے کیا ارادہ کیا ہے تو حضور سرورِ کائناتؐ نے امیر المومنینؑ اور زبیر بن العوام کو اسے تلاش کرنے اور اس سے خط واپس لینے کے لیے روانہ کیا۔ وہ لوگ نہایت تیزی سے روانہ ہوئے اور مدینہ سے کچھ ہی میل کے فاصلے پر اُسے جا لیا۔ زبیر نے جلدی کی اور اس سے خط کے بارے میں دریافت کیا اس نے انکار کیا اور روئی اور قسم کھائی کہ اس

---

(۱): اور کہا گیا ہے کہ وہ تین تھے۔ امیر المومنینؑ، مقدادؓ اور زبیرؓ۔ اور ابن اسحاق کے نزدیک سات افراد تھے اور ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ صرف دو افراد تھے، الامام علیؑ اور مقدادؓ بن عمرو۔ راجع سیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۵ ۲۴۔ الطبقات الکبریٰ ۲:۵ ۱۳۔ نھایۃ الارب ۱۷:۱ ۲۹۔ السیر ۃ النبویہ لابن ہشام ۴:۱ ۴

کے پاس کچھ نہیں، زبیر نے کہا اے ابوالحسن میں تو اس کے پاس خط کو نہیں دیکھ رہا ہوں، ہم اسے رسول اللہؐ تک لے جاتے ہیں تاکہ یہ خود ان پر اپنی برأت ظاہر کردے۔ امیر المومنینؑ نے زبیر سے کہا مجھے رسول اللہؐ نے خبر دی ہے اس کے پاس خط ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس سے وہ خط لے لوں اور آپ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں!

پھر حضرت علی علیہ السلام نے اپنی تلوار نکالی اور اس کی جانب بڑھائی اور فرمایا:

خدا کی قسم اگر تم نے خط نہ نکالا تو میں تمھیں رسوا کردوں گا پھر تمھاری گردن اڑادوں گا۔

جب اس عورت نے حضرتؑ کا عزم محکم دیکھا اور ارادے کی پختگی کو محسوس کیا تو اس نے اپنے جُوڑے میں سے خط کو نکالا اور اُن کے سپرد کردیا۔ علی علیہ السلام نبی اکرمؐ کی جانب واپس آئے۔ نبی اکرمؐ نے اس خط بھیجنے پر حاطِبُ ابنِ اَبِیْ بَلْتَعَہ کی سرزنش کی اور انھیں مسجد سے نکال باہر کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر انھیں معاف کردیا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

غزوۂ فتح مکّہ

مسلمان: دس ہزار

مشرکین: قریش اور ان کے حُلفاء (ایک دوسرے سے عہد و پیمان کرنے والے)

وقت: ماہ رمضان المبارک ۸ سنہ ہجری، ۶۳۰ سنہ ء

سبب: قریش کا صُلحِ حُدَیبِیَہ کے فقروں کی پاس داری نہ کرنا، عہد شکنی کرنا نتیجۃً بنی بکر کی کمک کرنا جنھوں نے خزاعہ پر حملہ کر کے رات کے وقت ان کے کچھ افراد کو قتل کر ڈالا۔

پرچم بردار: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

شہداء کی تعداد: صرف دو، کرز بن جابر الفہری اور خالد بن الاشقر الخزاعی

مدینہ میں رسول اللہؐ کے جانشین: عبداللہ بن اُمّ مکتوم (۱)

مشرکین کے مقتولین کی تعداد: قریش کے ۲۴ افراد اور چار کا تعلق ہذیل سے تھا۔(۲)

نتائج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ مکرمہ پر اپنی طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کر لیا لیکن آپ نے مکے کے تمام ساکنین کو معاف کر دیا اس سلسلے میں آپ کا یہ مشہور جملہ ہے:

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ.

جاؤ تم سب کے سب طلقاء ہو یعنی وہ لوگ جو فتح مکّہ کے دن اسلام لائے اور اُن پر

---

(۱): ابن اسحاق اور بیہقی کے نزدیک اَبَارَهم كُلْثُوْمَ بن الحَصِیْن راجع سیرۃ ابن ہشام ۴:۴۲

(۲): ابن اسحاق کے نزدیک ۱۲ یا ۱۳ اشخاص اور سیرۃ نبویہ زینی دحلان میں ۲۸ مقتولین راجع سیرۃ ابن ہشام ۴:۵۰۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۲۶۰

احسان کیا گیا (آزاد کردہ غلام)۔

قریش نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کو ختم کر دیا:

ہم نے صلح حدیبیہ کے معاہدے میں اشارہ کیا تھا کہ خُزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف بن گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف قرار پائے۔ شعبان کے مہینے میں ۸ سنہ ہجری کو بنو الدّول جن کا تعلق بنو بکر سے تھا اشراف قریش کے کچھ افراد جیسے صفوان بن اُمیّہ، حویطب بن عبد العزّیٰ کے ساتھ مل کر رات کے وقت خُزاعہ پر حملہ کر کے ان سے انتقام کی غرض سے انھیں قتل کرنے کا ارادہ کیا اور انھوں نے رات کے وقت یہ کام انجام دیا تا کہ وہ ظاہر نہ ہوں۔ انھوں نے خُزاعہ کے بیس افراد کو قتل کر دیا۔

اس حادثہ کے بعد خزاعہ کا ایک وفد حضور انورؐ کی خدمت اقدس میں پہنچا تا کہ معاملے کی اطّلاع دے دیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

لَا نُصِرْتُ اِنْ لَمْ اُنْصُرْ خُزَاعَةَ.

میری مدد نہ ہو اگر میں خزاعہ کی مدد نہ کروں۔

ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تا کہ عہد کی تجدید کرے اور صلح کی مدّت میں اضافہ ہو جائے لیکن رسول اللہؐ نے اس کی عرض داشت کو مسترد کر دیا لہٰذا ابوسفیان ناکام و نامراد ہو کر مکّہ واپس چلا گیا۔

مکّہ کی جانب سفر کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ طے کر لیا کہ مکّہ کی جانب سفر کریں گے۔ آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا اور مستعد ہونے کے لیے کہا لیکن انھیں یہ نہیں بتایا کہ وہ کس سمت جانا چاہتے ہیں تا کہ کہیں قریش کو اس خبر کی بھنک نہ پہنچ جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے چاہا کہ سمت کے بارے میں معلوم کریں حضورؐ کس طرف جانا چاہتے ہیں؟ وہ اپنی بیٹی عائشہ کے پاس گئے اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ انھیں کچھ معلوم نہیں۔

اور جب تیاریاں مکمّل ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینۂ منورہ سے ۱۰ ر رمضان المبارک کو روانہ ہوئے اور مسلمان دوران سفر آپؐ سے آکر ملتے رہے۔ان کی کل تعداد دس ہزار تھی۔ پھر رسول اللہؐ روانہ ہوئے جب وہ ''قدید'' کے مقام پر پہنچے تو آپؐ نے پرچم لے کر اسے مختلف قبائل کے سپرد کر دیا۔ پھر آپ عشاء کے وقت مَرُّ الظَّهرَان پہنچے، آپؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا انھوں نے دس ہزار جگہ آگ روشن کی اور ابوسفیان مکّہ سے باہر آیا تا کہ مسلمانوں کی خبروں سے مطّلع ہوجائے تو رسولؐ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہؐ کے پاس اس کی شفاعت کی تو جب اس نے زبان سے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تو قتل کی دھمکی کے بعد اسے معاف فرمایا دیا۔اس نے کلمۂ شہادت اس لیے پڑھ لیا تا کہ خود کو قتل سے بچا سکے لیکن ہمیشہ اس کے دل میں اسلام اور نبیؐ اسلام کے لیے کینہ بھرا ہوا تھا اور جو کچھ اس کے دل میں ہوتا وہ اس کا فوراً یا بعد میں اظہار کر دیتا تھا اور اس کا دل پُرسکون نہیں ہوا تھا جب تک خلافت عثمانؓ بن عفان اموی تک نہ پہنچ گئی۔ابوسفیان نے اپنا مشہور جملہ کہا اور خلیفہ کے سامنے کہا:

تَلَاقَفُوْهَا یَابَنِیْ اُمَیَّةَ فَوَ الَّذِیْ یَحْلِفُ بِهٖ اَبُوْ سُفْیَانَ لَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ .

اے بنی امیہ کے لوگو! تم جلدی سے اسے لے لو اس کی قسم جس کی ابوسفیان قسم کھا رہا ہے نہ تو جنت کا وجود ہے نہ ہی جہنّم موجود ہے۔

اور اس کے علاوہ بہت سے مشہور نظریات، فتح مکّہ کے بعد اس کے نظریات جو اسلام کے خلاف تھے وہ بہت مشہور ہیں جو اس شخص کے عدم اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔زینی دحلان نے اپنی کتاب سیرت میں بیان کیا ہے کہ جب ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو اپنے دل میں کہا: میں نہیں جانتا کہ محمدؐ ہم پر کیسے غالب آگئے؟ نبیؐ اس کے پاس آئے اور اس کے سینے پر مارا اور فرمایا: اللہ کے ذریعے ہم نے تم پر غلبہ حاصل کیا اور اس نے ایک مرتبہ نبی اکرمؐ کو چلتے ہوئے دیکھا اور لوگ ان کے پیچھے چل رہے تھے اس نے اپنے دل میں کہا کہ اے کاش میں اس شخص سے قتال کرنے لوٹ آتا اور اس مقصد کے لیے

جمعیت اکٹھی کرتا تو نبیؐ آئے اور اس کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا:

اِذًا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ: تو ایسی صورت میں اللہ تجھے تنہا کر دیتا۔(۱)

مکّہ میں داخل ہونا:

حضور سرورِ کائناتؐ کی یہ خواہش تھی کہ وہ مکّہ مکرّمہ میں بغیر کسی قتال وجدال کے داخل ہو جائیں لہٰذا انھوں نے درج ذیل اقدامات پر بھروسا کیا۔

۱:۔ مکّہ مکرمہ سے قربت کے سفر کو مکمّل راز میں رکھا۔

۲:۔ ابو قتادہ انصاری کے سریہ کو روانہ کیا بَطْنِ اَضَم کی طرف تاکہ وہ اصلی اور حقیقی منزل کو پوشیدہ رکھیں اور وہ مکّہ تک جانا تھا۔

۳:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ مَرُّ الظَّہْرَانُ میں دس ہزار جگہ آگ روشن کریں تاکہ قریش کو مسلمانوں کے لشکر کی ضخامت (کثرت تعداد) کا اندازہ ہو جائے تاکہ وہ مسلمانوں سے عسکری مقابلے کے لیے سوچیں بھی نہیں۔

۴:۔ اسلامی لشکر کو پوری تیاری اور کافی تعداد میں ابوسفیان کے سامنے پیش کرنا۔ اِسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عباس بن عبد المطلب سے کہا کہ ابوسفیان کو وادی کے تنگنائے میں پہاڑ کے سامنے والے حصّے پر روکے رکھو تاکہ جب اللہ کا لشکر وہاں سے گزرے تو وہ دیکھ لے اور یہ اس لیے کیا تھا کہ وہ جا کر قریش کو خبر دے کہ اسلامی لشکر کا مقابلہ اور جنگ کرنا ممکن نہیں ہے تاکہ قریشی مشرکین کے خبیث لوگوں کے دلوں میں خوف بیٹھ جائے۔ جوں ہی ابوسفیان نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو وہ مکّہ گیا تاکہ انھیں آگاہ کر دے کہ اس نے کیا دیکھا ہے اور مقابلے کے امکانات کو رد کر دے لیکن کچھ مشرکین ایسے بھی تھے جنھوں نے مقابلہ کے لیے اصرار کیا اور اُن میں اس کی بیوی ہندہ بھی تھی۔ اس نے ابوسفیان کا یہ کلام سن کر اس کی مونچھ پکڑ لی اور قریش سے کہا کہ اس پہلوان مضبوط موٹے فربہ کو قتل کرو

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۵۳

کہ ایک ذرا سے لشکر کو دیکھ کر اس قدر بدحواس ہو گیا ہے۔(۱)

پھر مکّہ میں ہنگامی حالت کا اعلان کیا گیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مکّہ میں کسی کا خون نہ بہایا جائے۔

۵:۔ مکّہ میں چاروں سمتوں سے داخلہ: جب رسول اللہؐ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ مکّہ مکرمہ میں کسی قسم کا قتال نہیں ہوگا جس قدر ممکن ہو، لیکن آنحضرتؐ نے چھ مردوں اور چار عورتوں کے قتل کا حکم صادر فرما دیا۔ عکرمہ بن ابی جہل، ھبار بن الاسود، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، مَقِیس بن صبابہ، حویرث بن نقیذ، عبداللہ بن خَطَل، ھند بنت عتبہ، سارہ عمرو بن ہاشم کی کنیز اور فرتنا اور قریبۃ اور یہ دونوں باندیاں تھیں۔

جب مسلمانوں کے لشکر نے مکّہ کو ڈھانپ لیا اور چاروں جانب سے اس میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ میں داخل ہو کر اپنے سر کو از راہ تواضع اللہ کے سامنے جھکا دیا۔ جب آپ نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی کے ذریعے انھیں کتنا مکرّم بنایا ہے یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھی کجاوے کے پالان سے ٹکرا رہی تھی۔(۲)

اور جب رسول اللہؐ مکے کے اندر گئے تو آپ نے تمام باشندوں کے لیے عفوِ عام کا اعلان کر دیا اور یہ مشہور جملہ فرمایا:

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ.

جاؤ تم سب کے سب طلقاء ہو (یعنی وہ لوگ جو فتح مکّہ کے دن اسلام لائے اور اُن پر احسان کیا گیا (آزاد کردہ غلام))۔

جب رسول اللہؐ کی نظر بتوں پر پڑی جو کعبہ کے گرد رصاص (سیسے) کے ذریعے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ مجھے ایک مٹھی کنکری اٹھا کر دو۔ امام علیہ السلام نے کنکریاں اٹھا کر رسول اللہؐ کو دے دیں، آپؐ

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۴:۴۷

(۲): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۴:۴۸

نے انھیں پھینکا اور آپ فرما رہے تھے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا.(۱)

اور فرمایئے حق آ گیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا اور باطل کو تو نیست و نابود ہونا ہی تھا۔

اس عمل سے جتنے بت تھے سب کے سب اپنے منہ کے بل گر گئے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

وَ فِي الْاَصْنَامِ مُعْتَبَرٌ وَ عِلْمٌ   لِمَنْ يَرْجُوا الثَّوَابَ اَوِ الْعِقَابَا

اور بتوں میں عبرت و نصیحت بھی ہے اور علم بھی، اس شخص کے لیے جو ثواب یا عقاب کی کی امید رکھتا ہو۔(۲)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الاسراء:۸۱

(۲): سیرۃ ابن ہشام ۵۹:۴

سریّہ خالد بن الولید

عزیٰ کی جانب (۱)

مسلمان: تیس ۳۰

مقام: العزّیٰ اور یہ ایک درخت ہے اور کہا گیا ہے کہ ایک بت ہے جسے سعد بن ظالم الغطفانی نے رکھا تھا جب وہ مکہ آیا تھا۔ اور وہ نخلہ میں تھا اور وہ ایک جگہ ہے جو مکّے سے ایک رات کے فاصلے پر ہے اور یہ قریش اور بنی کنانہ کے تمام افراد کے لیے تھا اور اس کے دربان بنی شیبان تھے جن کا تعلّق بنی سلیم سے تھا اور یہ ان کا سب سے عظیم بت تھا۔ حقیقت امر یہ تھی کہ عمرو بن لحی نے اُن سے کہا تھا کہ پروردگار ''لات'' کے پاس موسم سرما بسر کرتا ہے اور موسم گرما گزارتا ہے عُزّیٰ کے پاس لہٰذا وہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور انھوں نے اس کے لیے گھر بھی بنایا تھا۔

وقت: ۲۵/رمضان المبارک ۸ سنہ ہجری، ۶۳۰ سنہ ء

نتائج: عُزّیٰ کو گرادیا گیا

(۱): التنبیہ والاشراف: ۲۳۳۔ الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۴۵

سریّہ عمرو بن العاص
سُواع کی طرف (۱)

سُواع ھُذیل کا ایک بت تھا جو مکّہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔اس کی جانب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عمرو بن العاص کو روانہ کیا تو اس نے ماہ رمضان ۸ سنہ ہجری میں اسے منہدم کر دیا۔

سریّہ سعد بن زید الاشھلی
مناۃ کی طرف (۲)

مسلمان: ۲۰ بیس

مقام: مناۃ ایک بت ہے اوس،خزرج اور غسّان کا جو مُشلّل میں تھا

وقت: ماہ رمضان ۸ سنہ ہجری ۶۳۰ سنہ ء

نتائج: مناۃ کو منہدم کر دیا گیا

۞۞۞۞۞☆۞۞۞۞۞

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۹۳

(۲): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲: ۲۹۳

سریّۂ خالد بن ولید
بنی جذیمہ کی طرف

اور وہ غمیصاء کا دن تھا۔(۱)

مسلمان: ۳۵۰ تین سو پچاس

مقام: مکّہ کا زیریں حصّہ یَلَمْلَمْ سے ایک رات کے فاصلے پر

وقت: ماہ شوال المکرّم ۸ ؁ہجری ۶۳۰ ؁ء

سریہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن الولید کو ایک سریہ کا سربراہ بنا کر بھیجا۔ وہ تین سو پچاس جنگ جُو تھے جنھیں بنی جذیمہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ ان کا مقصد صرف اسلام کی دعوت دینا تھا۔ رسول اللہؐ نے انھیں جنگ وجدال کے لیے نہیں بھیجا تھا۔

شیخ مفیدؒ نے کہا کہ انھیں اس لیے بھیجا تھا کہ اِن کے اور اُن لوگوں کے درمیان قطع تعلّق تھا۔ اصل معاملہ یہ تھا کہ انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں ہی المغیرہ کی ایک عورت کو تکلیف پہنچائی تھی اور انھوں نے فاکہ ابن المغیرہ جو خالد بن الولید کا چچا تھا اسے قتل کر دیا تھا اور انھوں نے عوف کو تہہ تیغ کر دیا تھا جو عبدالرحمٰن بن عوف کا والد تھا۔ رسول اللہؐ نے اسی وجہ سے اُسے بھیجا تھا اور عبدالرحمٰن بن عوف کو بھی اس کے ساتھ روانہ کیا تھا اس ناچاقی کے سبب جو اس کے اور اُن لوگوں کے درمیان ہوئی تھی اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو رسول اللہؐ نے کبھی بھی خالد بن الولید کو مسلمانوں کی قیادت کا اہل نہیں سمجھا تھا۔(۲)

---

(۱): نہایۃ الارب ۱۷:۳۱۶

(۲): الارشاد: ۷۳

اور جب بنو جذیمہ کو علم ہوا کہ خالد ان کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو انھوں نے اپنے ہتھیار اٹھا لیے۔ خالد نے اُن سے کہا: تم ہتھیار رکھ دو کہ تمام لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ جب سب نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے تو خالد نے ان کے بارے میں حکم صادر کیا کہ ان کے ہاتھوں کو کندھوں سے باندھ دیا جائے پھر انھیں تلوار کے سامنے پیش کیا گیا اور اُن میں سے ایک گروہ کو قتل کر دیا۔ جب یہ بات رسول اللہؐ کے علم میں آئی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کر کے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ.

پروردگارا! خالد بن الولید نے جو کچھ کیا ہے میں ان سب کے لیے تجھ سے بَرَاءَت چاہ رہا ہوں۔

پھر آنحضرتؐ نے امیر المومنین علیہ السلام کو طلب کیا اور اُن سے فرمایا:

اے علیؑ تم اس قوم کی طرف جاؤ اور ان کے معاملے کو دیکھو اور جاہلیت کے تمام امر کو اپنے پیروں کے نیچے روند ڈالو۔

اور آنحضرتؐ نے انھیں کچھ مال بھی عطا فرمایا تا کہ خالد بن الولید نے جس معاملے کو بگاڑا ہے علی علیہ السلام اس کی اصلاح کریں۔ حضرت علی علیہ السلام نے انھیں خوں بہا دیا اور جو ان کا مال لوٹا گیا تھا وہ انھیں لوٹا دیا۔ یہاں تک کوئی چیز ایسی نہ بچی جسے انھوں نے پورا نہ کیا ہو البتہ عطا کرنے کے بعد کچھ سرمایہ ان کے پاس بچ رہا تو امام علیہ السلام نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا کوئی خوں بہا یا تمھارا مال رہ گیا ہو جسے میں نے نہ دیا ہو تو بتاؤ؟ وہ بولے نہیں اب کچھ بھی آپ کے ذمّے نہیں رہا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں رسول اللہؐ کی خاطر احتیاطاً تمھیں مزید کچھ مال دے رہا ہوں جسے نہ تم جانتے ہو نہ ہی وہ جانتے ہیں۔ پھر آپ نے اس پر عمل کیا اور رسول اللہؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر انھیں تمام باتوں سے مطّلع فرمایا۔ آنحضرتؐ نے سن کر فرمایا: اَصَبْتَ وَ اَحْسَنْتَ، تم نے درست کیا اور بہت عمدہ طریقے سے کیا۔ پھر رسول اللہؐ کھڑے ہوئے، آپؐ نے قبلہ کی جانب رُخ کیا اور اپنے

دونوں ہاتھ پھیلا دیئے ان کی بغلیں تک نظر آ رہی تھیں، وہ فرما رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَاُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ.

اے اللہ خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تجھ سے اس کی بَرَاءَت طلب کر رہا ہوں۔آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): سیرۃ ابن ہشام ۴: ۷۳۔ فی تاریخ الیعقوبی ۲: ۶۱ میں ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: فِدَاكَ اَبَوَایَ میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں۔

غزوۂ حنین

اوراس کا نام غزوۂ اوطاس اور غزوۂ ھوازن بھی ہے۔

مسلمان: بارہ ہزار افراد

مشرکین: ھوازن اور ثقیف، مالک بن عوف نصری کی قیادت میں۔(۱)

مقام: حُنین اور وہ ایسی وادی ہے کہ مکہ اور اس کے درمیان تین راتوں کا فاصلہ ہے۔

وقت: ماہ شوال سنہ ۸ ہجری سنہ ۶۳۰ء

پرچم بردار: مولا علی بن ابی طالب علیہ السلام

مکہ مکرمہ میں آنحضرتؐ کے جانشین: عتّاب بن اُسید

نازل ہونے والی آیتیں: سورۂ توبہ آیات ۲۵ سے ۲۷ تک اور آیت ۵۸

غزوہ کے واقعات:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ فتح کرلیا تو مالک بن عوف النصری نے ثقیف اور ھوازن کو رسول اللہؐ سے جنگ کرنے کے لیے جمع کیا اس کا منصوبہ یہ تھا:

۱:۔ اس نے وادی اوطاس کو جنگ کا مقام قرار دیا اور یہ اس لیے تھا کہ وہ وہاں مسلمانوں پر اچانک حملہ کردے تو وہ حیلہ سے کام لے ان پہاڑوں پر جو زمین پر پھیلے ہوئے تھے اور جو وادی پر بلند ہیں جن سے مسلمان طائف جاتے ہوئے گزریں گے۔

۲:۔ مسلمانوں پر اچانک حملہ ہر طرف سے تیروں کے ذریعے تاکہ ان کی معمول کی ترتیب کو گڑبڑ کردیں اور ان پر معنوی اثرات ڈالیں۔ اور پھر ان پر یک بیک حملہ کردیں

(۱): ان لوگوں کی تعداد تیس ہزار تھی اور کہا گیا ہے بیس ہزار تھی۔ السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۲۹۷

جس طرح اس نے کہا کہ جب تم مسلمانوں کو دیکھو تو تم اپنی تلواروں کی غلافوں کو توڑ دو اور تم شخص واحد کی طرح شدّت سے حملہ کر دو۔

۳:۔ اس نے ہر جنگ جُو کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ اپنا مال اور اپنی عورتوں کو بھی رکھے اور اپنی اولاد کو بھی اور جب درید بن الصمّہ نے اس سے اس کی وجہ دریافت کیا تو مالک بن عوف نے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ہر مرد کے پیچھے اس کے اہل وعیال اور اس کا مال ومتاع ہوتا کہ وہ مسلمانوں سے قتال کرے اور بھاگنے اور راہ فرار اختیار کرنے کا خیال تک اپنے دل میں نہ لائے۔

۴:۔ اس نے اپنے تین جاسوس روانہ کیے تاکہ وہ مسلمانوں کی خبروں سے آگاہی دیں جب وہ لوگ واپس آئے تو مسلمانوں کے خوف سے ان کے اوسان خطا تھے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں سنا تو ان کی جانب عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمی کو روانہ کیا تاکہ وہ ان کی خبروں سے آگہی حاصل کریں۔ تو ابن ابی حدرد اپنی مہم پر روانہ ہوئے اور آکر رسول اللہؐ کو خبروں سے مطّلع کیا تو حضورؐ نے عمرؓ بن الخطّاب کو بلا کر سارا حال ان سے بیان کیا۔ عمرؓ نے کہا عبداللہ جھوٹ بولتا ہے۔ عبداللہ نے کہا اے عمرؓ اگر تم نے مجھ کو جھٹلایا تو حق بات کو جھٹلایا ہے۔ اے عمرؓ اگر تم نے مجھے جھوٹا کہا تو بے شک ان کو جھوٹا کہا جو مجھ سے بہتر ہیں۔ عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ سنتے ہیں کہ عبداللہ کیا کہتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اے عمرؓ تم پہلے گمراہ تھے اب خدا نے تم کو ہدایت کر دی ہے۔ ایسی بدگمانی نہ کیا کرو۔(۱)

باہمی قریب ہونے کا سفر:

اور رسول اللہؐ مکّہ مکرّمہ سے ۱۲ ہزار جنگ جُوؤں کے ساتھ نکلے، دس ہزار مدینۂ منورہ سے آئے تھے اور دو ہزار اہل مکّہ تھے جن میں مؤلفہ القلوب (جن کے دلوں کو باہم یکجا کیا تھا، ملایا گیا تھا) تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: آج کے دن ہم کم افواج رکھنے والوں سے ہرگز

---

(۱): سیرۃ ابن ہشام ۴: ۸۳

شکست نہیں کھائیں گے۔(۱)

انھیں مسلمانوں کی کثرت نے تعجّب میں ڈال دیا تھا، مغرور بنا دیا تھا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ.(۲)

اور غزوۂ حنین کے دن جب تمھیں اپنی کثرت تعداد کی بنا پر غرّہ تھا پھر وہ کثرت تمھارے کسی کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مرتّب کیا اور ان کے مقدّمے پر بنو سلیم کو متعین کیا اور ان پر خالد بن الولید کو رکھا اور دیگر تمام مسلمان انھیں کے مرتب کردہ طور پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وادی حنین میں صبح کے وقت نیچے اترے تو مشرکین کے سواروں کے دستے نے انھیں ڈھانپ دیا اور ان پر یکبارگی حملہ کر دیا تو خالد بن الولید اور ان کا مقدّمۃ الجیش سب شکست کھا گئے۔ پھر دوسرے مسلمان بھی ان لوگوں کے پیچھے چلے وہ کسی کی طرف مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول اللہؐ دائیں طرف جھکے پھر فرمایا:

اے لوگو! میری طرف آؤ، میں رسول اللہؐ ہوں، میں محمدؐ بن عبداللہ ہوں۔ نبی کا بلانا اور آواز دینا بھی انھیں شکست سے نہ روک سکا۔ پھر آنحضرتؐ نے عباس بن عبدالمطلب سے کہا اور وہ بھاری بھرکم اور بلند آواز والے شخص تھے انھوں نے قوم کو پکارا اور انھیں عہد و پیمان یاد دلایا۔ عباس بن عبدالمطلب نے بلند آواز میں پکارا:

يَا أَهْلَ بَيْعَةِ الشَّجَرَةِ يَا أَصْحَابَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ إِلَى أَيْنَ تَفِرُّونَ؟ اذْكُرُوا الْعَهْدَ الَّذِي عَاهَدْتُمْ عَلَيْهِ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

---

(۱): طبقات ابن سعد ۲: ۱۵۰۔ مغازی الواقدی ۳: ۸۹

(۲): سورہ التوبہ: ۲۵

اے بیعتِ شجرۂ والو! اے اصحاب سورۂ بقرہ! تم کہاں بھاگے چلے جارہے ہو؟ تم ذرا اس عہد و پیمان کو یاد کرو جو تم نے رسول اللہؐ سے کیا تھا۔

کتنے لوگ رسول اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہے؟:

شیخ مفیدؒ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف دس افراد باقی بچے تھے جن میں سے نو کا تعلق بنی ہاشم سے تھا خصوصی طور سے اور اُن میں دسواں فرد ایمن بن اُمّ ایمن تھا۔ ایمن رحمۃ اللہ علیہ قتل ہو گئے۔ اب صرف نو ہاشمی بچے تھے یہاں تک کہ شکست خوردہ اشخاص رسول اللہؐ کی طرف واپس آئے اور اکٹھے ہوئے۔

اور اس کی تائید عباس بن عبد المطلب کے یہ اشعار کرتے ہیں:

نَصَرْنَا رَسُوْلَ اللهِ فِي الْحَرْبِ تِسْعَةً وَ قَدْ فَرَّ مَنْ قَدْ فَرَّ عَنْهُ فَاَقْشَعُوْا

ہم نو افراد تھے جنھوں نے رسول اللہؐ کی نصرت کی تھی اور جنھیں بھاگنا تھا وہ انھیں چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گئے تھے اور متفرق ہو گئے بکھر گئے۔

وَ قَوْلِيْ اِذَا مَا الْفَضْلُ شَدَّ بِسَيْفِهِ عَلَى الْقَوْمِ اُخْرٰى يَا بَنِيَّ لِيَرْجِعُوْا

اور میرا قول جب فضل نے اپنی تلوار کو دوسری قوم کے خلاف کھینچا تو میں نے کہا اے میرے بیٹے! تاکہ تم واپس لوٹ آؤ۔

وَ عَاشِرُنَا لَاقَى الْحِمَامَ بِنَفْسِهِ لِمَا نَالَهُ فِي اللهِ لَا يَتَوَجَّعُ

اور ہم میں سے دسواں فرد وہ تھا جسے موت نے آکر گلے لگایا، اور جب اللہ کی خاطر موت آئے تو پھر کسی قسم کی تکلیف اور اذیت نہیں ہوتی۔

اور ان افراد کے ثبات قدم کے بارے میں مالک بن عبادۃ الغافقی نے کہا:

لَمْ يُوَاسِ النَّبِيَّ غَيْرُ بَنِيْ هَاشِمٍ عِنْدَ السُّيُوْفِ يَوْمَ حُنَيْنٍ

نبی اکرمؐ کی بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور نے مدد و نصرت اور کمک نہیں کی، جب تلواروں کے وار ہو رہے تھے غزوۂ حنین کے موقع پر۔

هَرَبَ النَّاسُ غَيْرَ تِسْعَةِ رَهْطٍ فَهُمْ يَهْتِفُوْنَ بِالنَّاسِ اَيْنَ

سب لوگ بھاگ گئے سوائے نو اشخاص کے وہ لوگ بلند آواز میں پکار پکار کر لوگوں سے کہہ رہے تھے کہاں جارہے ہو؟ کہاں چل دیئے؟

ثُمَّ قَامُوا مَعَ النَّبِيِّ عَلَى الْمَوْتِ   فَآبُوْا زَيْناً لَنَا غَيْرَ مَشِيْنٍ

پھر وہ لوگ نبی کے ساتھ جان نچھاور کرنے پر آمادہ اور تیار ہو گئے، وہ مکمّل خودداری کے ساتھ ہمارے لیے باعث زینت بنے رہے باعث ننگ وعار نہ تھے۔

وَ ثَوَى اَيْمَنُ الْاَمِيْنُ مِنَ الْقَوْمِ   شَهِيْداً فَاعْتَاضَ قُرَّةَ عَيْنٍ

اور قوم کے فرد فرید ایمن شہید ہو کر پیوند خاک ہو گئے اور لوگوں نے اپنے آپ سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو جدا کر دیا۔(۱)

؎ شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

اور مؤرخین کا ان دس افراد کے ثابت قدم رہنے پر اتفاق ہے البتہ انھوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا اس میں اضافہ کیا ہے جو درج ذیل وجوہ سے درست نہیں۔

۱:۔ شیخ مفید نے اپنی روایت میں اُن دونوں کا نام بیان نہیں کیا ہے اور اسی طرح عباس بن عبدالمطلب اور غافقی نے بھی اپنے اشعار میں ان کا نام نہیں لیا ہے۔(۲)

۲:۔ اور تاریخ یعقوبی میں بھی وہی روایت ہے جسے شیخ مفید نے بیان کیا ہے گویا یہ ایک طرح کی تائید ہے۔(۳)

۳:۔ جلسی نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف چار افراد ثابت قدم رہے جن میں سے تین کا تعلّق بنی ہاشم سے تھا اور وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام اور عباس بن عبدالمطلب تھے جو آنحضرتؐ کے سامنے سے دفاع کر رہے تھے اور ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب تھے جو آں حضرتؐ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے اور ابن

---

(۱): الارشاد: ۷۴، ۷۵

(۲): الارشاد: ۷۴، ۷۵

(۳): تاریخ الیعقوبی ۲: ۶۲

مسعود آنحضرتؐ کے بائیں طرف تھے۔(۱)

۴:۔ دیار بکری نے اپنی کتاب تاریخ الخمیس میں کہا ہے: ابو قتادہ آغاز کار میں مسلمانوں کے ساتھ شکست سے دو چار ہو گئے تو حضرت عمرؓ بن الخطاب اُن کے ساتھ تھے ابو قتادہ نے کہا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہی خدا کا حکم ہے۔(۲)

۵:۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطّاب نسیبہ بنت کعب کے پاس سے گزرے جو شکست خوردہ افراد کے چہرے پر مٹّی ڈال رہی تھی اور وہ بھی شکست خوردہ تھے تو نسیبہ نے اُن سے کہا: وائے ہو تم پر تم نے یہ کیا کیا؟ تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: یہ امر خدا سے ہے۔(۳)

اور کتاب مغازی میں ہے کہ وہ اُمّ الحارث الانصاریہ کے پاس سے گزرے تو اس نے حضرت عمرؓ سے کہا: '' یَا عُمَرُ مَا هٰذَا؟ اے عمر یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اَمْرُ اللّٰهِ۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔(۴)

۶:۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جب میں نے غزوۂ حنین کے موقع پر رسول اللہؐ کو دیکھا کہ انھیں چھوڑ دیا گیا ہے تو میں نے اپنے باپ اور چچا کو یاد کیا اور کہا آج کے دن میں محمدؐ سے اپنا انتقام لے لوں گا۔ تو میں گیا کہ اُن کی دائیں جانب سے ان پر حملہ کروں تو کیا دیکھا کہ عباس بن عبدالمطلب کھڑے ہوئے ہیں، ان پر سفید زرہ ہے گویا کہ چاندی کی بنی ہو اور اس سے غبار اڑ رہا ہو۔ میں نے کہا یہ تو ان کے چچا ہیں انھیں تنہا نہ چھوڑیں گے پھر میں اُن کے بائیں جانب سے آیا تو میں نے دیکھا کہ ابوسفیان بن الحارث موجود ہیں تو میں نے کہا کہ ان کے چچا کے فرزند ہیں وہ بھی انھیں تنہا نہیں چھوڑیں

(۱): السیرۃ الجلسیہ ۳:۶۷

(۲): تاریخ الخمیس ۲:۱۰۶۔ عن الاکتفاء

(۳): بحار الانوار ۲۱:۱۵۰

(۴): مغازی الواقدی ۲:۹۰۴

گے۔ پھر میں ان کے پیچھے کی طرف سے آیا کہ ان پر تلوار سے حملہ کردوں کہ اچانک میرے لیے بغیر دھوئیں کا شعلہ بلند ہوا جو اُن کے اور میرے درمیان حائل ہو گیا۔(۱)

پس اگر ابوبکرؓ اور عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو ثابت قدم رہے تو وہ کہاں تھے؟ اور شیبہ نے انھیں کیوں نہیں دیکھا تھا اور اگر وہ آگے آگے حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ مشرکین سے قتال کیا کرتے تھے تو کیا انھوں نے کسی کو قتل کیا تھا یا کسی کو زخمی کیا تھا یا بھاگنے والوں میں سے کسی کا تعاقب کیا تھا اور پھر مؤرخین نے کیوں ذکر نہیں کیا ان کے کسی فعل، قول یا عمل کے بارے میں جو انھوں نے انجام دیئے تھے۔ اس لیے کہ اس مقام پر یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ اگر ان سے کوئی چیز صادر ہوئی ہوتی تو وہ ان کے ثابت قدم ہونے پر دلالت کرتی جب کہ ثابت قدم رہنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اور مشرکین کا لشکر بہت بڑا تھا۔

اور جب مسلمانوں کو شکست ہوگئی تو ابوسفیان اور اس کے گرد جمع ہونے والے لوگ جنھوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا لیکن ان کے دلوں میں اسلام کے لیے کینہ وحسد چھپا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے کہا: سمندر تک ان کی ہزیمت وشکست منتہی نہیں ہوگی اور تیروں کی چمک دمک تو کنانہ تک دکھائی دے گی اور کلدہ کی چیخ و پکار حنبل میں۔ کیا آج جادو باطل نہیں ہوا؟ اور شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ نے رسول اللہؐ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا تو تھا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

امیر المومنین علیہ السلام کا جہاد:

لوگوں نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی شکست کے بعد ھوازن کا ایک شخص اپنے ایک اونٹ پر آیا جس کی رنگت سرخ تھی اور وہ ھوازن کا پرچم اٹھائے ہوئے تھا، ایک طویل نیزے کی انی پر اُس نے اسے لہرایا ہوا تھا اور اس کے پیچھے مشرکین تھے وہ رجز پڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

---

(۱): امتاع الاسماع ۱:۴۱۱

اَنَا اَبُوْ جَرْوَلٍ لَا بَرَاحَ حَتّٰی نُبِیْحَ الْیَوْمَ اَوْ نُبَاحَ

میں ابوجرول ہوں اور مجھے اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک ہم آج کے دن کسی کو تباہ نہ کردیں یا تباہ کردیئے جائیں۔

امیر المومنین علیہ السلام اس کے مدّمقابل آئے اور اسے قتل کردیا اور فرمایا:

قَدْ عَلِمَ الْقَوْمُ لَدَی الصَّبَاحِ اَنِّیْ فِی الْهَیْجَاءِ ذُوْ نَصَاحٍ

قوم جانتی ہے کہ صبح کے وقت میں جنگ کے دوران نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں۔ خیر وصلاح کی طرف بلانے والا اور شر وفساد سے روکنے والا۔

پھر اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے ان پر حملہ کردیا اور ان کی صفوں کو چیر ڈالا اور اُن میں سے چالیس افراد کو قتل کردیا۔ فضل بن العباس کہتے ہیں: اس روز عباس ملتفت ہوئے اور لوگ اپنے باپ کی جماعت سے متفرق ہوگئے تھے۔ جو لوگ ثابت قدم رہ گئے تھے انھوں نے اُن لوگوں میں علیؑ کو نہیں دیکھا تو فرمایا: کیا اس عالم میں بھی ابوطالبؑ کا فرزند اپنے آپ کو رسول اللہؐ سے جدا کیے ہوئے ہے جب کہ وہ تو مرد میدان ہے، اس کے مشہور کارنامے ہیں۔ تو میں نے کہا بابا جان آپ کی بات اپنے بھتیجے کے لیے درست نہیں ہے تو انھوں نے کہا تو اے فضل بتاؤ وہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کیا آپ انھیں آگے آگے جو جماعت ہے اس میں نہیں دیکھ رہے؟ کیا آپ انھیں اس گرد وغبار میں ملاحظہ نہیں فرمارہے ہیں جو اڑ رہا ہے۔ تو عباس بن عبد المطلب نے کہا: اے میرے بیٹے ذرا مجھے اچھی طرح دکھاؤ۔ وہ دیکھیے اُس طرف دیکھیے آپ کو وہ جنگ جو نظر آرہا ہے۔ کہا ہاں دکھائی تو دے رہا ہے پھر ذرا بتاؤ وہ چمک کیسی ہے؟ کہا یہ اس کی تلوار ہے جو اسے دوسروں سے ممتاز کررہی ہے تو عباس نے کہا بِر بن بریعنی نیکوکار کا نور چشم نیکوکار ہی ہوتا ہے۔ اس پر اس کے چچا اور ماموں قربان ہوجائیں۔ فرمایا کہ اس روز علیؑ نے چالیس جنگ جوؤں کو قتل کیا اور انھیں دو ٹکڑے کردیا۔(۱)

اور جب کچھ مسلمانوں نے حضرت کا ثبات قدم دیکھا اور جو لوگ علیؑ کے ساتھ ثابت

---

(۱): بحار الانوار ۲۱: ۱۷۹۔ امتاع الاسماع للمغریزی ۱: ۴۰۸

قدم رہ کر مشرکین کے ساتھ جنگ وجدال میں مصروف تھے تو یہ دیکھ کر تقریباً سو افراد واپس آئے جن میں زیادہ تر انصار تھے وہ سب مشرکین سے قتال میں مصروف ہو گئے اور امام علیؑ ان کے آگے آگے گمراہوں کا سر قلم کر رہے تھے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتال کا یہ منظر ملاحظہ فرمایا تو کہا: ''اَلانَ حَمِیَ الْوَطِیس''۔

اب جنگ پورے شباب پر آئی ہے، اس میں گرمی آئی ہے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبَ   اَنَا بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

میں نبی ہوں او و راس میں ذرہ برابر جھوٹ کا شائبہ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا فرزند ارجمند ہوں۔

اس طرح مشرکین کو شکست ہوئی۔ جابر عبداللہ الانصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں خدا کی قسم باقی لوگ جو شکست کھا کر بھاگے تھے وہ جس وقت واپس آئے ہیں تو انھوں نے دیکھا کہ قیدی گرفتہ و بستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہوئے ہیں۔(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت معرکہ کی بیخ کنی کر دی جب امیر المومنینؑ نے انھیں مٹّی لپ بھر کر دی (یعنی مُٹھی بھر مٹّی) اور آنحضرتؐ نے اسے مشرکین کے چہرے پر ڈال دیا اور وہ فرما رہے تھے: ''شَاهَتِ الْوُجُوهُ'' اللہ ان کے چہروں کو بگاڑ دے۔

آپ قوم کی جانب بڑھے اور ان کے ساتھ مسلمان تھے۔ مشرکین کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور انھوں نے میدانِ کارزار چھوڑ دیا اور دو حصّوں میں بٹ گئے ایک گروہ وادی اوطاس کی طرف گیا اور دوسرا گروہ طائف کی جانب چلتا بنا اور وہاں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو عامر اشعری کو اوطاس کی جانب روانہ کیا اور اُن کے ساتھ کچھ مسلمان تھے۔ ابو عامر نے جنگ کی یہاں تک کہ وہ درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔(۲)

اس کے بعد مسلمان اس قابل ہوئے کہ مشرکین کو شکست دے سکیں اور پھر مشرکین کی

---

(۱): سیرۃ ابن ہشام ۴:۸۸

(۲): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ۲:۳۰۳

جماعت پراگندہ ہوگئی۔

اور مسلمانوں میں سے تین افراد نے شہادت پائی البتہ مشرکین میں سے تین سو سے زیادہ افراد قتل کیے گئے اور کافی سے زیادہ افراد قیدی بنائے گئے اور بہت سے اونٹوں، بکریوں اور چاندی وغیرہ پر قبضہ کرلیا گیا۔ تمام مال غنیمت کو جعرانہ میں رکھا گیا اور انھیں رسول اللہؐ نے طائف سے واپس آنے کے بعد تقسیم کر دیا اور انھوں نے مولفۃُ القلوب (نئے نئے مسلمان جن کی دل جوئی مقصود تھی) کو سب سے پہلے دیا۔ آپ نے ابوسفیان کو چالیس اوقیہ (ایک وزن جو سات مثقال کا ہوتا ہے) چاندی دی اور سو اونٹ عطا کیے اور اس کے دونوں بیٹوں یزید بن ابی سفیان اور معاویہ بن ابی سفیان کو اتنا ہی حصّہ دیا جتنا باپ کو دیا تھا اور ان کے علاوہ دیگر مولفۃ القلوب کو سو اونٹ اور ایک گروہ کو پچاس اونٹ عطا فرمائے پھر جو کچھ بچ گیا تھا اسے مسلمانوں میں بانٹ دیا۔ یعنی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

ذُوْ الْخُوَیْصَرَہ:

زُھری نے ابوسلمہ سے انھوں نے ابوسعید خُدری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: کہ ہم جب رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں تھے اور وہ لوگوں میں مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ اتنے میں بنی تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہؐ آپ عدل سے کام لیں۔(۱)

تو رسول اللہؐ نے اس سے کہا: تجھ پر وائے ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا۔ تم ناکام اور نامراد اور خسارے میں رہو گے اگر میں نے عدل نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ بن الخطّاب نے کہا: یا رسول اللہؐ آپ مجھے اس کے بارے میں اجازت مرحمت فرمائیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اسے اُس کے حال پر چھوڑ دو اس کے بہت سے ساتھی ہیں کہ جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نماز کو اور اُن کے روزوں کے سامنے تم اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ قرآن پڑھتے ہوں گے مگر وہ ان کے

---

(۱): اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے سلام کیا اور نبیؐ کو کوئی اہمیت نہ دی۔

حلق سے نیچے نہیں اترتا ہوگا۔ وہ لوگ گمراہی کے سبب اسلام سے اس طرح نکل گئے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، تم اس کے پیکان کو دیکھو گے تو وہاں کچھ نہ پاؤ گے، پھر تم تیر کے پھل کے اوپری حصّے کو دیکھو گے تو وہاں بھی تمہیں کچھ نہیں ملے گا، پھر تم اس کی سونتی ہوئی تلوار کو دیکھو گے تو وہ بھی تمھیں ایک خالی برتن کی طرح دکھائی دے گی، پھر تم اس کے تیر کے پَر کو دیکھو گے تو اس میں بھی تمھیں کچھ نہ ملے گا، وہ گوبر اور خون سے بھی آگے بڑھ چکا ہوگا، ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ کالی رنگت والا شخص ہوگا، اس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح منہ میں اِدھر اُدھر گھوم رہا ہے وہ انسانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔(۱)

ابوسعید نے کہا تم گواہ رہنا کہ میں نے یہ بات رسول اللہؐ سے سُنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اُن سے قتال کیا تھا اور میں علیؑ کے ساتھ تھا۔ جب اس شخص کے بارے میں حکم دیا کہ اسے تلاش کرو تو پھر وہ مل گیا اسے بلایا گیا میں نے جب اسے دیکھا تو اس میں وہ تمام علامات موجود تھیں جنھیں رسول اللہؐ نے بیان فرمایا تھا۔(۲)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

---

(۱): اور ایک جگہ یہ لفظ ہے: يَقْتُلُهُمُ اللهُ عَلٰى يَدِ اَحَبِّ الْخَلْقِ اِلَيْهِ مِنْ بَعْدِىْ. اللہ انھیں میرے بعد مخلوقات میں سب سے بہترین اور محبوب ترین فراد کے ہاتھوں قتل کرائے گا تو اسے حضرت علیؑ نے نہروان کی جنگ میں قتل کر دیا تھا اور اس کا تعلق خوارج سے تھا۔

(۲): بحار الانوار ۲۱: ۱۷۳، ۱۷۴۔ تھذیب الخصائص: ۹۵،۹۶۔ دلائل النبوۃ از بیھقی ۶: ۴۲۷، ۴۲۸۔

غــزوة الطّائف (۱)

مسلمان: بارہ ہزار

مشرکین: قبیلۂ ثقیف

مقام: طائف

وقت: ماہ شوال المکرّم ۸ سنہ ہجری ۶۳۰ سنہ ء

پرچم بردار: امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام

سبب: ثقیف کا طائف میں جمع ہونا

شہداء: بارہ افراد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے

مدّت حصار: اٹھارہ دن

غزوہ کے واقعات:

جب بنو ثقیف نے حنین میں شکست کھائی تو پھر اس کے بعد وہ طائف کی جانب گئے اور قلعہ بند ہو گئے اور انھوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ طائف کے قریب اتر پڑے اور وہاں پر لشکر کو جمع کیا تو کچھ مسلمان مشرکین کے تیروں سے قتل کر دیئے گئے اس لیے کہ مسلمانوں کا لشکر طائف کے قلعے کے قریب اقامت پذیر تھا۔ پھر رسول اللہ ؐ نے حکم دیا کہ لشکر کی جگہ کو تبدیل کر کے ایسی جگہ لے جایا جائے جہاں تک دشمنوں کے تیروں کی رسائی نہ ہو اور ان کے ہتھیاروں سے بچا جا سکے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے درمیان تیر اندازی ہوتی رہی

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۵۸۔ سیرۃ ابن ہشام ۴: ۱۳۱

پھر رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے طائف کے قلعے کے بارے میں مشورہ کیا تو سلمانؓ فارسی نے کہا: یا رسول اللہؐ میرے خیال میں ان کے قلعوں پر منجنیق نصب کر دی جائے تو رسول اللہؐ نے حکم دیا تو ایک منجنیق اور دو دبّابے(۱) لائے گئے۔

لیکن طائف کے لوگ دبابوں کو جلانے کی استطاعت رکھتے تھے انھوں نے اُسے جلا دیا اور اس میں جو مسلمان تھے انھیں قتل کیا اور زخمی کر دیا۔ اس وقت نبی اکرمؐ نے ان کے انگوروں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم صادر فرمایا۔ انھوں نے گزارش کی کہ اللہ کے لیے اسے چھوڑ دیں اور رحم کھائیں تو نبیؐ نے اسے رہنے دیا۔ اور جب رسول اللہؐ طائف کے قلعہ کو فتح کرنے کے قریب پہنچ گئے تو اس وقت تک دونوں جانب سے مادّی اور بشری نقصان خوفناک حد تک ہو گئے تھے۔ یہ بات طے پائی کہ طائف سے چلے جائیں گے اس لیے کہ طائف کا قلعہ مضبوط ہے اور اُن کے جنگ جُوؤں کے پاس زیادہ طاقت ہے اور اہل طائف تیر اندازی کے ماہر ہیں اور ان کے پاس ایسے ہتھیار موجود ہیں جو ان کی ضد ہیں جو اسلحے رسول اللہؐ کے پاس پائے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح ان کے پاس غذائی اشیاء کا ڈھیر ہے جو طویل مدت تک حصار کے دوران کافی رہے گا۔ مزید برآں مسلمان طویل حصار اور جو خسارے انھیں پہنچے تھے وہ اس کے بعد واپسی کے لیے خواہش مند تھے ان تمام اسباب کی بنیاد پر مسلمانوں نے طائف سے واپسی کا قصد کیا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

---

(۱): دَبَّابَہ: ایک آلہ کا نام جس کو محاصرہ میں استعمال کیا کرتے تھے اور اس کے جوف میں داخل ہو کر قلعہ کی دیوار کی جڑ میں پہنچ جاتے تھے اور جوف میں رہتے ہوئے نقب لگاتے تھے۔ ٹینک کو بھی کہتے ہیں۔

سریّۂ امامِ علیؑ
خَثْعَم کی طرف (۱)

مسلمان: سواروں کی ایک ٹولی، امام علی علیہ السلام کی قیادت میں

مشرکین: خَثْعَم

وقت: جس وقت رسول اللہؐ نے اہل طائف کا محاصرہ کر رکھا تھا اس دوران

سَرِیّہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کو سواروں کے سَرِیّہ کا سردار بنا کر بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ جو کچھ پائیں اسے پامال کر دیں اور انھیں جو بھی بت دکھائی دے انھیں توڑ دیں۔ مولا علیؑ روانہ ہوئے یہاں تک کہ انھیں خثعم کا لشکر بڑی جماعت کے ساتھ ملا۔ قوم کا ایک فرد حضرت علیؑ کی طرف جنگ کے ارادے سے آگے بڑھا جس کا نام شہاب تھا۔ اس نے کہا: (هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟) ہے کوئی میرے مقابل میں آنے والا؟ امام علیہ السلام نے اپنے سواروں سے دریافت کیا کہ کون اس کے سامنے مقابلے کے لیے جائے گا تو یہ سن کر کوئی بھی نہیں اُٹھا تو پھر امیر المومنینؑ خود اٹھ کر اس کی جانب بڑھے تو ابو العاص بن الربیع اچھل کر اٹھا اور کہا اے امیر آپ اس سے مقابلہ کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں لیکن اگر میں قتل کر دیا گیا تو تم اس سریّہ کی قیادت کرنا۔ تو امیر المومنینؑ شہاب کی طرف بڑھے اور یہ شعر پڑھا:

اِنَّ عَلٰی کُلِّ رَئِیْسٍ حَقًّا   اَنْ یَرْوِیَ الصَّعْدَةَ اَوْ تُدَقَّا

بے شک ہر سردار کا حق ہے کہ وہ اسے سیدھے نیزے سے سیراب کرے یا کوٹ کوٹ کے باریک کر دے۔

---

(۱): الارشاد: ۸۰۔ تاریخ الیعقوبی ۲: ۶۴۔ اعلام الوریٰ ۱: ۳۸۸

پھر آپ نے اسے تلوار سے مار کر قتل کر دیا پھر آپ گئے اور آپ نے بتوں کو پاش پاش کر دیا اور پھر رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں واپس آ گئے اور وہ اہل طائف کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن سیّابہ اور الاجلح سب نے ابوالزبیر سے روایت کی ہے اور انھوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے کہ رسول اللہؐ جب جنگ طائف کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام سے تنہائی میں ملے تو حضرت عمرؓ بن الخطّاب آنحضرتؐ کے پاس آئے اور فرمایا:

کیا آپ ہمارے بغیر ہی علیؑ سے تنہائی میں گفتگو کر رہے ہیں اور ان سے خلوت میں ملاقات کر رہے ہیں، تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

اے عمر میں نے ان سے مناجات نہیں کی بلکہ اللہ نے مناجات کی۔ حضرت عمرؓ نے منہ موڑا اور چل دیئے اور وہ فرما رہے تھے یہ تو وہی بات ہے جیسا آپ نے غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر فرمایا تھا:

لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيۡنَ۔

اگر اللہ نے چاہا تو تم مسجد الحرام میں امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے۔

ہم داخل نہیں ہوئے بلکہ ہمیں اس سے روک دیا گیا۔ تو نبیؐ نے انھیں پکار کر کہا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اسی سال داخل ہو گے۔(۱)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الارشاد: ۸۱۔ اور یہ حدیث مختلف الفاظ میں روایت کی گئی ہے۔ راجع الصحیح الترمذی الحدیث رقم ۳۶۴۳۸۔ شرح النہج للمعتزلی ۹: ۱۷۳

سریّہ امام علی علیہ السلام
وَج کے اندرونی حصّے میں (۱)

مسلمان: قتالی جنگ جُوؤں کا ٹولہ امیر المومنینؑ کی قیادت میں

مشرکین: ثقیف کے سواروں کا ٹولہ نابغ بن غیلان بن معتب کی قیادت میں

مقام: وَج کا اندرونی حصّہ

وقت: حصار طائف کے دوران

نتائج: مشرکین کے ٹولے کے قائد کا قتل امیر المومنینؑ کے ہاتھوں اور مشرکین کی شکست کا رعب ثقیف پر بھی پڑا۔ تو ان کی ایک جماعت نبی اکرمؐ کی طرف آئی اور انھوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

(۱): الارشاد: ۸۱۔ تاریخ الیعقوبی ۲: ۶۴۔ اعلام الوریٰ

سریّۂ مالک بن عوف
ثقیف کی طرف (۱)

مسلمان: قبائل ثمالہ اور سلمہ اور فھم کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے، مالک بن عوف النصری کی قیادت میں

مشرکین: قبیلۂ ثقیف

ہدف: ثقیف پر عرصۂ حیات تنگ کرنا تا کہ انھیں مجبور کیا جائے کہ وہ عناد چھوڑ دیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں۔

سریّہ کے واقعات:

شہر طائف کے فتح کے بارے میں جس حصار کو آنحضرتؐ نے فرض قرار دیا تھا اس کے کمزور پڑ جانے کے بعد رسول اللہؐ نے دوسرا طریقہ اپنایا کہ ثقیف کا عرصہ حیات تنگ کر دیں اور اُن کو چاروں طرف سے لوٹ لیا جائے اور ان تک پہنچنے والی اِمداد کو روک دیا جائے تا کہ وہ اپنی دشمنی سے باز آ جائیں اور مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں۔ اور طائف کے باشندوں پر نفسیاتی اور معنوی اثرات ڈالنے کے لیے یہ مہم ان کے زعیم اور قائد مالک بن عوف الانصاری کے سپرد کر دی گئی تھی۔ رسول اللہؐ نے ھوازن کے وفد سے فرمایا تھا جو اس لیے آئے تھے کہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دیا جائے کہ تم مالک کو بتلاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آئے گا تو میں اس کے اہل و عیال اور اموال کو واپس کر دوں گا۔ اور میں اسے سو اونٹ بھی دوں گا۔ مالک اس بات کو سن کر بہت خوش ہو گیا اور وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرتؐ نے اس کے اہل و عیال اور اس کے اموال کو واپس کر دیا اور جب

---

(۱): نھایۃ الارب ۱۷: ۳۴۵۔ تاریخ الخمیس ۲: ۱۱۳

اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تو سو اونٹ بھی اسے عطا کر دیئے۔ پھر اسے اس کی قوم کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے اُن پر اور ثمالہ، سلمہ اور فہم کے قبائل پر اپنا نمایندہ مقرر فرما دیا۔ اس کے بعد مالک ان لوگوں کے ساتھ ثقیف سے جنگ کرتا رہا جب بھی چرنے کے لیے جانور چراگاہ میں آتے تو یہ اُن پر حملہ کر دیتا اور ان کی زندگی اجیرن کر دی یہاں تک کہ اُن کے شاعر نے یہ اشعار کہے:

هَابَتِ الْاَعْدَاءُ جَانِبَنَا ثُمَّ تَغْزُونَا بَنُو سَلْمَهْ

دشمنوں نے ہمارے پہلوؤں کو خوف زدہ بنا دیا پھر بنو سلمہ نے ہم سے جنگ چھیڑ دی

وَ اَتَانَا مَالِكٌ بِهِمْ نَاقِضًا لِلْعَهْدِ وَالْحُرُمَهْ

اور ان کے ساتھ مالک بھی ہمارے پاس آئے اپنے عہد و پیمان اور قابل احترام معاملات کو توڑ کر

وَ اَتَوْنَا فِي مَنَازِلِنَا وَلَقَدْ كُنَّا اُولِيْ نَقِمَهْ

اور وہ لوگ تو ہمارے گھروں تک پہنچ گئے اور بے شک ہم ہی وہ لوگ تھے جن سے انتقام لیا گیا اور سزا دی گئی۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

سریّۂ امام علی علیہ السلام

یمن کی طرف

اور یہ پہلا سریّہ ہے جسے یمن کی طرف روانہ کیا گیا۔

مسلمان: دوُ رِیَّۂِ قِتَال مولا علی علیہ السلام کی قیادت میں

مشرکین: قبیلۂ ہمدان یمن میں

وقت: ۸ سنہ ہجری کے آخر میں طائف سے واپس آنے کے بعد ۶۳۰ء

سریّہ کے واقعات: صحیح بخاری میں براء بن عازب سے مروی ہے۔انھوں نے کہا کہ ہمیں نبی اکرمؐ نے خالد بن ولید کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا پھر اس کے بعد ان کی جگہ پر علیؑ کو روانہ کیا اور اُن سے فرمایا کہ آپ خالد کے ساتھیوں کو حکم دے دیں کہ ان میں سے جو آپ کے پیچھے آنا چاہتا ہے وہ پیچھے آجائے اور جو جانا چاہتا ہے وہ آگے بڑھ جائے۔ میں وہ تھا جو ان کے پیچھے پیچھے چلا تو مجھے کچھ اواقی مال غنیمت ملا (اواقی اوقیہ کی جمع ہے ایک وزن جو سات مثقال کا ہوتا ہے) زینی دحلان نے کہا کہ یہ بات واضح ہے کہ اس سریہ کو پہلی بار جب بھیجا گیا تو ۸ سنہ ہجری کا آخر تھا اور یہ سریّہ ھمدان کی جانب روانہ ہوا تھا۔(۱)

نتائج: ھمدان کا پورا قبیلہ ایک دن میں مشرف بہ اسلام ہو گیا اور حضرت علی امیر المومنینؑ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر سے خط بھیج کر مطّلع کر دیا۔ جب رسول اللہؐ نے ان کی تحریر پڑھی تو بے حد خوش ہوئے اور مسرّت و شادمانی کا اظہار کیا اور شکر رب ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر گئے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور بیٹھ گئے اور فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلٰی ھمدان. ھمدان پر سلامتی ہو۔ پھر اس کے بعد یمن پورا کا پورا مسلمان ہو گیا۔

---

(۱): السیرۃ النبویہ لزینی دحلان ج ۲ ص ۳۴۷

سریۂ عُیَیْنَہ بن حِصْنِ الفزاری (۱)

مسلمان: پچاس سوار

مشرکین: بنوالعنبر جن کا تمیم سے تعلّق تھا

مقام: مساکن بنی العنبر ،بنو العنبر کی رہائش گاہیں سقیا،اور ارض تمیم کے درمیان

وقت: محرم الحرام ۹ سنہ ہجری ۶۳۰ سنہ ء

نتائج: بنی العنبر نے راہِ فرار اختیار کی، گیارہ مرد قیدی بنے اور ۱۱ عورتیں قیدی بنائی گئیں اورتیس بچّے قید کیے گئے اور یہ سریہ صحیح وسلامتی کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آ گیااورانھیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

سریۂ قطبہ بن عامر بن حدیدہ خثعم کی طرف (۲)

مسلمان: ۲۰ سوار

مشرکین: خثعم کا ایک قبیلہ

مقام: تبالہ کے قریب

وقت: ماہ صفر ۹ سنہ ہجری ۶۳۰ سنہ ء

نتائج: بہت سے مشرکین قتل کیے گئے اور زخمی ہوئے اور چو پایوں اور بکریوں پر قبضہ کر کے انھیں مدینہ منورہ تک لے گئے۔

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲:۱۶۰

(۲): السیرۃ النبویہ الزینی دحلان ۲:۳۱۸

سریّہ الضحاک بن سفیان الکلابی
بنی کلاب کی طرف (۱)

اور یہ سریّۂ القُرطاء ہے۔

مسلمان: دور یہ قتال ضحاک بن سفیان الکلابی کی قیادت میں

مشرکین: بنوکلاب

مقام: زُجّ لاوہ

وقت: ماہ ربیع الاوّل ۹ سنہ ہجری ۶۳۰ سنہ ء

سریّہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرطاء کی طرف ایک سریّہ روانہ کیا۔ ضحاک بن سفیان الکلابی کی قیادت میں اور ان کے ساتھ الاصید بن سلمہ بن قرط بھی تھے۔ ان کی مڈبھیڑ زُجّ لاوہ میں ہوئی۔ ان دونوں نے انھیں اسلام کی دعوت دی، انھوں نے انکار کر دیا پھر انھوں نے اُن سے قتال کیا اور انھیں شکست دے دی۔ اُصید اپنے باپ سلمہ سے ملحق ہوا اور سلمہ اپنے گھوڑے پر سوار زُجّ کے ایک غدیر (تالاب) میں تھے، اُصید نے اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی اور اُسے امان عطا کی۔ اس کے باپ نے اُسے اور اس کے دین کو گالی دی تو اُصید نے اپنے والد کے گھوڑے کی کونچیں (ٹانگیں) کاٹ دیں۔ جب گھوڑا پیروں کے بل گرا تو سلمہ نے اپنا نیزہ پانی میں گاڑ دیا پھر اسے روک دیا یہاں تک کہ مسلمانوں میں سے کوئی آیا اور اس نے سلمہ کو قتل کر دیا، اُس کے بیٹے نے اُسے قتل نہیں کیا۔

---

(۱): السیرۃ النبویہ الزینی دحلان ۲:۳۱۸

سَرِیَّہ علقمہ بن مجزّز المدلجی
حبشہ کی طرف (۱)

مسلمان: تین سو ۳۰۰

مشرکین: حبشہ کے کچھ لوگ

وقت: ماہ ربیع الثانی ۹ سنہ ہجری ۶۳۰ سنہ ء

سَرِیَّہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ پتا چلا کہ حبشہ کے کچھ لوگ جدّہ کے قریب آنے کی کوشش کررہے ہیں تو آپ نے اُن کی طرف علقمہ بن مجزّز کو تین سو افراد کے ساتھ روانہ کیا تو وہ سمندر میں ایک جزیرہ تک پہنچے، ان کی طرف سمندر بڑھنے لگا تو یہ وہاں سے بھاگ گئے۔ جب واپس آئے تو چند لوگوں نے عجلت سے کام لینا چاہا تو علقمہ بن مجزّز نے انھیں اجازت دے دی اور ان پر عبداللہ بن حُذافہ سَہمی کو امیر مقرر کیا۔ اُن کی طبیعت میں مزاح تھا وہ کہیں راستے میں اتر پڑے اور آگ جلا کر تاپنے لگے تو انھوں نے کہا میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود جاؤ تو کچھ لوگ اٹھے اور انھوں نے ارادہ کیا کہ خود کو آگ میں ڈال دیں۔ جب عبداللہ بن حُذافہ نے یہ محسوس کیا کہ وہ لوگ آگ میں کود جائیں گے تو فرمایا: بیٹھ جاؤ میں تو تمھارے ساتھ مذاق کررہا تھا۔ ان لوگوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بیان کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمھیں نافرمانی کا حکم، گناہ کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کرو۔

ابن ہشام نے ذکر کیا اس سریّہ کا سبب غزوۂ ذی قدر میں وقاص بن مجزّز کا قتل ہے، تو

---

(۱): سیرۃ ابن ہشام ۴:۲۸۹

اس کے بعد رسول اللہؐ نے علقمہ بن مجزّ زکو روانہ کیا تا کہ وہ بنی فزارہ سے خون کا بدلہ لیں۔

احادیث رسولؐ، بحری قوت کے بارے میں:

ا:۔ جو بھی سمندر پر بیٹھ جائے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور مسلمانوں کی حفاظت کی نیت سے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے سمندر کے ہر قطرے کے برابر ثواب اور نیکیاں لکھ دے گا۔(۱)

۲:۔ بے شک سمندر کے شہداء اللہ تعالیٰ کے نزدیک خشکی کے شہداء سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔(۲)

۳:۔ جو شخص میرے ساتھ غزوہ میں حصّہ نہیں لے سکا تو اسے چاہیے کہ وہ سمندر میں جنگ کرے۔(۳)

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): میزان الحکمۃ ۲: ۳۳۴

(۲): میزان الحکمۃ ۲: ۳۳۴

(۳): میزان الحکمۃ ۲: ۳۳۴

سریۂ امام علی علیہ السلام
طی کی طرف (۱)

مسلمان: ایک سو پچاس

مشرکین: بنو طی اور ان کا قائد عدی بن حاتم الطائی تھا

مقام: سرزمین طی

وقت: ماہ ربیع الثانی سنہ ۹ ہجری ۶۳۰ء

ہدف (مقصد): طی کے بُت کو منہدم کرنا جسے فلس کہا جاتا تھا اور طی کو اسلام کی دعوت دینا۔

سریہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو ایک سو پچاس افراد کے ساتھ سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر فلس (صنم طی) کو منہدم کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ مولا علیؑ سریہ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے بُت تک پہنچ گئے اور اُسے منہدم کر دیا اور آپ نے وہاں موجود لوگوں کو گرفتار کیا اور جانوروں اور بھیڑ بکریوں پر قبضہ جما لیا اور ان قیدیوں میں سفانہ بنت حاتم الطائی بھی تھی۔ عدی شام کی طرف بھاگ گیا اور صنم کے مخزن میں تین تلواریں موجود پائی گئیں جن کے نام رَسُوب، مخذَم اور یمانی تھے اور تین زرہیں بھی ملیں۔ امام عالی مقام نے مال غنیمت کو سریہ والوں میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ جب کہ آپ نے اس میں سے خمس اور آل حاتم کے حصّے کو الگ کر لیا اور مدینہ پہنچ کر انھیں ان کا حصّہ دے دیا۔ اور جب

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۶۴۔ السیرۃ الزینی دحلان ۲: ۳۲۔ تاریخ الخمیس ۲: ۱۲۱۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۳۵۳

رسول اللہ ؐ نے سفانہ بنت حاتم الطّائی کو آزاد کیا تو اس سے فرمایا:

شَكَرَتْكَ يَدٌ افْتَقَرَتْ بَعْدَ غِنًى وَ لَا مَلَكَتْكَ يَدٌ اسْتَغْنَتْ بَعْدَ فَقْرٍ وَ اَصَابَ اللهُ بِمَعْرُوْفِكِ مَوَاضِعَهُ وَ لَا جَعَلَ اللهُ لَكِ اِلٰى لَئِيْمٍ حَاجَةً وَ لَا سَلَبَ نِعْمَةٍ مِنْ كَرِيْمٍ اِلَّا وَ جَعَلَكِ سَبَباً لِرَدِّهَا عَلَيْهِ.

اس ہاتھ نے تیرا شکرادا کیا جو دولت مندی کے بعد محتاج ہوگیا اور اس ہاتھ نے تجھ پر قبضہ نہیں کیا جو فقر و فاقہ کے بعد ثروت مند ہو گیا۔ اور تیری نیکی کو اللہ تعالیٰ نے اس کی صحیح جگہ پہنچا دیا۔ اور اللہ تجھے کسی لئیم کے پاس کسی ضرورت کے لیے نہ لے جائے اور کسی صاحب کرم سے نعمت کو سلب نہ کرے مگر یہ کہ تجھ کو سبب بنا دے تا کہ وہ اسے لوٹا دے۔

عدی بن حاتم رسول اللہ ؐ کے اخلاق سے بہت متاثر ہوا اور اس کی بہن کا اُن سے گفتگو کرنا بھی باعث ہوا ان دونوں باتوں نے مل کر اسے ربّ العالمین کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا اور اس کی طویل جہادی زندگی کا آغاز ہو گیا رسول اللہ ؐ کے ساتھ، حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اور امام حسنؑ الزکی کے ساتھ۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

سریۂ عکاشہ بن مُحصِنُ الاسدی
جناب کی طرف (۱)

مسلمان: دَوْ رِیَّۂ قِتَالُ معمول کے مطابق جنگی دستہ (گشتی دستہ)

مشرکین: بنوعذرہ وَبلی

مقام: الجناب اور یہ عذرہ اور بلی کی زمین ہے اور کہا گیا ہے کہ فزارہ اور کلب کی زمین ہے اور عذرہ اس زمین میں شریک ہیں۔

وقت: ماہ ربیع الثانی سنہ ۹ ہجری سنہ ۶۳۰ء

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۶۳۔ تاریخ الخمیس ۲: ۱۲۱

غزوۂ تبوک

اور اس کا نام غَزْوَۂِ جَیْشُ الْعُسْرَۃ بھی ہے۔

مسلمان: تیس ہزار ۳۰۰۰۰

مشرکین: روم کی سب سے بڑی قوتیں اور طاقتیں افواج اور ان کے کارندے هِرَقِل کی قیادت میں۔

مقام: تَبُوک

وقت: ماہِ رجب المرجب ۹ سنہ ہجری، ستمبر، اکتوبر ۶۳۰ سنہ ء

مدینہ منورہ میں رسول اللہؐ کے جانشین: حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام (۱)

نازل ہونے والی آیتیں: سورۂ توبہ درج ذیل آیات ۲۹، ۳۷، ۵۷، ۶۱، ۷۴، ۸۱، ۹۶، ۱۱۷، ۱۲۱

غزوہ کے واقعات:

براہ راست پیش آنے والے اسباب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا چلا کہ رومیوں نے بہت بڑی فوج اکٹھی کر لی ہے اور یہ کہ

---

(۱): ابن سعد نے ذکر نہیں کیا کہ رسول اللہؐ نے امیر المومنینؑ کو مدینہ مین اپنا جانشین بنایا تھا جس طرح اس نے حدیث منزلت بھی بیان نہیں کی اور کہا کہ نبی اکرمؐ نے محمد بن مسلمہ کو اپنا جانشین بنایا تھا لیکن ابن ہشام نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے محمد بن مسلمہ کو اپنا جانشین بنایا اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لیے مدینہ منورہ میں چھوڑ کر گئے اور ان کے امور کا نگہبان مقرر کیا پھر حدیث منزلت بھی بیان کی ہے اور ابن اسحاق نے بھی حدیث منزلت بیان کی ہے۔(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۴:۱۳۶)۔اور ابن عبد البر نے استیعاب میں کہا کہ رسول اللہؐ نے سوائے علیؑ کے کسی اور کو مدینہ میں اپنا جانشین نہیں بنایا اور تاریخ یعقوبی نے اس بات کی تائید کی ہے اور فرمایا کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا تھا اور اس سے زیادہ نہیں لکھا (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۳:۳۴)

قیصر (بادشاہ روم کا لقب) نے اپنے اصحاب کو ایک سال کا رزق فراہم کر دیا ہے اور اس کے ساتھ لخم، جذام اور اس کے کارندے اور غسان کے قبائل آملے ہیں اور انھوں نے اپنے اگلے دستوں کو بلقاء کی طرف روانہ کر دیا ہے تاکہ عرب کی شمالی حدود میں جنگ کریں اور اسلام کے غلبہ کو وہاں سے ختم کر دیں۔

براہ راست پیش نہ آنے والے اسباب:

اور کچھ ایسے اسباب بھی تھے جو اس غزوہ میں براہ راست پیش نہیں آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تحقیق کرنی چاہی تھی جن میں سے:

ا:۔ مسلمانوں کے دلوں میں اور ان کے علاوہ دیگر افراد کے دلوں میں جو مُعْرَکہِ مُؤتہ کے اثرات ونتائج تھے انھیں زائل کیا جائے اور رومیوں اور اُن کے حلیفوں کو سمجھایا جائے کہ اب مسلمان اتنے طاقت ور ہو چکے ہیں کہ اُن کی قوّتوں کا مقابلہ کر سکیں اور اُن پر غلبہ حاصل کر سکیں۔

ب:۔ جزیرۂ عرب کے باہر نشر اسلام کی حمایت حاصل کرنا اس بات کو واضح کرنے کے لیے کہ اسلام پوری انسانیت کی ہدایت کے لیے آیا ہے۔

ج:۔ باشندگانِ عرب کے قبائل کی معنویات یعنی ان کے شک وشبہات کو دور کرنا جو اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن کسی ایک یا دوسرے سبب سے متردّد ہیں۔

د:۔ رومیوں کی قوتوں اور ان کے حلیفوں کی طاقتوں کے یکجا ہونے کی معرفت اور اس امر سے مطلع ہونا کہ ان کے پاس کس قدر عسکری طاقت ہے اور انھیں نفسیاتی اور معنوی لحاظ سے متاثر کرنا جو تمہید بن جائے جس کی وجہ سے خود ان کے گھر کے اندر اور مناسب وقت میں ان کے خلاف فیصلہ ہو جائے۔

صلاحیّتیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس غزوہ کے لیے تیاری کی جائے اور مسلمان قبائل کو جو مدینہ منورہ سے باہر مقیم تھے انھیں خط لکھا اور انھیں اس غزوہ میں شریک ہونے کی دعوت

دی اورانھیں اس جہت سے آگاہ کیا جہاں وہ جانا چاہتے ہیں اوراس کا سبب یہ تھا:

۱:۔سفر دوردراز مقام کا تھا اور مسافت زیادہ تھی۔شدید گرمی کا موسم تھا تا کہ مسلمان اپنی ضرورت کی تمام اشیاء ساتھ رکھ لیں،مہیّا کرلیں اور اس طولانی سفر اور مشقتوں سے بھرے ہوئے سفر میں جن وسائل کی ضرورت ہے انھیں اکٹھا کریں۔

۲:۔اسلامی لشکر کو تیار کرنے کے لیے وافر مال ومتاع کی ضرورت تھی اس لیے کہ احتمال تھا کہ ان کا مقابلہ ہوگا رومیوں کی طاقت وراوراس زمانے کے لحاظ سے جدید عسکری قوتوں کے ساتھ۔

۳:۔اور ایسے لشکر کو تیار کرنا تھا جو تعداد اور تیاری کے اعتبار سے بڑا اور باعظمت ہو اور اس زمانے کی سب سے بڑی طاقت جو رومن امپائر کے نام سے جانی اور پہچانی جاتی تھی اس سے مقابلے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

رسول اللہؐ اس غزوہ میں تمام طاقتوں کو یکجا اور اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور جملہ مادی اور معنوی امکانات جو فوج کے لیے ضروری و لازمی ہیں انھوں نے مہیّا کرلیے تھے۔اور جس کو جدید عصر میں ''حرب شاملہ'' یا ''حرب مطلقہ'' کہتے ہیں۔اور رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو آمادہ کیا تھا کہ وہ لشکر اسلامی کی تیاری میں بھرپور حصّہ لیں لہٰذا انھوں نے جیش اسلامی کی تیاری میں سبقت لے جانے کی کوشش کی۔لیکن اس کے باوجود تیاریاں کافی اور مکمّل نہ تھیں۔مسلمانوں کی ایک جماعت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اُن سے سفری وسائل کا مطالبہ کیا تو انھیں وہاں پر وہ کچھ نہ ملا انھوں نے جسے چاہا تھا اور یہ وہی لوگ تھے جن کی طرف آیت کریمہ نے اشارہ کیا ہے۔ارشاد باری عزاسمہ ہے:

تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ.(۱)

اور یہ ہی ان بے سروسامان لوگوں پر الزام عاید ہوتا ہے جنھوں نے خود آ کر آپ سے سواری کی درخواست کی تھی تو آپ نے اُن سے کہا تھا کہ میں تمھارے لیے سواریوں کا تو

(۱): سورۂ توبہ:۹۲

انتظام نہیں کر سکتا تو وہ لوٹ گئے اور اس غم کی وجہ سے کہ اُن کے پاس خود خرچ کرنے کو کچھ میسّر نہ تھا ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اور جب ان کے تمام انتظامات اور استعدادات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کا رُخ کیا اور عبداللہ بن ابی منافقین کے درمیان رہا وہ سفر پر روانہ نہیں ہوا اور منافقین نے مدینہ کے باہر لشکر جمع کیا تھا اور وہ بڑی تعداد میں تھا اور کہا جا رہا تھا:

لَيْسَ عَسْكَرُهُ بِاَقَلَّ الْعَسْكَرَيْنِ.

کہ اس کا لشکر دو لشکروں سے کم نہیں ہے۔(۱)

یعنی وہاں جو منافقین ہیں وہ اس سے زیادہ خطرناک ہیں۔

امیر المومنینؑ کی جانشینی اور حدیث منزلت:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کی جانب روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت علی علیہ السلام کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور خاص طور سے اپنے اہل وعیال کا نگراں بنایا اور اُن سے فرمایا:

يَا عَلِيُّ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا بِيْ اَوْ بِكَ.

اے علیؑ میرے یا تمھارے سوا کسی اور کے بس کی بات نہیں کہ وہ مدینہ کو درست خطوط پر چلائے۔

اور یہ اس وقت کہا جب اُن پر واضح ہو گیا کہ مدینہ کا نظم وضبط اور ان کے تشریف لے جانے کے بعد اس کی نگہبانی کسی ایسے مضبوط شخص کے پاس ہونی چاہیے جیسے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد جب کہ ابن سلول منافقین اور عرب کے بدّو جو پیچھے رہ گئے تھے وہ دولت اسلامیہ کے دار الخلافہ پر نئے خطرے کو تشکیل دے سکتے ہیں۔ بالخصوص نبی اکرمؐ نے جب یہ بھانپ لیا کہ ان کا تبوک کی طرف رُخ کرنا منافقین کے لیے ایک سنہرا موقع ہوگا کہ وہ دولت اسلامیہ کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچائیں۔ لہٰذا انھوں نے

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۶۵

امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خلاف پروپگنڈے شروع کر دیے اور انھوں نے غلط خبریں پھیلانا شروع کر دیں اور اپنی نشستوں میں بار بار یہ کہنا شروع کیا کہ نبی اکرمؐ نے علیؑ کو مدینہ میں اس لیے چھوڑا ہے کہ وہ ان کے لیے بوجھ تھے اور ان کی منزلت کم تھی۔

اور جب امیر المومنینؑ کو منافقین کی ان غلط باتوں کا علم ہوا تو آپ نے انھیں جھٹلانے اور اُنھیں رسوا کرنے کا پورا پروگرام بنالیا۔ آپ نے نبی اکرمؐ سے ملاقات کی اور ان سے فرمایا: یارسول اللہؐ منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے مجھے جو مدینہ میں جانشین بنایا ہے وہ ایک بوجھ سمجھ کر اور ناراضی کے سبب تو نبی اکرمؐ نے اُن سے فرمایا: اے میرے بھائی تم اپنی جگہ واپس جاؤ اس لیے کہ مدینہ کو میری یا تمھاری ضرورت ہے۔ ہم دونوں کے علاوہ کسی اور سے معاملہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ میرے اہل بیتؑ میں تم میرے جانشین ہو، میری ہجرت کے گھر اور میری قوم کے درمیان:

اَمَا تَرْضٰی یَا عَلِي اَنْ تَکُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی.

اے علیؑ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی بس یہ کہ میرے بعد کوئی نبیؐ نہیں ہوگا۔(۱)

ابن ہشام نے کہا: جب حضرت علی علیہ السلام نے نبی اکرمؐ سے منافقین کی باتیں بتائیں تو انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ منافقین ''جھوٹ بولتے ہیں''۔ میں نے اپنے پیچھے جو کچھ چھوڑا ہے اس پر تمھیں اپنا جانشین بنایا ہے، واپس جاؤ تم میرے جانشین کی حیثیت سے میرے اہل وعیال اور اپنے اہل وعیال کا خیال رکھو۔

اَفَلَا تَرْضٰی یَا عَلِي اَنْ تَکُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی، اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

اے علیؑ! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو

---

(۱): ارشاد المفید: ۸۳

ہارون کو موسیٰ سے تھی بس یہ کہ میرے بعد کوئی نبیؑ نہیں ہوگا۔(۱)

اور یہ حدیث متواتر حدیثوں میں سے ہے۔

شیخ مفید نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ان کی امامت کے نص پر مشتمل ہے اور خلافت کے بارے میں کافی وضاحت ہے اور اُن کی ایسی فضیلت کی جانب رہنمائی کرتا ہے جس میں کوئی بھی ان کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے لیے وہ تمام منازل لازم وواجب قرار دی میں جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھیں جسے عرف میں اخوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔بس انھیں صرف نبوت سے مستثنیٰ کیا ہے۔

پھر فرمایا اور یہ وہ فضیلت ہے جس میں مخلوقات میں سے کوئی بھی امیر المومنینؑ کے ساتھ شریک نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مفہوم میں ان کے مساوی ہے اور نہ کسی طور ان کے قریب ہے اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ یہ سمجھتا کہ ان کے نبیؐ کو ان جنگوں میں جنگ جُو اور مددگار کی ضرورت ہے تو کبھی بھی وہ اجازت نہ دیتا کہ علیؑ کو ساتھ نہ لے جائیں بلکہ اللہ جانتا تھا کہ علیؑ کا جانشینِ پیغمبرؐ کی حیثیت سے مدینہ منورہ میں رہنا ہی مصلحت کا تقاضا ہے اور نبیؑ کے دارِ ہجرت یعنی مدینہ منورہ میں ان کا قیام افضل ترین اعمال میں سے ہے۔اسی طرح اس نے مخلوقات اور دین کی تدبیر کی ہے۔(۲)

ابوذر رضی اللہ عنہ کی شان:

تبوک کی جانب روانگی کے دوران اگر کوئی شخص شریک نہیں ہوتا تھا تو مسلمان رسول اللہؐ سے یہ کہتے فلاں شخص نہیں آیا، رسولؐ فرماتے اسے رہنے دو، اگر اس میں خیر ہوگا تو عن قریب اللہ اسے تم سے ملحق کر دے گا اور اگر اس کے علاوہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس سے بچالیا ہے۔

اور حضرت ابوذر غفاری رضوان اللہ علیہ تین دن تک رسول اللہؐ سے پیچھے رہ گئے۔

---

(۱): سیرت ابن ہشام ۴:۶ ۱۳

(۲): ارشاد المفید: ۸۲، ۸۳

اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا اونٹ کمزور اور لاغر تھا وہ تین دن کے بعد آکر رسول اللہؐ سے ملے۔ پھر ان کا اونٹ راستے میں رک گیا تو انھوں نے اُسے چھوڑ دیا اور اپنے کپڑے پیٹھ پر لا دلیے، جب دن نمودار ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص چلا آرہا ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا: ابوذرؓ ہوں گے؟ لوگوں نے کہا ہاں وہ ابوذرؓ ہیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا: انھیں پانی پہنچاؤ اس لیے کہ وہ پیاسے ہیں۔ لوگوں نے انھیں پانی لے جا کر دیا اور ابوذرؓ رسول اللہؐ سے آکر مل گئے اور اُن کے پاس چمڑے کا چھوٹا برتن تھا جس میں پانی تھا تو رسول اللہؐ نے پوچھا ابوذرؓ تمھارے پاس پانی تھا پھر بھی تم پیاسے رہے۔ انھوں نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میں ایک چٹان تک پہنچا جس میں پانی تھا میں نے جب اسے چکھا تو وہ شیریں اور ٹھنڈا تھا تو میں نے خود سے کہا کہ میں اسے نہیں پیوں گا جب تک میرے حبیب رسول اللہؐ اسے نہ پی لیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا: اے ابوذرؓ! خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے:

تَعِيْشُ وَحْدَكَ وَ تَمُوتُ وَحْدَكَ وَ تُبْعَثُ وَحْدَكَ، وَ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَحْدَكَ، يَسْعَدُ بِكَ قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ يَتَوَلَّوْنَ غُسْلَكَ وَ تَجْهِيْزَكَ وَ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ وَ دَفْنَكَ.

تم تنہا زندہ رہو گے اور تنہا ہی مرو گے اور تنہا ہی اٹھائے جاؤ گے اور تم تنہا ہی جنت میں جاؤ گے۔ عراق کی ایک قوم کو یہ سعادت ملے گی جو تمھیں غسل دیں گے، کفن کا انتظام کریں گے، تم پر نماز پڑھیں گے اور تمھیں دفن کر دیں گے۔(۱)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے فرمایا کہ جب حضرت عثمانؓ نے ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہاں ان کے لیے پیام اجل آ گیا۔ ان کے ساتھ وہاں پر صرف ان کی بیوی اور ان کا غلام تھا تو انھوں نے دونوں کو وصیت کی کہ تم دونوں مجھے غسل وکفن دینا پھر مجھے راستے کے نمایاں حصّے پر رکھ دینا۔ پہلا سوار جو تمھارے پاس سے گزرے تو تم اس سے

---

(۱): بحار الانوار ۲۱: ۲۱۵، ۲۱۶

کہنا یہ ابوذرؓ ہے رسول اللہ ؐ کا صحابی، تم اسے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ جب ابوذرؓ کا انتقال ہو گیا تو ان دونوں نے ایسا ہی کیا پھر اسے راستے کی نمایاں جگہ پر رکھ دیا کہ عبداللہ بن مسعود اہل عراق کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں سے گزرے انھوں نے راستے میں جنازہ دیکھ کر سواری کو روک لیا۔ قریب تھا کہ اونٹ اسے کچل دے۔ غلام ان کی طرف بڑھا اور کہا کہ یہ ابوذرؓ ہیں رسول اللہ ؐ کے صحابی، آپ ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کیجئے۔ عبداللہ بن مسعود نے ان کا جنازہ دیکھ کر گریہ و بکا شروع کیا اور فرمانے لگے اے ابوذرؓ رسول اللہ ؐ نے سچ فرمایا تھا:

يَا اَبَاذَر تَعِيْشُ وَحْدَكَ وَ تَمُوتُ وَحْدَكَ وَ تُبْعَثُ وَحْدَكَ.

اے ابوذرؓ تم تنہا سفر کرو گے، تنہائی میں تمھاری موت واقع ہو گی اور روز قیامت تنہا ہی تمھیں اس جگہ سے اُٹھایا جائے گا۔

پھر وہ اور ان کے ساتھی سواریوں سے اترے اور انھیں دفن کیا پھر عبداللہ بن مسعود نے ان لوگوں سے وہ حدیث بیان کی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کے سفر کے دوران بیان فرمائی تھی۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک پہنچے تو ان کی خدمت میں یوحنا ابن رؤیہ ایلہ کا والی آیا، اس نے رسول اللہ ؐ سے مصالحت کی اور انھیں جزیہ دیا اور اسی طرح حرباء اور اذرح کے لوگوں نے کیا۔ نبی اکرم ؐ نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا اور تبوک ہی سے خالد بن الولید کو چوبیس سواروں کے ساتھ اکیدر بن عبدالملک کی طرف دُومۃ الجندل روانہ کیا۔ مسلمانوں نے اکیدر اور اس کے بھائی مصاد کو قید کر لیا اور ان دونوں کے بھائی حسّان کو مسلمانوں نے قتل کر دیا اور وہ لوگ اکیدر اور اس کے بھائی اور بہت سا مال غنیمت لے کر آئے تو رسول اللہ ؐ نے ان سے جزیہ اور اس کے اور اس کے بھائی کے خون نہ بہانے پر معاہدہ کر لیا اور ان دونوں کو آزاد کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۂ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ جب وہ کسی راستے سے گزر رہے تھے تو ان کے اصحاب میں سے کچھ مسلمانوں

نے انھیں گھاٹی میں دھکیلنے اور اُن کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ وہ اس مقصد کے لیے تیار ہوئے، انھوں نے ڈھاٹا باندھا اور رسول اللہؐ سے پہلے عقبہ پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان مکر کو باطل کر دیا اور رسول اللہؐ کے ساتھ حذیفہؓ بن الیمان تھے جنھوں نے ان لوگوں کو ان کے اونٹوں سے پہچان لیا اور عمار بن یاسر بھی رسول اللہؐ کے ساتھ تھے اور جب ان کی تدبیریں بیکار ہوگئیں تو وہ مسلمانوں کے ساتھ آکر مل گئے تاکہ ان کا معاملہ ظاہر نہ ہونے پائے۔

انھیں مشورہ دینے والے کون لوگ تھے:

یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا ان لوگوں کا اُن منافقین سے بہت مضبوط رابطہ تھا جنھوں نے غلط باتیں اور افواہیں امیر المومنینؑ کے بارے میں پھیلائی تھیں جب نبی اکرمؐ نے انھیں مدینۂ منورہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ اگر ہم بنظر غائر دیکھیں جو کچھ غزوۂ تبوک میں پیش آیا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ منافقین جو ظاہر میں تھے جیسے عبداللہ بن اُبیّ اور اس کے منافقین ہمنوا جو مشہور نہیں تھے اور پوشیدہ تھے اور انھیں نبی اکرمؐ سے بڑی قربت حاصل تھی اور ان سب کا تعلق قریش سے تھا اور مہاجرین سے بھی۔(۱)

ان لوگوں نے اسلام کے خلاف فیصلہ کرنے کے لیے اپنے اندر بڑی استعداد اور صلاحیت پیدا کرلی تھی۔ اس لیے کہ مسافت کی دوری اور نبی اکرمؐ کا بنفس نفیس اس غزوہ میں تشریف لے جانا ان کے لیے ایک سنہری موقع فراہم کررہا تھا کہ وہ اپنے منصوبوں کو نافذ کردیں۔ لہٰذا نبی اکرمؐ نے بھانپ لیا کہ ان کا ارادہ کیا ہے اور وہ کس قسم کا منصوبہ بنارہے ہیں۔ لہٰذا حضورؐ نے یہ طے کیا امام عالی مقام حضرت علی علیہ السلام مدینۂ منورہ میں قیام کریں گے تاکہ ابن سلول کی قیادت میں جو اپنے گروہ کے ساتھ مدینہ میں رہ گیا تھا اس کے تمام منصوبوں کو ناکام بنادیں اور وہ تنہا اس کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملادیں۔(۲)

---

(۱): راجع تفسیر المیزان ۱۹: ۲۸۷ بحث کے ذیل میں کلام حول النفاق فی صدر الاسلام

(۲): راجع دائرہ المعارف الاسلامیہ الشیعہ المُحسنِ الامینُ ۱: ۶۷

یہ منصوبہ کا پہلا مرحلہ تھا جسے نبی اکرمؐ نے امیر المومنین علیہ السلام کو مدینہ منورہ میں ٹھہرا کر ناکام بنا دیا۔

اب رہا دوسرا مرحلہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل سے تعلق رکھتا ہے تو وہ کسی نزدیکی فرصت کی تلاش میں تھے اور یہ منصوبہ ان منافقین نے اپنے ذمّے لے لیا تھا جن کا تعلق ان قریش اور مہاجرین سے تھا جو دائمی طور سے نبی اکرمؐ سے متصل رہتے تھے نبی سے چھٹکارا پانے کے لیے عقبہ اُن کے لیے سنہری موقع تھا کہ وہ اس گھاٹی میں نبیؐ کو ڈال دیں اور انھیں قتل کر دیں لیکن وحی ربّانی نے ان کے منصوبوں کو اِس طرح خاک میں مِلا یا کہ ان کے ارادوں سے نبی اکرمؐ کو مطلع فرما دیا اور جو چیز ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ یہ تمام منافقین قریش کے مہاجرین میں سے تھے وہ درج ذیل ہے۔

۱:۔تمام مصادر بڑے وثوق سے یہ لکھتے ہیں کہ ابن سلول منافقین کے ساتھ پیچھے رہ گیا تھا اور ان کی تعبیر کے مطابق اس کے لیے کہا جاتا تھا:

لیس عسکرہ باقل العسکرین۔اس کا لشکر دو لشکروں سے کم نہیں ہے۔(۱)

یعنی وہاں پر جو منافقین ہیں وہ ابن سلول سے زیادہ خطرناک ہیں اور اس کی جَمعِیَّت آنکھوں پر واضح ہے اور یہ وہی منافقین ہیں جو بعد میں نبی اکرمؐ کو زہر دینے میں کامیاب ہو گئے اور انھیں قتل کر دینے پر اور ان کے بعد مملکت اسلامیہ کی تقدیر پر قابض ہو جانے پر اور یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سقیفہ کا معاملہ آناً فاناً نہیں ہو گیا تھا بلکہ یہ وہ معاملہ تھا جس کے لیے باقاعدہ منصوبہ بنایا گیا تھا اور عرصۂ دراز سے اس کے تانے بانے بُنے جا رہے تھے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جو ہم ملاحظہ کرتے ہیں شیخین کے تصرّفات اور ان کے ارد گرد جمع ہونے والے افراد اور ادوار کی باہمی تقسیم تاکہ خلافت پر اپنا قبضہ باقی رکھیں۔ ان تمام باتوں سے پتا چلتا ہے کہ یہ پروگرام سقیفہ بنی ساعدہ کے منعقد ہوتے وقت ہی طے نہیں پایا تھا بلکہ کافی عرصے سے پروان چڑھ

(۱): السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۴:۱۶۲

رہا تھا۔

۲:۔ کتاب دلائل النبوۃ بیہقی میں وارد ہوا ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ مکر وفریب کیا تھا وہ اصحاب رسولؐ میں سے ہی کچھ افراد تھے۔ انھوں نے باہمی طور سے یہ طے کیا تھا کہ آنحضرتؐ کو راستے میں آنے والی گھاٹی میں پھینک دیں گے۔ اور انھوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے۔(۱)

اس بات سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ لوگ نبی اکرمؐ کے مقرّبین میں سے تھے اور اُن کے اصحاب میں سے تھے۔ وہ ابن سلول کے اصحاب نہیں تھے۔

۳:۔ اعمش سے وارد ہوا ہے ابان بن عثمان کی کتاب میں کہ جن منافقین نے نبی اکرمؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا ان کی تعداد بارہ تھی جن میں سات کا تعلق قریش سے تھا۔(۲)

۴:۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب خصال میں ان منافقین کے نام لکھے ہیں۔(۳)

۵:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان پر سات مقامات پر لعنت بھیجی ہے جن میں سے ایک وہ ہے جس دن اُس نے رسول اللہؐ پر عقبہ میں حملہ کیا تھا۔ اور ہمیں یہیں سے دلیل ملتی ہے کہ ابوسفیان بھی منافقین کے خوشہ چینوں میں سے ایک تھا بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ اُن کا سرغنہ اور ان کے امور کی تدبیر کرنے والا تھا۔ اور یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس کا بہت زیادہ اور مضبوط ارتباط شیخین کے ساتھ بھی تھا اور یہ قدیمی ارتباط تھا معرکۂ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی تو اصحاب صخرہ نے کہا تھا اور ان میں شیخین اور طلحہ بھی تھے: اے کاش ہمارا کوئی پیغام بر ہوتا ابن ابی تک تا کہ وہ ہمیں ابوسفیان سے امان دے دیتا۔ معرکۂ اُحد کے بعد جس طرح ابوسفیان سے جلیل القدر صحابہ کے تعلقات نظر آتے ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ یہ مضبوط رابطہ ان کے مابین تھا جس کا ثمرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

(۱): بحار الانوار ۲۱:۷ ۲۴۔ دلائل النبوۃ ۵:۶ ۲۵۔ المحلّٰی لابن حزم باب الدّیات

(۲): بحار الانوار ۲۱:۸ ۲۴۔ دلائل النبوۃ ۵:۹ ۲۵۔ امتاع الاسماع للمقریزی ۱:۷ ۷ ۴

(۳): بحار الانوار ۲۱:۲۲۲

وفات کے بعد نظر آیا۔ پہلا معاہدہ جو حضرت ابوبکرؓ نے پورا کیا وہ یزید بن ابی سفیان کو جیوش اسلامیہ میں سے کسی ایک کا امیر بنانا تھا اور اس کے بعد اسے شام کا امیر بنا دیا جو بعد میں خلافت اموی کا دار الخلافہ بن گیا اور یہیں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشرکین نے نشانے پر آنے کے باوجود کچھ مسلمانوں کو قتل نہیں کیا۔

٦:۔ اکثر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ منافقین نے شبِ عقبہ کیا ارادہ کیا تھا؟ لیکن ان کے نام اور ان کی پہچان بیان نہیں کی بلکہ انھوں نے صرف اس حادثہ کو بیان کیا ہے۔ لیکن ان کی تفصیلات میں نہیں گئے ہیں بلکہ بعض مؤرخین نے اس واقعہ کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اور یہ یعنی سیاست اس حادثہ کے ذکر کی طرف راغب نہ تھی اس لیے کہ اس کا ذکر کرنا ان کے نزدیک مصلحت کے خلاف تھا اور جو اسے بیان کرنا چاہتے تھے وہ اُن کے آڑے آتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر یہ دیکھا کہ لوگ اپنے اسلحے فروخت کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اب جہاد ختم ہوگیا ہے۔ جب رسول اللہؐ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے انھیں اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ میری امّت میں سے ایک گروہ دجّال کے نکلنے تک حق کے لیے جہاد کرتا رہے گا۔

غزوۂ تبوک کے نتائج:

ا۔ تبوک سے رسول اللہؐ کے واپس آنے کے بعد عربی قبائل کا اسلام قبول کرنا۔ یہ قبائل یکے بعد دیگرے آتے رہے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے رہے۔ لہٰذا ہجرت کا نواں سال عام الوفود کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ جب انھیں یہ یقین ہوگیا کہ وہ اسلامی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جنھوں نے رومیوں کو ان کے گھر کے اندر شکست سے دوچار کر دیا۔

۲:۔ مسلمانوں کی فکر کو تبدیل کر دیا اور ان پر یہ واضح کر دیا کہ رومیوں سے مقابلہ کر کے وہ غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ وہ کچھ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد فتوحات کے دوران حاصل ہوا تھا۔

۳:۔ان لوگوں کو اپنا حلیف بنانا جو شبہ جزیرہ عربیہ کے شمالی حدود میں سکونت پذیر تھے اور اُن میں سے کچھ کا اسلام میں داخل ہوجانا جس نے فتح اسلامی کی مہم کو آسان بنا دیا۔

۴:۔ رومیوں اور اُن کے حلیفوں کے دلوں میں خوف اور رعب کا داخل کرنا جس کی وجہ سے وہ تبوک میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔ پھر اس کے بعد فتح اسلامی کے تمام معرکوں میں انھیں پیچھے ہٹانا اور شکست سے دو چار کرنا۔

سریّہ خالد بن الولید

بنی حارث بن کعب

مسلمان: دوُ رِیّۃٍ قِتَالُ خالد بن الولید کی قیادت میں

مشرکین: بنوالحارث بن کعب نجران میں

مقام: نجران اور یہ علاقہ یمن اور ہجر کے درمیان میں ہے

وقت: ماہ ربیع الاوّل سنہ ۱۰ ہجری، سنہ ۶۳۱ء (۱)

ہدف: اسلام کے دعوت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خالد بن الولید کو حکم دیا کہ وہ ان سے قتال کرنے سے پہلے انھیں اسلام کی دعوت دے۔ اور ایسا تین مرتبہ کرے اگر وہ دعوت اسلام کو قبول کرلیں تو فبہا اور اگر قبول نہ کریں تو پھر اس کے بعد ان سے قتال کرو۔

نتائج: بنی الحارث بن کعب کا اسلام میں اطاعت گزار ہو کے داخل ہو جانا اور سریہ کا مدینہ واپس آنا اور اُن کے ساتھ بنی الحارث بن کعب کا وفد بھی تھا۔

(۱): ابن ہشام کے نزدیک ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ تھا۔ راجع سیرۃ ابن ہشام ۴:۲۲۹

سریہ امام علی بن ابی طالب علیہ السلام
یمن کی جانب

اور یہ یمن کی جانب دوسرا سریّہ تھا۔

مسلمان: سَرِیّہ امیر المومنین علیہ السلام کی قیادت میں (۱)

مشرکین: بنوز بید عمرو بن معدی کرب زبیدی کی قیادت میں

سبب: عمرو بن معدی کرب کا مرتد ہو جانا

ہدف (مقصد): بنوز بید کو اسلام کی جماعت میں دوبارہ واپس لانا

وقت: ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۰ ہجری ۶۳۱ سنہ ء

مقام: یمن

سریہ کے واقعات:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے تو عمرو بن معدی کرب ان کی جانب واپس آیا۔ نبی اکرمؐ نے اس سے کہا: اے عمرو تم مسلمان ہو جاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمھیں بہت بڑے خوف و دہشت کے دن (قیامت) سے بچالے گا۔ عمرو نے سوال کیا کہ فزع اکبر کیا ہے؟ میں تو کسی چیز سے نہیں ڈرتا تو آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: اے عمرو یہ وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو اور گمان کر رہے ہو یہ درحقیقت ایک بہت بڑی چیخ بلند ہوگی تو اس وقت ہر مردہ جی اٹھے گا اور ہر زندہ مر جائے گا مگر جو اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ ایک چنگھاڑ ہوگی تو ہر مردہ جی اٹھے گا اور سب ایک صف میں کھڑے ہو جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، زمین

---

(۱): افراد سریہ کی تعدا تین سو سوار تھے۔ راجع الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۶۹۔ نھایۃ الارب ۱۷: ۳۶۸۔ تاریخ الخمیس ۲: ۱۴۴

میں بھونچال آجائے گا اور پہاڑ ریزے ریزے ہوجائیں گے اور آگ کے شعلے پہاڑوں کی طرف بلند ہوں گے۔ تو کوئی ذی روح ایسا نہ بچے گا کہ جس کا دل ہٹ نہ جائے اور ہر فرد اس دن اپنے اپنے گناہوں کو یاد کرے گا اور اپنی مصیبت میں گرفتار ہوگا الاّ ماشاء اللہ۔ اے عمرو تم اس وقت کہاں ہوگے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے بڑی عظیم باتیں سنیں ہیں تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا اور اس کی قوم بھی مسلمان ہوگئی۔

پھر عمرو بن معدی کرب نے اُبَیّ بن عشعث الخثعمی کو دیکھا اور اسے گردن سے پکڑ کر رسول اللہؐ کی خدمت میں لایا اور کہا کہ آپ اس فاجر کے دو ٹکڑے کر دیں جس نے میرے والد کو قتل کیا تھا۔ تو رسول اللہؐ نے اس سے کہا کہ اسلام نے زمانۂ جاہلیت کے تمام خون (قتل) کو باطل کر دیئے ہیں تو پھر عمرو مرتد ہو کر واپس چلا گیا اور اس نے بنی الحارث بن کعب کی قوم پر لوٹ مار کی اور اپنی قوم میں واپس چلا گیا تو پھر رسول اللہؐ نے امیر المومنینؑ کو طلب کیا اور انھیں مہاجرین پر حاکم بنایا اور انھیں بنی زُبید کی جانب روانہ کیا اور خالد بن الولید کو بدوؤں کے ایک گروہ کے ساتھ جعفی کی طرف بھیجا اور جب دونوں آپس میں ملتے تو ان سب لوگوں کے امیر، امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ امیر المومنینؑ روانہ ہوئے اور انھوں نے مقدمۂ الجیش کے طور پر خالد بن سعید بن العاص کو مقرر کیا اور خالد نے اپنے مقدمۃ الجیش کے طور پر ابوموسیٰ الاشعری کو رکھا۔ جب جعفی کو پتا چلا کہ لشکر آرہا ہے تو وہ دو حصّوں میں تقسیم ہوگیا ایک گروہ یمن کی طرف گیا اور دوسرا بنوزبید سے مل گیا۔ یہ بات امیر المومنین علیہ السلام کو پتا چلی تو آپ نے خالد بن الولید کو لکھا، جب میرا یہ پیغام بر تم تک پہنچے تو تم وہیں پر ٹھہر جاؤ۔ وہ نہیں رکا تو پھر امام علیہ السلام نے خالد بن سعید کو لکھا تم اس کے سامنے آجاؤ اور اسے روکے رکھو تو وہ سامنے آکر اسے روکے رہے یہاں تک کہ امام وہاں پہنچ گئے۔ تو آپ نے مخالفت کرنے پر اسے (خالد بن ولید کو) جھڑکا اور ڈانٹ پلائی۔

پھر آپ روانہ ہوئے یہاں تک کہ بنی زبید سے ایک وادی میں ملاقات کی جس کا نام ''کسر'' تھا۔ جب ان کو بنوزبید نے دیکھا تو انھوں نے اپنے ایک سوار عمرو سے کہا کہ ابوثور

کیسا ہوا اگر یہ قریشی جوان تم سے بدلہ لے لے؟ اس نے جواب دیا کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو جان لے گا۔ پھر عمرو بن معدی کرب نکلا اور جنگ کے لیے للکارا، حضرت علیؑ اس پر حملہ کرنے کے لیے تیزی سے اٹھے اور خالد بن سعید بھی اس کی طرف بڑھے اور کہا: اے ابوالحسن آپ اسے چھوڑ دیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اس سے جنگ کروں گا۔ امام علیہ السلام نے اس سے کہا اگر تم سمجھتے ہو کہ تم پر میری اطاعت لازم ہے تو تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ پھر امیر المومنین علیہ السلام اس کی جانب بڑھے اور آپ نے ایک زور کی چیخ ماری تو عمرو جنگ کا میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور شکست کھا گیا۔ امام علیہ السلام نے اس کے بھائی اور اس کے بھتیجے کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی رکانہ بنت سلامہ کو قید کر لیا اور اُن کی بہت سی عورتیں قید میں آ گئیں اور ان سب کو شکست ہو گئی۔

پھر امام عالی مقامؑ واپس لوٹے اور بنی زبید کے درمیان خالد بن سعید کو چھوڑا تا کہ وہ ان کی زکات وصدقات پر قبضہ حاصل کریں اور جو مسلمان ہو کر آ جائے اسے امان دے دیں تو عمرو بن معدی کرب واپس آیا اور اس نے خالد بن سعید سے اجازت طلب کی۔ انھوں نے اجازت دے دی پھر وہ اسلام کی طرف لوٹ آیا، اس نے اپنی بیوی اور بچوں کے بارے میں گفتگو کی تو خالد نے انھیں اُسے عطا کر دیا۔(۱)

بریدہ بن الحصیب اور علیؑ کو بدی میں ملوّث کرنا:

اور مولا علیؑ نے قیدیوں میں سے ایک کنیز کو منتخب کیا تو خالد بن الولید نے بریدہ بن الحصیب الاسلمی کو نبی اکرمؐ کی خدمت میں روانہ کیا، اور اس سے کہا کہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں لشکر سے پہلے پہنچ جاؤ اور انھیں علیؑ کی کارکردگی سے آگاہ کرو کہ انھوں نے خمس میں ایک کنیز کو اپنے لیے پسند کر لیا ہے اور رسول اللہؐ کے سامنے علیؑ کی برائی بیان کرو۔

بریدہ روانہ ہوا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ دولت پر پہنچ گیا۔ ان سے عمرؓ بن الخطّاب نے ملاقات کی انھوں نے اس سے سریّہ کے بارے میں دریافت کیا اور یہ

(۱): الارشاد المفید: ۸۵۔ کشف الیقین: ۱۷۹۔ کشف الغُمّہ ۱: ۲۲۸

پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس نے بتلایا کہ وہ علیؑ کی برائی اور تنقیص کرنے کے لیے آیا ہے اور ان سے بیان کیا کہ خمس سے اپنے آپ کے لیے ایک کنیز کا انتخاب کیا ہے تو عمرؓ نے اس سے کہا جاؤ وہ کام کرو جس کے لیے تم آئے ہو، اس لیے کہ آنحضرتؐ اپنی بیٹی کی وجہ سے جو علیؑ نے کیا ہے اس پر غضب ناک ہو جائیں گے۔ بریدہ نبی اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اس کے پاس خالد بن الولید کا خط تھا جسے دے کر بریدہ کو روانہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہؐ نے اس خط کو پڑھنا شروع کیا اور رسول اللہؐ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوگئی۔ بریدہ نے اُن سے کہا: یا رسول اللہؐ اگر آپ نے اس جیسے کام کے لیے لوگوں کو اجازت دے دی تو لوگوں کا مال فے جاتا رہے گا۔ تو رسول اللہؐ نے اس سے کہا: اے بریدہ تم پروائے ہو تم منافقت کی باتیں شروع کرر ہے ہو، بے شک علی علیہ السلام کے لیے فَے میں سے وہ سب کچھ حلال ہے جو میرے لیے حلال ہے، بے شک علی بن ابی طالبؑ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں۔ تمھارے لیے اور تمھاری قوم کے لیے اور میں اپنے بعد جنھیں چھوڑے جارہا ہوں وہ میری امّت میں سب سے بہتر ہیں۔ اے بریدہ تم ڈرو اس بات سے کہ علیؑ سے دشمنی رکھو اللہ تم سے ناراض ہو جائے گا۔ تو بریدہ نے کہا: میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اللہ کی ناراضی اور اس کے رسولؐ کی ناراضی سے۔ یا رسول اللہؐ آپ میرے لیے مغفرت طلب کیجیے میں ہرگز ہرگز علیؑ سے بغض نہیں رکھوں گا اور ہمیشہ اُن کے بارے میں کلمۂ خیر کہوں گا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے مغفرت طلب کی۔ (۱)

---

(۱): اس حدیث کو حدیث شکویٰ (شکایت) کی حدیث بھی کہا جاتا ہے۔ بڑے بڑے اصحاب حدیث نے اپنی کتابوں میں اس روایت کو بیان کیا ہے لیکن الفاظ مختلف ہیں۔ راجع مسند الامام احمد ۵: ۳۵۶۔ فضائل الصحابہ ۲: ۶۰۵/۷۔ تہذیب الخصائص للنسائی: ۵۵۔ مجمع الزوائد للھیثمی ۱۹: ۱۲۸۔ حِلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۶: ۲۹۴۔ اسد الغابۃ ۵: ۴۵۷۔ صحیح الترمذی ۲: ۲۹۷۔ کنز العمّال ۱۲: ۲۰۷۔ ارشاد المفید: ۸۵۔ اور احادیث کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر سب کا مفہوم ایک جیسا ہے یہ نص ہے: (مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ إِنَّ عَلِيّاً مِنِّي وَ أَنَا مِنْهُ وَ هُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي) تم علیؑ سے کیا چاہتے ہو بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

سریّہ امام علی بن ابی طالب علیہ السلام
نجران کی طرف (۱)

اور یہ یمن کی جانب تیسرا سریّہ ہے۔

مسلمان: ایک سریہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کی قیادت میں اہل نجران کی طرف تاکہ اہل نجران کے ان زیورات اور نقدی دینار وغیرہ کو اپنے قبضہ میں لیں جن پر اہل نجران نے موافقت کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس پر مصالحت کی تھی۔

وقت: ماہ ذی القعدہ ۱۰ھ ہجری ۶۳۲ء

سریہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کو یمن کی جانب روانہ کیا کہ زمین میں جو دھاتیں ہیں ان میں سے پانچواں حصّہ وصول کریں اور ان چیزوں کو اپنے قبضے میں لیں۔ حُلّے (نئے کپڑے) درہم و دنانیر وغیرہ جن پر اہل نجران نے موافقت کی تھی۔ تو امیر المومنینؑ نے یمن کی جانب اس مقصد کے لیے توجہ مبذول کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرّمہ کی جانب حج کے مراسم کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوگئے اور دیگر مسلمان بھی ان کے ساتھ حج کے لیے نکلے تھے اور اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو خط روانہ کیا کہ وہ یمن سے حج کی غرض سے تشریف لے آئیں۔ تو امیر المومنین علیہ السلام اور ان کی سریّہ کے افراد اس مقصد کے لیے روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ وہ حلّے (نئے کپڑے) بھی تھے جسے انھوں نے اہل نجران سے لیا تھا۔ پھر جب رسول اللہؐ مدینہ کے راستے سے مکّہ سے قریب ہوئے تو امام علیہ السلام بھی یمن سے روانہ ہوکر ان کے قریب پہنچ گئے

(۱): التنبیہ والاشراف للمسعودی: ۲۳۹۔ سیرۃ ابن ہشام ۴: ۲۴۹۔ الارشاد: ۹۱

اور لشکر نبی اکرمؐ سے ملاقات کے لیے آگے بڑھا اور انھیں میں کے ایک فرد کو اُن پر پیچھے چھوڑ دیا۔ علیؑ نبی اکرمؐ سے اس وقت ملے جب وہ مکّہ پہنچ چکے تھے۔ علیؑ نے انھیں سلام کیا اور اپنی کارکردگی سے انھیں مطّلع کیا۔ رسول اللہؐ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور ان سے ملاقات کر کے نہایت مسرور و شادمان ہوئے اور ان سے سوال کیا کہ اے علیؑ تم نے احرام کس نیت سے باندھا تو علیؑ نے کہا یا رسول اللہؐ آپ نے یہ نہیں لکھا تھا کہ احرام کس کا باندھنا ہے (حج کا یا عمرہ کا) اور نہ ہی اس بات کا مجھے علم تھا میں نے اپنی نیت کو آپ کی نیت سے ملا دیا میں نے کہا یا اللہ میں وہ احرام باندھتا ہوں جو احرام تیرے نبیؐ نے باندھا ہے۔(۱)

اور میں قربانی کے لیے ۳۴ جانور لے کر آیا ہوں تو رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ اکبر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے ساتھ حج میں شریک ہو اور تمام مناسک حج میں اور میری قربانی میں بھی تم اپنے احرام پر باقی رہو اور اپنے لشکر کی طرف واپس جا کر انھیں جلدی سے لے کر میرے پاس آجاؤ تا کہ ہم سب انشاء اللہ مکّہ مکرّمہ میں مجتمع ہوں۔

امام علی علیہ السلام اپنے لشکر میں واپس آگئے تو کیا دیکھا کہ ان لوگوں نے ان حلّوں (بیش بہا لباس) کو زیب تن کر رکھا ہے جو ان کے ساتھ تھے یہ عمل علیؑ کو نامناسب لگا اور جسے اپنی جگہ جانشین بنا کر آئے تھے اس سے کہا تم پروائے ہو تمھیں کیا ہو گیا تھا کہ تم نے انھیں وہ نفیس پوشاکیں عطا کر دیں قبل اس کے کہ ہم انھیں رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کرتے اور تم نے اس بارے میں میری اجازت نہیں لی تھی۔ اس شخص نے جواب دیا جسے جانشین بنایا تھا کہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ انھی حلّوں کو پہن کر خود کو مزیّن کرنا چاہتے ہیں اور انھوں نے اسی میں احرام باندھا ہے پھر وہ مجھے اسے لوٹا دیں گے۔ علی علیہ السلام نے ان لوگوں سے وہ تمام بیش قیمت حلّے چھین لیے جس کی وجہ سے وہ لوگ حضرت علی علیہ السلام سے ناراض ہو گئے اور ان سے بغض کرنے لگے۔

جب وہ مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے امیر المومنینؑ کی بہت زیادہ شکایتیں

(۱): التنبیہ والاشراف للمسعودی: ۲۳۹۔ سیرۃ ابن ہشام ۴: ۲۴۹۔ الارشاد: ۹۱

کیں تو رسول اللہؐ نے منادی سے کہا کہ ندا کر دے کہ:

ارْفَعُوا اَلْسِنَتَكُمْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ فَاِنَّهُ خَشِنٌ فِيْ ذَاتِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ غَيْرُ مُدَاهِنٍ فِيْ دِيْنِهِ.(۱)

تم علیؑ کے بارے میں اپنی زبانیں بند کر دو اس لیے کہ وہ ذاتِ خداوندی کے بارے میں نہایت سخت ہیں اور وہ دین کے بارے میں کسی قسم کی مداہنت (فریب کھانا) کو پسند نہیں کرتے۔

لوگ یہ سن کر ان کے خلاف بات کرنے سے باز رہے اور یہ جان لیا کہ نبی اکرمؐ کے نزدیک اُن کی کیا منزلت ہے۔

اور جب رسول اللہؐ نے مناسک حج ادا کر لیے تو اپنی قربانی میں علیؑ کو بھی شریک کر لیا اور آپ مدینہ واپسی کے لیے روانہ ہوئے اور ران کے ساتھ مسلمان بھی تھے یہاں تک کہ وہ ایک مقام پر پہنچے جو غدیر خم کے نام سے موسوم ہے۔ آنحضرتؐ اس جگہ اتر پڑے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ اس مقام پر وہ حضرت علیؑ کو اپنی اُمت پر اپنے بعد خلیفہ مقرر فرما دیں تو رسول اللہؐ نے ایسا ہی کیا اور اپنا مشہور جملہ ارشاد فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ. اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ، وَ انْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ.

میں جس کا مولیٰ ہوں یہ علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں، یا اللہ تو اسے دوست رکھ جو ان کو

---

(۱): دوسرے الفاظ میں یہ تھا کہ: (لَا تَشْكُوا عَلِيّاً فَوَ اللهِ اِنَّهُ لَخَشِنٌ فِيْ ذَاتِ اللهِ) اے لوگو! تم علیؑ کی شکایت نہ کرو وہ اللہ کی ہستی کے بارے میں نہایت سخت ہیں اور ایک لفظ یہ ہے کہ (فِيْ سَبِيْلِ اللهِ) اللہ کی راہ میں۔ راجع نهاية الارب ۱۷: ۳۷۰۔ سیرت ابن ہشام ۴: ۳۵۰۔ (يَا اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَشْكُوا عَلِيّاً) اے لوگو تم علیؑ کی شکایت نہ کرو (فَوَ اللهِ اِنَّهُ لَخَشِنٌ فِيْ ذَاتِ اللهِ. اَوْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ من أن يشكى) اس لیے کہ بخدا علیؑ اللہ کے بارے میں زیادہ سخت ہیں یا اللہ کی راہ میں کہ ان سے شکوہ کیا جائے۔

دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو ان سے دشمنی کرے اور اس کی نصرت فرما جو ان کی نصرت کرے اور تو اسے تنہا چھوڑ دے جو انھیں تنہا کر دے۔

پھر آنحضرتؐ نے حکم صادر فرمایا کہ سب کے سب مسلمان امیر المومنین علیہ السلام کو مبارکباد دیں اور امیر المومنینؑ کہہ کر انھیں سلام کریں۔ سب نے ایسا ہی کیا اور جس نے سب سے زیادہ تہنیت و مبارک باد پیش کی وہ حضرت عمرؓ بن الخطّاب تھے۔ انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا:

بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا عَلِیُّ اَصۡبَحۡتَ مَوۡلَایَ وَ مَوۡلٰی کُلِّ مُؤۡمِنٍ وَ مُؤۡمِنَۃٍ.

مبارک ہو مبارک ہو اے علیؑ تم میرے مولا اور ہر مومن مرد اور عورت کے مولا بن گئے ہو۔

حسان بن ثابت نے بیعت غدیر کے بارے میں کہا ہے:

یُنَادِیۡهِمۡ یَوۡمَ الۡغَدِیۡرِ نَبِیُّهُمۡ بِخُمٍّ وَ اَسۡمِعۡ بِالرَّسُوۡلِ مُنَادِیَا

غدیر کے دن انھیں اُن کے نبی پکار پکار کر کہہ رہے تھے خم کے مقام پر کہ رسول کی بات سنو جو وہ بیان فرما رہے ہیں

وَ قَالَ فَمَنۡ مَوۡلَاکُمۡ وَ وَلِیُّکُمۡ فَقَالُوۡا وَلَمۡ یَبۡدُوۡا هُنَاکَ التَّعَادِیَا

اور فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمھارا مولیٰ اور تمھارا ولی کون ہے؟ تو انھوں نے کہا علیؑ ہمارے مولیٰ ہیں اور وہاں پر کوئی دشمنی ظاہر نہیں ہوئی۔

اِلٰهُکَ مَوۡلَانَا وَ اَنۡتَ وَلِیُّنَا وَلَنۡ تَجِدَنَّ مِنَّا لَکَ الۡیَوۡمَ عَاصِیَا

آپ کا معبود ہمارا مولیٰ ہے اور آپ ہمارے ولی ہیں اور آپ آج کے دن ہم میں سے کسی کو بھی نافرمان نہیں پائیں گے۔

فَقَالَ لَهٗ قُمۡ یَا عَلِیُّ فَاِنَّنِیۡ رَضِیۡتُکَ مِنۡ بَعۡدِیۡ اِمَاماً وَ هَادِیَا

تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ اٹھو بے شک میں نے تمھیں اپنے بعد امام اور ھادی کی حیثیت سے پسند کرلیا ہے

فَمَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاهُ فَهٰذَا وَلِیُّه   فَکُوۡنُوۡا لَهُ اَنۡصَارَ صِدۡقٍ مُوَالِیَا

پس میں جس جس کا مولیٰ ہوں یہ اس کا ولی ہے لہٰذا تم ان کے صدق دل سے مددگار اور محب بن جاؤ۔

هُنَاكَ دَعَا اَللّٰهُمَّ وَالِ وَلِیَّهُ   وَ کُنۡ لِلَّذِیۡ عَادیٰ عَلِیّاً مُعَادِیاً

پھر اس کے بعد حضورؐ نے یہ دعا طلب کی یا اللہ تو اسے دوست رکھ جو انھیں دوست رکھے اور تو اس کا دشمن بن جا جو علیؑ سے دشمنی روا رکھے۔

اور تعجّب کی بات یہ ہے کہ حسان بن ثابت جادۂ حق وصواب سے منحرف ہو گئے جب ان پر دنیا کی محبت غالب آ گئی اور ان کی آنکھیں حضرت عثمانؓ کے پاس سونا اور چاندی کو دیکھ کر چکا چوند ہو گئیں تو انھوں نے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت نہیں کی بلکہ علانیہ طور سے ان سے عداوت کرتے رہے تو وہ گویا خود اپنے قول کے مصداق بن گئے۔

وَ کُنۡ لِلَّذِیۡ عَادیٰ عَلِیّاً مُعَادِیاً.

اور تم اس کے دشمن بن جاؤ جو علی سے دشمنی کو روا رکھے۔

اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں کے ساتھ کھڑے رہے۔

اور اسی وجہ سے انھوں نے جب یہ قصیدہ ختم کیا تو رسول اللہؐ نے اُن سے فرمایا:

لَا تَزَالُ یَا حَسَّانُ مُؤَیَّداً بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ مَا نَصَرۡتَنَا بِلِسَانِكَ.

اے حسان جب تک تم اپنی زبان سے ہماری نصرت کرتے رہو گے روح القدس تمھاری تائید کرتے رہیں گے۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے دعا میں اس لیے یہ شرط عائد کی تھی کہ انھیں انجام کار کا علم تھا کہ وہ مخالف ہو جائے گا۔ اگر رسول اللہؐ یہ سمجھتے کہ یہ شخص مستقبل میں صحیح ڈگر پر رہے گا تو وہ مطلقاً دُعا طلب کرتے بغیر کسی شرط کے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبیؐ کے لیے شرط عائد کی تھی اور بغیر شرط کے ان کی مدح نہیں کی اس لیے کہ اللہ جانتا تھا کہ ان میں کچھ ایسی بھی ازواج ہیں جو ایسے امور انجام دیں گی جن کی

وجہ سے وہ مدح واکرام کی مستحق نہ ٹھہریں گی۔ لہٰذا فرمایا:

یَانِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍمِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ.(۱)

اے نبیؐ کی بیویو! تم تقویٰ اختیار کرلو تو دوسری عورتوں سے ممتاز ہوگی۔

اور انھیں اس طرح قرار نہیں دیا جس طرح اہل بیت نبیؐ کا ذکر، عزّت واحترام کے ساتھ کیا ہے۔ جب انھوں نے اپنا کھانا مسکین، یتیم اور اسیر کو دے دیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے آیتیں نازل کیں جب انھوں نے بھوکے رہتے ہوئے اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دی۔

وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا، اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللہِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا، اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا یَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِیۡرًا، فَوَقٰہُمُ اللہُ شَرَّ ذٰلِکَ الۡیَوۡمِ وَلَقّٰہُمۡ نَضۡرَۃً وَّسُرُوۡرًا، وَجَزٰہُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّۃً وَّحَرِیۡرًا.(۲)

اور وہ اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم تمھیں اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں ہم تم سے کسی جزا یا شکریے کے طلب گار نہیں ہیں ہم اپنے رب سے اس دن کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو خستہ وخراب کرنے والا اور مصیبت کا دن ہوگا۔ تو اللہ انھیں اس دن کی تکلیف سے بچالے گا اور انھیں تازگی اور سرور سے نوازے گا اور انھوں نے صبر کیا اس کے بدلے میں انھیں جنت اور اس کے ریشمی حلّے عطا کرے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان ہستیوں سے جزا کا وعدہ کیا اور اُن پر کوئی شرط عائد نہیں کی جیسی شرط ان کے علاوہ دوسروں پر عائد کی ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے علم میں تھا کہ حالات مختلف ہوجائیں گے یکساں نہ رہیں گے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تھا۔(۳)

---

(۱): سورۂ نساء: ۳۲

(۲): سورہ الانسان: ۸ تا ۱۲

(۳): الارشاد للشیخ مفید: ۹۵

سریّۂ اُسامہ بن زید
سراۃ کی سرزمین بلقاء کے کنارے (۱)
(دَوْرِیَّۂ قِتَالِیَّہ)

مسلمان: اسامہ بن زید کی قیادت میں اور اس میں تمام صحابہ تھے سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے

مشرکین: اہل بلقاء اور اہل اُبنیٰ

وقت: ماہ صفر المظفّر سنہ ۱۱ ہجری ۶۳۲ء

ہدف: مَعْرِکۂ مُوْتَہ کا انتقام لینا مقصود تھا

سریّہ کے واقعات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ رومیوں سے جنگ کے لیے تیاری کریں اور اُن پر اُسامہ بن زید کو مقرر فرمایا اور اس سے کہا کہ تم اس جگہ جاؤ جہاں تمھارے والد کو قتل کیا گیا تھا انھیں اپنے لشکر سے روند ڈالو میں نے تمھیں اس لشکر کا امیر بنایا ہے لہٰذا تم صبح کے وقت اہل اُبنیٰ پر حملہ کردو اور ان پر سختی کرو اور تیز تر سفر کرو، تم حقیقت حال سے واقف ہو جاؤ گے۔ اگر اللہ تمھیں کامیابی سے ہم کنار کردے، تو ان کے درمیان اپنے قیام کو مختصر کر دینا اور اپنے ساتھ کچھ راستوں سے واقف افراد یعنی راہنما کو لے لینا اور اپنے آگے جاسوس اور مُقدَّمَۃُ الْجَیْش روانہ کر دینا۔

پھر آنحضرتؐ کی بیماری کا آغاز ہو گیا جس کی وجہ سے آپ دنیا سے روانہ ہو گئے اور اسامہ نے جُرف میں چھاؤنی بنائی، نمایاں مہاجرین اور انصار میں کوئی ایسا نہ تھا جسے رسول اللہؐ

---

(۱): الطبقات الکبریٰ ۲: ۱۸۹۔ سیرۃ ابن ہشام ۴: ۲۵۳

نے اس سریّہ میں شرکت کا حکم نہ دیا ہو سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے اور تمام مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، ابو عبیدہ بن الجراح اور سعد بن ابی وقاص وغیرھم افرادِ سریّہ میں شامل تھے۔انھوں نے باہمی گفتگو کی اور کہا یہ نوجوان کم عمر ہم مہاجرین اوّلین پر عامل بنایا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر سخت غضب ناک ہوئے، آپ دولت سرا سے مسجد میں تشریف لائے آپ نے اپنے سر پر عمامہ باندھ رکھا تھا، آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ فَمَا مَقَالَةٌ بَلَغَنِيْ عَنْ بَعْضِكُمْ فِيْ تَاْمِيْرِيْ اُسَامَةَ وَلَئِنْ طَعَنْتُمْ فِيْ اِمَارَةِ اُسَامَةَ . فَلَقَدْ طَعَنْتُمْ فِيْ اِمَارَتِيْ اَبَاهُ مِنْ قَبْلِهِ ، وَايْمُ اللهِ اِنْ كَانَ لِلْاِمَارَةِ خَلِيْقًا وَاِنَّ ابْنَهُ مِنْ بَعْدِهِ لَخَلِيْقٌ لِلْاِمَارَةِ.

امابعد اے لوگو! تمھاری جانب سے کچھ باتیں مجھ تک پہنچی ہیں کہ میں نے اُسامہ کو کیوں امیر لشکر بنایا ہے اگر تم نے اسامہ کی امارت پر طعن و تشنیع کی ہے تو اس سے پہلے تم اس کے والد زید کی امارت کے بارے میں بھی اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ زید امارت کے لائق تھا اور اس کے جانے کے بعد اس کا بیٹا بھی امارت کا حق دار اور سزاوار ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اسامہ بن زید کو کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر جُرف میں چلا جائے اور لوگوں کو آمادہ کیا کہ وہ بھی نکل کر جُرف روانہ ہو جائیں اور انھیں پیچھے رہ جانے اور تاخیری حربے استعمال کرنے سے ڈرایا اور فرمایا: تم اسامہ کے لشکر کو جاری رکھو:

لَعَنَ اللهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَيْشِ اُسَامَةَ.

اس پر لعنت ہو جو جیشِ اسامہ سے تخلّف کرے پیچھے رہ جائے۔

شیخ مفید سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کا مہاجرین اور انصار پر

اصرار کرنے کا مقصد کیا تھا کہ وہ جیش اُسامہ سے ملحق ہوجائیں تاکہ اُن کی وفات کے وقت مدینۂ منورہ میں کوئی ایسا فرد نہ بچے جو ریاست کے بارے میں اختلاف کرے اور امارت کے لیے لوگوں پر آگے بڑھنے کی کوشش کرے اور آنحضرتؐ اپنے بعد جسے خلیفہ بنانا چاہتے ہیں اس کے لیے راہ ہموار ہوجائے اور اس کے حق میں کوئی جھگڑنے والا جھگڑا نہ کرے۔(۱)

مہاجرین نے لشکر کی روانگی کو معطّل کر دیا:

اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہاجرین اوّلین جیسے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہ نے یہ احساس کرلیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انھیں اس سریّہ میں روانہ کرنے کا مقصد کیا ہے جس طرح انھوں نے احساس کرلیا تھا کہ اب رسولؐ کچھ ہی دنوں کے مہمان ہیں۔ لہٰذا انھوں نے مختلف بودی دلیلوں اور ناگفتہ بہ عذر خواہیوں سے تاخیری حربے استعمال کرنا شروع کیے تاکہ ان کے پاس مدینہ میں رہنے کا جواز ہوجائے اور انھوں نے کافی عرصے سے جو منصوبے بنا رکھے تھے انھیں وہ عملی جامہ پہنا سکیں۔ جب انھیں یقین ہوگیا کہ اب پیغمبر اکرمؐ موت سے بچ نہ سکیں گے۔

اور اسی وجہ سے ان سب نے ایک طرف سے جیش اسامہ کے لیے تاخیری حربے استعمال کرنا شروع کر دیئے اور یہ طے کرلیا کہ وہ مدینہ منورہ کر ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ نبی اکرمؐ کو ان کی ان ریشہ دوانیوں اور منصوبہ بندی کا علم تھا آنحضرتؐ نے انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور جھڑکنے کے بعد ان پر لعنت بھی بھیجی، جب ان سے خطاب کیا اور فرمایا:

اَلَمْ آمُرْ اَنْ تَنْفُذُوْا جَیْشَ اُسَامَۃَ؟

کیا میں نے تمھیں حکم نہ دیا تھا کہ جیش اسامہ کو روانہ کر دو؟ انھوں نے جواب دیا: بے شک، تو آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر تم نے تاخیری حربے کیوں استعمال کیے اور میرے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں تو نکل چکا تھا پھر واپس آیا تاکہ آپ سے

---

(۱): الارشاد شیخ مفید:۹۶

تجدید عہد کرلوں!! اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس لیے نہیں گیا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ سے سواری کے بارے میں سوال کروں۔ تو نبی اکرمؐ نے فرمایا:

اَنْفُذُوا جَیْشَ اُسَامَۃَ

جیش اسامہ کو روانہ کردو۔ اور آپ نے تین مرتبہ اس جملے کی تکرار کی پھر فرمایا:

لَعَنَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَیْشِ اُسَامَۃَ.

اس پر لعنت ہو جو جیش اُسامہ سے تخلّف کرے۔(۱)

اور لیکن ان لوگوں نے رسول اللہؐ کے حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور تاکید کرنے کے باوجود مدینہ میں جمے رہے وفات رسولؐ تک تاکہ وہ اپنے منصوبوں کے دوسرے حصے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں اور وہ حکومت پر قبضہ کرنا تھا۔ جب وہ اپنے پہلے منصوبے میں کامیاب ہوگئے اور وہ نبی اکرمؐ کو زہر دینا تھا اور ان سے چھٹکارا پانا تھا۔ اور اسی طرح فتنوں کی یُورش ہونے لگی۔ یکے بعد دیگرے اندھیری رات کے حصوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے اور مسلسل، لگاتار اور ہمیشہ پریشانیاں، زحمتیں اور مصیبتیں ہم تک پہنچتی رہیں گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ صاحب العصر والزمان امام مھدی منتظر علیہ السلام عجل اللہ فرجہ الشریف کو ظہور کی اجازت مرحمت فرمائے تاکہ وہ ان فتنوں کا سدّ باب کردیں۔ ان غموں اور رنج ومحن کو مٹا دیں اوّلین زمانے کے افراد جن کا سبب بنے تھے اور جن کی وجہ سے امّت اسلامی کا مقدران کے قبضے میں چلا گیا تھا۔

۞۞۞۞☆۞۞۞۞

(۱): الارشاد: ۹۸۔ تاریخ الیعقوبی ۲: ۱۱۳۔ الملل والنحل ۱: ۲۹۔ السیرۃ الحلبیّہ ۳: ۲۲۷

الخاتمہ

اسلام سلامتی کا دین ہے

جب ہم ان غزوات وسرایا کو ملاحظہ کرتے ہیں جن کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے تو ہم پر واضح ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر غزوات ۲ سنہ ہجری کے بابرکت سال میں ہوئی ہیں شرک کی قوّتوں کے ساتھ جھڑپ کے آغاز سے جو کل سات غزوات تھیں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنے والے سالوں میں غزوات کی تعداد کم ہوگئی۔

ان تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قیادت اور جنگ کے آغاز اور مشکلات کے درپیش ہونے سے قبل آنحضرتؐ کو فرصت میسّر آگئی کہ وہ معرفت حاصل کرلیں اور زمین کی فطرت سے واقف ہوجائیں اور راستوں، پہاڑوں اور وادیوں سے آشنائی حاصل کرلیں اور عسکری پہلو کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ان سے استفادہ کریں۔ اور مسلمانوں کو ان قبائل کے بارے میں معلومات اور معرفت حاصل ہوجائے جن قبائل نے مدینۂ منورہ کا احاطہ کر رکھا ہے اور قریب قریب ایسی چراگاہیں بکھری ہوئی ہیں جنھیں جنگی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ شرک کی مختلف قوتوں کے خلاف جہاد کرنے سے متعلق حکمت عملی ممکن ہوجائے اور اسی طرح انھیں فرصت میسّر آجائے معرفت کی اور قریب سے دشمن کو سبق سکھانے کی اور جن چیزوں کی ضرورت ہے ان کی معرفت حاصل کرنے کی اور امکانات کی اور منصوبوں کی اور جنگی تیّاریوں کی تاکہ اسی کی مناسبت سے ایسے فوجی منصوبے تیّار کیے جائیں جو دشمن سے بدلہ لینے کے لیے مستقبل میں ضمانت دیں اور جن میں کم سے کم خسارہ کا سامنا کرنا پڑے۔ اس لیے کہ اسلام انسانیت، محبت اور سلامتی کا دین ہے اور دین کا اوّلین ہدف انسانوں کی ہدایت ہے اور انھیں جاہلیت کے اندھیروں سے نکال کر اور شخصی عبادتوں سے نجات دلا کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کی طرف لانا اور اس کی اطاعت پر لگانا ہے

لہٰذا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمام غزوات و سرایا میں جو رسول اللہؐ نے انجام دی ہیں مشرکین مقتولین کی تعداد ہزاروں مقتولین سے تجاوز نہیں کرتی ہیں ہم آج کے دور میں اس کے بالعکس دیکھتے ہیں۔ اس لیے کہ استکباری سلطنتیں ہلاک کرنے والے اسلحوں کو مختلف انداز میں استعمال کرنے سے گریز نہیں کر رہی ہیں وہ چاہتی ہیں کہ ممالک کو وسعت دینے کی طمع متحقق ہو جائے اور کمزور قبائل کی دولت و ثروت پر انھیں غلبہ حاصل ہو جائے۔

امام علی بن ابی طالبؑ رسول اللہؐ کے علمدار اور علم بردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم تمام غزوات میں امیر المومنین علیہ السلام کے دست مبارک میں تھا۔ جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہؐ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ روزِ قیامت آپ کے پرچم کو کون اٹھائے گا، تو فرمایا کہ روزِ قیامت میرا پرچم وہی اٹھائے گا جو دنیا میں پرچم اٹھایا کرتا تھا یعنی حضرت علی بن ابی طالبؑ۔(۱)

اور رسول اللہؐ اپنی جنگوں میں شرک و گمراہی کی قوّتوں سے مقابلے کے لیے خود اپنے آپ اور اہل بیتؑ کو مسلمانوں سے آگے رکھتے تھے۔ ہم نے سنا اور نہ ہی پڑھا ہے کہ انھوں نے ان ہستیوں کے علاوہ کسی اور کو آگے بڑھایا ہو اس لیے کہ یہی اہل عقیدہ، اہل دین اور اہل اسلام تھے لہٰذا وہ غیر کے مقابلے میں زیادہ حق رکھتے تھے کہ مبادی اسلام اور اس کے نرم اور پُر اثر عقیدے کا دفاع کریں اور اس بارے میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں ایک خط میں جو انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام لکھا ہے:

وَ كَانَ رَسُولُ اللهِ اِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ وَ اَحْجَمَ النَّاسُ قَدَّمَ اَهْلَ بَيْتِهِ فَوَقٰى بِهِمْ اَصْحَابَهُ حَرَّ السُّيُوفِ وَ الْاَسِنَّةِ فَقُتِلَ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ

---

(۱): الرّیاض النضرۃ ۲: ۲۶۷۔ فی الطبقات الکبریٰ ۳: ۱۴۔ قتادہ سے مروی ہے: ان علی بن ابی طالب كان صاحب لواء رسول الله يوم بدر و فی كل مشهد۔ بے شک علیؑ بن ابی طالبؑ رسول اللہؐ کے پرچم بردار تھے غزوۂ بدر میں اور ہر مشہد (جہاں اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے) میں۔ یہ حدیث مختلف الفاظ میں اسد الغابہ ۴: ۹۷۔ فضائل الصحابہ ۲: ۶۵ اور مجمع الزوائد ۹: ۱۲۴ میں ہے۔

بَدْرٍ وَ قُتِلَ حَمْزَةُ یَوْمَ اُحُدٍ وَ قُتِلَ جَعْفَرٌ یَوْمَ مُؤْتَةَ وَ اَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَکَرْتُ اسْمَهُ مِثْلَ الَّذِی اَرَادُوْا مِنَ الشَّهَادَةِ وَ لَکِنَّ آجَالَهُمْ عُجِّلَتْ وَ مَنِیَّتَهُ اُجِّلَتْ.(۱)

جب جنگ کی آگ بھڑک جاتی اور لوگ حملہ آور ہو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل بیتؑ کو آگے بڑھا دیتے اور ان کے ذریعے ان کے اصحاب تلواروں اور نیزوں کی گرمی اور حرارت سے محفوظ رہتے، عبیدہ بن الحارث غزوۂ بدر میں قتل کر دیئے گئے اور حضرت حمزہ کو غزوۂ احد میں قتل کیا گیا اور حضرت جعفرؑ موتہ کی جنگ میں لقمۂ اجل بنے اور اگر تو چاہے تو میں ان لوگوں کا ذکر کروں جنھوں نے شہادت کی آرزو کی لیکن ان کی مدّت حیات آگے بڑھ گئی اور ان کی موت مؤخر ہو گئی۔(۲)

لیکن رسول اللہؐ کے سامنے جہاں تک ان کے جہاد کا تعلّق ہے اور بہترین آزمائش کا ذکر ہے تو وہ خود سلام اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ اَنِّی لَمْ اَرُدَّ عَلَی اللّٰهِ وَ لَا عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ وَ لَقَدْ وَاسَیْتُهُ بِنَفْسِی فِی الْمَوَاطِنِ الَّتِی تَنْکُصُ فِیهَا الْاَبْطَالُ وَ تَتَاَخَّرُ فِیهَا الْاَقْدَامُ نَجْدَةً اَکْرَمَنِی اللّٰهُ بِهَا.(۳)

اصحاب محمدؐ میں حفاظت کے طلب گار اس بات سے آشنا ہیں کہ میں ایک لمحے کے لیے بھی نہ اللہ سے منحرف ہوا ہوں اور نہ ہی میں نے اس کے رسول کو چھوڑا ہے بلکہ اپنی جان سے زیادہ ان کی حفاظت ایسے مواقع پر کی ہے جن میں بڑے بڑے بہادر رُک جاتے ہیں اور ان کے قدم پیچھے ہٹ جاتے ہیں، ایسی بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کیا ہے جس کے ذریعے اللہ نے مجھے مکرّم بنایا ہے۔

---

(۱): نہج البلاغہ باب رسائل امیر المومنینؑ

(۲): نہج البلاغہ

(۳): شرح نہج البلاغہ ۱۰:۳۳۶

اور یہ بات فطری ہے کہ پرچم اسی کے پاس ہوتا ہے جو قوم کا شجاع ترین فرد ہو اور جنگوں میں سب سے آگے آگے ہو اور اسی سبب سے اسلام کا پرچم امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا۔

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ.

کوئی جوان نہیں بجز علیؑ کے

یہ غیبی آواز جس میں دوام تھا جسے مسلمانوں نے بدر کبریٰ کے معرکے میں آسمان کے ایک فرشتے سے سنی تھی جس کا نام رضوان تھا، اور پھر اسی آواز کو معرکۂ اُحد میں سنا جسے جبرئیلؑ امین سنا رہے تھے اور پھر مسلمانوں نے غزوۂ خیبر کے موقع پر بھی آسمان سے تکبیر کی آواز سُنی اور کہنے والا یہ کہہ رہا تھا:

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَار وَ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ

نہیں ہے کوئی تلوار بجز ذوالفقار کے اور نہیں ہے کوئی فتیٰ (جوان) بجز علیؑ کے۔

حسان بن ثابت نے بھی اجازت لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ وہ بھی اس واقعہ کو شعر کے قالب میں ڈھال دیں، آنحضرتؐ نے انھیں اجازت مرحمت فرمادی تو انھوں نے کہا:(۱)

جبريل نادى معلنا و النقع ليس بِمُنْجَلِي

و المسلمون قد احدقوا حول النبيّ المرسل

لا سيف إلّا ذو الفقار و لا فتى إلّا على

جبرئیل علیہ السلام نے علانیہ طور سے یہ آواز دی ابھی گرد و غبار ہر طرف چھایا ہوا تھا، فضا واضح اور روشن نہ تھی۔

اور مسلمان گھیرا کیے ہوئے تھے نبی مُرسل کے اردگرد

کہ کوئی تلوار نہیں ہے بجز ذوالفقار کے اور کوئی جوان نہیں ہے بجز علیؑ کے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ بے شک احادیث ہمیں آگاہ کر رہی ہیں کہ یہ متعدّ د

(۱): الغدیر ۲: ۶۰-۱۰۴ علی امام المتقین لِلشَّرقاوی ۱: ۴۴

واقعات ہیں اس لیے کہ اُحد کے غزوہ میں ندا کرنے والے جبرئیل امین علیہ السلام تھے اور بدر کے غزوہ میں جس نے ندا دی تھی اس کا نام رضوان تھا اور جملہ ائمہ حدیث نے اسے نقل کیا ہے یہ اور علامہ مجلسی نے اَئمۃُ الحدیث کے ایک بہت بڑے گروہ کا ذکر کیا ہے جنھوں نے اس (ندا دینے والی حدیث) کی روایت کی ہے اور مختلف طرُق سے اُسے بیان کیا ہے۔(۱)

جہاں تک غزوۂ خندق کا تعلّق ہے تو جب امیر المومنین علیہ السلام عمرو بن عبدود جو فارس الاحزاب تھا اُس کی جانب بڑھے تو رسول اللہؐ نے اپنے دونوں ہاتھ دُعا کے لیے بلند کیے اور اپنے سر سے عمامہ اتار دیا، آسمان کی جانب رُخ کیا اور رب سے اس طرح مخاطب ہوئے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَخَذْتَ مِنِّی عُبَیْدَۃَ یَوْمَ بَدْرٍ وَ حَمْزَۃَ یَوْمَ اُحُدٍ فَاحْفَظْ عَلَیَّ الْیَوْمَ عَلِیًّا رَبِّ لَا تَذَرْنِی فَرْدًا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ.(۲)

یا اللہ بے شک تو نے عبیدہ کو مجھ سے غزوۂ بدر میں لے لیا اور حمزہ کو اُحد کے غزوہ میں مجھ سے جدا کر دیا، آج کے دن تو علیؑ کی حفاظت فرما۔ پروردگار تو مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور بے شک تو بہترین وارث ہے۔

جب کسی سائل نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک منزلت کے اعتبار سے کون سب سے عظیم ہے، علیؑ یا ابوبکرؓ! تو شیخ المعتزلہ ابوالھذیل نے جواب دیا: اے میرے بھائی کے فرزند خدا کی قسم غزوۂ خندق میں حضرت علیؑ کی عمرو بن عبدود کے مقابلے میں جنگ کرنا تمام مہاجرین اور انصار کے اعمال اور اُن کی جملہ اطاعت کے مساوی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے صرف ابوبکرؓ اور عمرؓ کا کیا ذکر ہے۔(۳) اور اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الشِّرْکِ کُلِّہٖ.

کہ کلّ ایمان کلّ شرک کے طرف جا رہا ہے اس سے مقابلہ کرنے کے لیے۔

---

(۱): راجع الغدیر ۲: ۱۰۴۔۱۰۵

(۲): راجع الغدیر ۲: ۱۰۴۔۱۰۵

(۳): شرح النھج ابن ابی الحدید ۱۹: ۲۸

اور جب عمرو بن عبدود قتل کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اب ان (مشرکین) کی دھاک ختم ہوگئی آج کے بعد وہ کبھی بھی ہم سے جنگ کرنے کی ہمّت نہ کریں گے اور نہ ہی ہم اُن سے جنگ کریں گے ان شاء اللہ۔(۱)

سب سے بڑا بہادر کہاں تھا؟

سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ایک موضوع (گھڑی ہوئی) روایت بیان کی ہے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے: انھوں نے بیان کیا ہے کہ صحابہ میں سب سے بہادر حضرت ابوبکرؓ تھے بلکہ وہ تمام انسانوں میں سب سے بڑھ کر شجاع تھے۔(۲)

لیکن اکثر سوال کرنے والے دریافت کرتے ہیں کہ یہ شجاع ترین ہستی غزوۂ بدر کبریٰ میں کہاں تھی؟ اور اس نے کیا کیا؟ اور یہ غزوۂ اُحد میں کس محاذ پر تھے اور رسول اللہؐ سے کیوں بھاگ کر چلے گئے تھے اور اگر وہ ایسے شجاع تھے تو پھر وہ عمرو بن عبدود سے مقابلہ کرنے کے لیے کیوں نہ تشریف لے گئے جب اس نے خندق پار کرلی اور وہ مسلمانوں کی سرزنش کرر ہا تھا اور ان کی ہنسی اڑا رہا تھا! اور مجھے نہیں معلوم کیا سیوطی یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ شجاع ترین فرد غزوۂ اُحد، غزوۂ خیبر اور غزوۂ حنین میں راہ فرار اختیار کر گئے تھے اور یہ ایسی بات ہے جس میں کسی بھی دو آدمیوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا انھوں نے نہیں سنا یا پڑھا کہ شجاع ترین شخص نے اور اُن کے ساتھی نے غزوۂ اُحد میں فرار کیا تھا اور یہ دونوں غزوۂ خیبر میں ناکام اور شکست خوردہ واپس آئے تھے یا وہ غزوۂ حنین میں بھاگ گئے تھے اور حضرت عمر بن الخطّاب یہ فرماتے تھے کہ میں نے جو فرار کیا تو اسی میں اللہ کی رضا تھی اور یہ حکم الٰہی سے ہوا تھا۔(۳)

اسکافی اُن کی شجاعت کے بارے میں کہتا ہے اور شجاع ترین شخص کی جواں مردی

(۱): شرح النہج ابن ابی الحدید ۱۹: ۲۸

(۲): تاریخ الخلفاء: ۳۶

(۳): راجع مغازی الواقدی ۳: ۹۰۴ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفۂ ثانی عقیدہ جبر رکھتے تھے۔

کے بارے میں کہ انھوں نے نہ تو کبھی کسی کی جانب تیر پھینکا اور نہ ہی تلوار کو نیام سے نکالا اور نہ ہی کسی کا خون بہایا اور وہ تو ایک پیچھے چلنے والے فرد تھے جو نہ مشہور تھے نہ معروف نہ ہی طالب تھے اور نہ ہی مطلوب۔(۱)

فتح مبین

جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ غزواتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ''فتح مبین'' صرف اور صرف امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ذات گرامی قدر تھی۔ اسی وجہ سے حذیفہ بن الیمان کا یہ قول حیرت و استعجاب کا باعث نہیں ہے، جب ربیعہ بن مالک السعدی نے اُن سے مناقب امیر المومنین امام علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں سوال کیا تھا تو حذیفہؓ نے کہا: اے ربیعہ وہ کیا بات ہے جس کہ وجہ سے تم نے علیؑ کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے اور وہ کیسی فضیلت ہے جسے میں تم سے بیان کر رہا ہوں جس کے قبضے میں حذیفہ کی جان ہے اُس کی قسم کہ اگر تمام امّت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں جب سے اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا ہے اور آج کے دن تک کہ تمام لوگوں کے اعمال اور حضرت علی علیہ السلام کا صرف ایک عمل ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو وہ ان سب کے اعمال سے زیادہ وزنی ہے۔ ربیعہ نے کہا کہ یہ وہ مداح سرائی ہے نہ اس کے لیے کھڑا رہا جا سکتا ہے نہ ہی بیٹھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے اٹھایا جا سکتا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اسراف ہے اے ابو عبد اللہ (یعنی حد سے تجاوز کرنا) تو حذیفہ نے کہا اے لَکَعُ (احمق) اسے کیسے نہیں اٹھایا جا سکتا۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ غزوۂ خندق کے موقع پر تمام مسلمان کہاں چلے گئے تھے جب عمرو بن عبدود اور اس کے ساتھی خندق عبور کر کے آگئے تھے تو مسلمانوں کو خوف نے آگھیرا تھا، سب جزع و فزع کر رہے تھے اور جب اس نے مبارزے کے لیے مسلمانوں کو للکارا تو سب کے سب خوف کی وجہ سے اس سے پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ علیؑ نے اس سے جنگ کی اور اسے قتل کر دیا

(۱): شرح النہج ۱۳: ۲۸۱

جس کے قبضے میں حذیفہ کی جان ہے اس کی قسم علیؑ کا اس دن جو عمل تھا وہ اجر کے لحاظ سے امّت محمدؐ کے تمام اعمال سے جو آج سے لے کر قیامت تک وہ بجالاتے رہیں گے اجر و منزلت میں سب سے زیادہ باعظمت ہے۔(۱)

اوراس میں بھی کوئی تعجّب کا مقام نہیں کہ عبداللہ بن مسعود جو صحابی رسولؐ ہیں وہ اپنے مصحف میں اس آیت کی اس طرح تلاوت فرماتے تھے:

وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ بِعَلِيِّ بن اَبِيْ طَالِب.(۲)

حضرت علیؑ فتح مبین، کافی المومنین اور نور المجاھدین ہیں

اوراس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ شجاع ترین افراد اوران کے تمام ساتھی امام علی علیہ السلام کے سر کا بوسہ لے رہے تھے۔(۳)

اورآخر میں یہ گزارش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس دعا کے بارے میں کسی تعجّب کی بات نہیں جب آنحضرتؐ نے انھیں کسی جنگ میں روانہ کیا تو فرمایا:

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْداً وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ.(۴)

اے میرے رب تو مجھے تنہا نہ چھوڑنا اور تو ہی بہترین وارث ہے۔(۵)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الْمِنّة کہ کتاب الفتح المبین کا ترجمہ شب ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

---

(۱): شرح النھج ۱۹: ۳۸

(۲): ینابیع المودۃ للقندوزی: ۱۰۸

(۳): شرح النھج ۱۹: ۳۹

(۴): مروج الذھب المسعودی ۲: ۴۴۳

(۵): (۸۹: سورہ انبیاء: ۲۱)

فتحِ مُبین

اِس کتاب میں جہاد اورقتِال سے مربوط قرآن ،احادیث ،تاریخ اور مغازی کی روشنی میں بَدر سے لیکر حُنین تک تمام غزوات و سرایا پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بھرپور انداز میں اُنکا تذکرہ ،تبصرہ اور تجزیہ کیا گیا ہے۔

صدقِ خلیل بھی ہے عشق،صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حُنین بھی ہے عشق

علاّمہ اقبال۔بالِ جبرائیل

Nashr-e-Danish Research Academy

NASHR-E-DĀNISH | NEW JERSEY | USA

نشردانش۔نیوجرسی (امریکہ)